فرانسواز ساگاں

کچھ اور سی مسکراہٹ
اور حیرتی بادل

(دوناولٹ)

انگریزی سے ترجمہ:

محمد عمر میمن

فرانسوازساگاں

کچھ اور سی مسکراہٹ
اور تیرتی بادل

(دو ناولٹ)

فرانسوا زساگاں

کچھ اور سی مسکراہٹ
اور حیرتی بادل

(دو ناولٹ)

انگریزی سے ترجمہ:

محمد عمر میمن

ضابطہ

ISBN: 978-969-441-228-3

کتاب : کچھ اور سی مسکراہٹ

مترجم : محمد عمر میمن

اشاعت : 2017ء

ناشر و طابع

فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ
F-42، حب ریور روڈ، سائٹ کراچی۔ پاکستان۔
Contact@fazlee.com

عرضِ مترجم

اس ترجمے کی بھی اپنی کہانی ہے: انیس سو بانسٹھ ترسیٹھ میں مجھے فرانسواز ساگاں کا یہ ناول A Certain Smile کافی پسند آیا تھا اور میں نے اس کا ترجمہ بھی کر ڈالا تھا۔ اسے شائع کرانے کی نوبت نہ آئی۔ اور یہ اچھا ہی ہوا۔ کوئی دو سال پہلے خیال آیا کہ اس پر نظر ثانی کر کے کہیں چھپنے کے لیے بھیج دوں۔ نظر ثانی کرتے ہوئے اندازہ ہوا کہ پچاس سال پہلے کی اپنی انگریزی دانی پر اعتماد کرنا مناسب نہ ہوگا۔ چناں چہ میں نے آئرین ایش (Irene Ash) کے اسی انگریزی ترجمے کو، جسے پہلے استعمال کیا تھا، سامنے رکھ کر ناول کا دوبارہ ترجمہ کیا۔ اس پر نظر ثانی کے دوران انگریزی عبارت میں کچھ باتیں غیر واضح محسوس ہوئیں۔ خیال آیا کہ دیکھوں کسی اور نے بھی اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ بالکل کیا تھا۔ اور یہ این گرین (Anne Green) کا کیا ہوا تھا۔ اس سے مدد تو ملی لیکن دونوں ترجموں میں کہیں کہیں اختلاف بھی نظر آیا۔ سو مجبور ہو کر اصل فرانسیسی متن سے رجوع کیا۔ میری فرانسیسی اس قابل تو نہیں کہ براہ راست اس سے ترجمہ کر سکوں، لیکن جتنی بھی اب یاد رہ گئی ہے اس سے تھوڑا بہت کام چل گیا۔ اصل کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ بعض بعض جملے دونوں انگریزی تراجم میں ناپید ہیں۔ سو اب صورت یوں ہے کہ آپ کے سامنے جو ترجمہ ہے، اس کی بنیاد دو انگریزی تراجم اور کسی حد تک فرانسیسی اصل پر ہے۔

ایک اور بات: میں نے انگریزی سے مختلف متون کے تراجم کیے ہیں جو بے حد متنوع موضوعات اور اصناف کو محیط ہیں۔ اس میں ناول افسانے بھی ہیں اور فلسفے اور تصوف کی مابعد الطبیعیات پر مقالے بھی۔ سبھی تراجم محنت طلب تھے، لیکن جو دشواری مجھے ساگاں کے اس ناول کے ترجمے میں پیش آئی ہے اس کا تجربہ دیگر تراجم کے دوران

نہیں ہوا تھا۔ یا ہوا تھا تو اس کی نوعیت بہت مختلف تھی۔ مجھے اس کی وجہ معلوم ہے، لیکن اس کا بیان یہاں بے محل ہوگا۔ ظاہر ہے آپ کو گٹھلیاں گننے سے کیا دل چسپی ہو سکتی ہے، آپ آم کھائیے۔

— محمد عمر میمن

فلورینس مالرو کے لیے—

فہرست
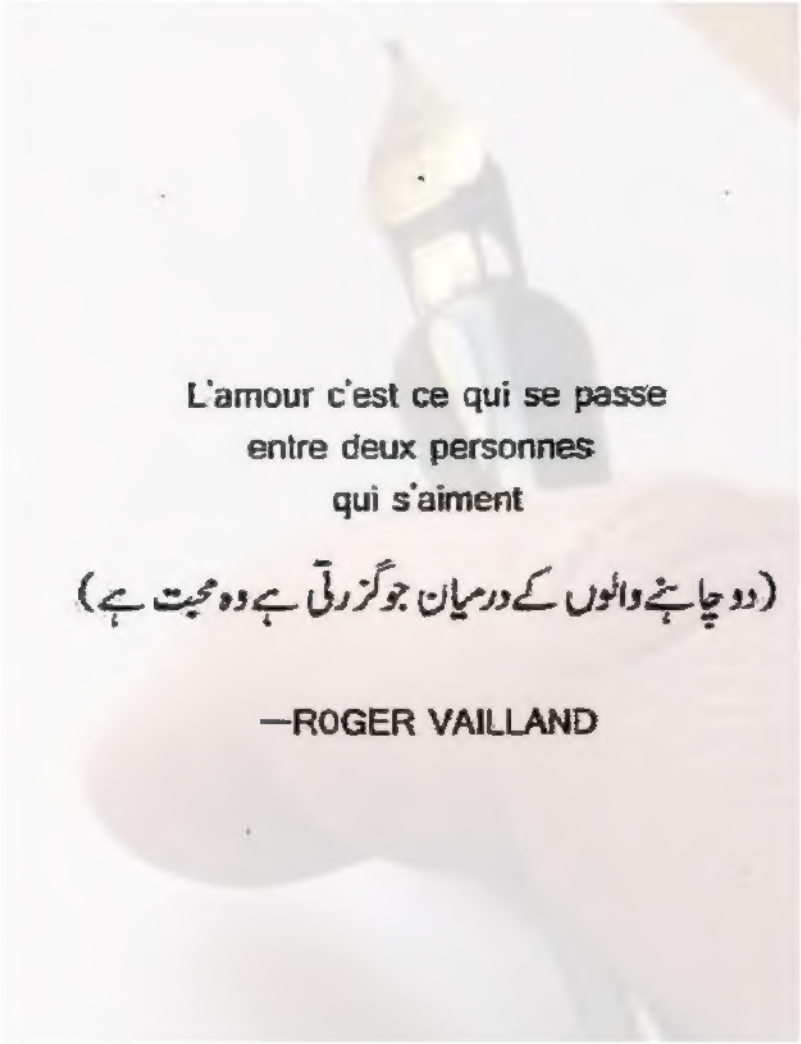
فرانسواز ساگاں

کچھ اور سی مسکراہٹ

پہلا حصہ

L'amour c'est ce qui se passe
entre deux personnes
qui s'aiment

(دو چاہنے والوں کے درمیان جو گزرتی ہے وہ محبت ہے)

—ROGER VAILLAND

ایک

وہ دوپہر، موسمِ بہار کی ایک عام سی دوپہر ہم نے 'شاہ راہ سیں ژاک' کے ایک قہوہ خانے میں گزاری تھی۔ میں کچھ اکتائی اکتائی سی تھی اور جوک باکس اور دریچے کے درمیان چکر لگا رہی تھی، جب کہ بیرتراں اسپائر کے لیکچر کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ کسی موقعے پر میں مشین سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی اور رکارڈ کو سج سج اٹھتے، پھر ترچھے زاویے سے کسی آگے کو بڑھتے رخسار کی طرح خود کو سوئی کے مقابل، تقریباً نرمی کے ساتھ، پیش کرتے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے کیوں مسرت کا ایک شدید احساس مجھ پر چھا گیا، ایک بے پناہ جسمانی الہام کہ کسی دن میں مر جاؤں گی، میرا ہاتھ اس کرومیم کی لگر سے اٹھ چکا ہوگا، اور سورج میری آنکھوں سے رخصت۔

میں نے مڑ کر بیرتراں کی طرف نظر ڈالی؛ مجھے مسکراتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ اس کی برداشت سے باہر تھا کہ میں اس سے علاحدہ خوشی محسوس کروں۔ میری خوشی کے لمحات بس وہی ہونے چاہئیں جو ہم اپنی زندگی میں ساتھ ساتھ گزارتے ہیں۔ اس کا مبہم سا احساس مجھے پہلے ہی سے تھا، لیکن اُس دن اسے برداشت کرنا دوبھر ہو گیا، اور میں نے دوبارہ مشین کی طرف رخ کر لیا۔ پیانو پر بجنے والے نغمے میں 'تنہا اور شیریں' کا مفہوم تھا اور اب کلارنٹ کی آواز بھی اس کی سنگت کرنے لگی تھی۔ سنگیت کا ہر سُر میرا جانا پہچانا تھا۔

میں بیرتراں سے پارسال امتحانوں کے دوران ملی تھی۔ ہم نے ایک تکلیف دہ ہفتہ ایک دوسرے کے پہلو میں گزارا تھا، جس کے بعد میں گرمیوں کے لیے اپنے والدین کے ہاں

چلی گئی تھی۔ آخری شام اس نے مجھے چوما تھا۔ پھر اس کے خط آنے لگے۔ شروع میں سرسری سے۔ بعد میں ان کا لہجہ بدل گیا۔ میں ان خطوں کے زیر و بم کا تعاقب ایک مخصوص جذبے کے ساتھ کرتی رہی، چناں چہ جب اس نے لکھا: ''مجھے یہ اعتراف کافی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے، لیکن میرا خیال ہے مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔'' تو میں بھی اس قابل ہوچکی تھی کہ اسی لب و لہجے میں بغیر جھوٹ بولے جواب دے سکوں، ''یہ اعتراف مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے، لیکن مجھے بھی تم سے محبت ہے۔'' یہ جواب مجھے بڑے قدرتی طور پر آیا، بل کہ ایک بازگشت کی طرح۔

'دریائے یون' کے کنارے میرے والدین کی املاک پر دل بہلانے کا سامان کم ہی تھا۔ میں دریا کے گھاٹ پر ٹہلتی، پہلے خس و خاشاک کو لمحے بھر کے لیے سطح آب پر تیرتے اور ڈولتے ہوئے دیکھتی، پھر گھسے پٹے، چپٹے اور سپاٹ پتھر چن کر اس طرح پھینکتی کہ وہ لپکتی جھپکتی سیاہ گورنتوں کی طرح پانی کی سطح کو سرسری سا چھوتے ہوئے گزر جاتے۔ وہ تمام گرمیاں میں اپنے سے بار بار بیرتراں کا نام دہراتی اور مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی۔ ایک طرح سے خطوں کے ذریعے معاشقے کی ابتدا مجھے اچھی لگی۔

اب بیرتراں میرے پیچھے آکر کھڑا ہوگیا تھا۔ اس نے مجھے میرا گلاس پیش کیا اور جب میں مڑی تو اسے اپنے مقابل پایا۔ وہ دوستوں کے ساتھ مباحثوں کے دوران مجھے غیر موجود پاکر ہمیشہ قدرے برہم ہو جاتا تھا۔ میں مطالعے کی کچھ زیادہ ہی شائق تھی، لیکن ادبی گفت گو مجھے بے کیف کر دیتی تھی۔ وہ اس بات سے سمجھوتا نہ کرسکا۔

''تم ہمیشہ یہی دھن لگاتی ہو؛ ویسے خیال رہے، یہ مجھے بھی خاصی پسند ہے،'' اس نے کہا۔

یہ آخری جملہ اس نے غیر جانب دارانہ انداز میں ادا کیا جس پر مجھے یاد آگیا کہ جب ہم نے یہ ریکارڈ پہلی بار سنا تھا تو ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ ہمارے معاشقے کے مختلف سنگ میلوں کی طرف اس کے چھوٹے چھوٹے جذباتی اشارے، جنھیں میں تقریباً بھول گئی ہوتی، ہمیشہ میری توجہ میں آئے بغیر نہ رہتے۔ ''وہ میرے لیے کچھ نہیں ہے،'' میں نے بے ساختہ سوچا: ''وہ مجھے بے زار کر دیتا ہے، مجھے ان سب باتوں کی مطلق پروا نہیں، اور خود میں

بھی کچھ نہیں ہوں، کچھ نہیں، مطلق کچھ نہیں!" اور انبساط کے اسی مہمل احساس نے مجھے بارِ دگر اپنی گرفت میں لے لیا۔

"مجھے اپنے ماموں سے جا کر ملنا ہے، وہی جو بڑا زبردست سیاح واقع ہوا ہے۔" بیرتراں نے کہا۔ "چلوگی؟"

وہ باہر نکلا اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ میں اس کے ماموں سے، وہی جو سیاح تھا، نہ واقف تھی، نہ واقف ہونے کی کوئی خاص خواہش مند تھی۔ لیکن میرے خمیر ہی میں کوئی بات ہے کہ جہاں کسی نوجوان کی صاف ستھری گردن نظر آئے، اس کے پیچھے پیچھے ہو لوں، ہمیشہ مزاحمت کے بغیر گھسٹی چلی جاؤں، سوائے ان ننھے منے یخ بستہ خیالات کے جو مچھلیوں کی طرح میرے ذہن میں تیرتے پھرتے۔ ناگہانی میں نے اس کے لیے ایک عجیب سی چاہ محسوس کی۔ شاہ راہ پر ہمارے قدم اسی ہم آہنگی سے اٹھ رہے تھے جس سے رات کو ہمارے جسم پیوست ہوتے تھے۔ اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہم دبلے پتلے اور دل کش تھے، جیسے تصویروں میں لوگ ہوتے ہیں۔

شاہ راہ کے ساتھ ساتھ اور بس کے پلیٹ فارم پر بھی جو ہمیں اس کے جہانیاں جہاں گشت ماموں کے ہاں لے جا رہی تھی، میں مسلسل بیرتراں کے لیے چاہت محسوس کرتی رہی۔ لوگوں کے ریلے نے میرا جسم اس سے بھڑا دیا تھا۔ وہ ہنسا اور میرے گرد اپنے شانے کا محافظ حلقہ ڈال دیا۔ میں اس کے کندھے کے خم میں اس کی جیکٹ سے ٹک گئی، وہ مردانہ کندھا جو میرے سر کے لیے بے حد آرام دہ تھا۔ میں اس کی بوباس میں سانس لینے لگی جو اتنی زیادہ جانی پہچانی ہونے کے باوجود کبھی میرے جذبات کو ابھارنے میں ناکام نہ رہتی۔ وہ میرا سب سے پہلا عاشق تھا۔ اس کے ذریعے میں اپنے جسم کی مہک سے واقف ہوئی تھی۔ آدمی ہمیشہ ہی کسی دوسرے کے توسط سے اپنا جسم دریافت کرتا ہے، اس کی قامت، اس کی سوگندھ، شروع میں ڈرتے ڈرتے، پھر گہرے تشکر کے ساتھ۔

بیرتراں نے اپنے ماموں کے بارے میں گفت گو کی: لگتا تھا جیسے وہ اسے بہت زیادہ خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس نے اس کی سیاحتوں کا مذاق اڑایا، کیوں کہ بیرتراں دوسروں کا مضحکہ اڑانے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا، اس درجہ کہ وہ مسلسل اسی خوف میں رہتا کہ ایک دن

کہیں وہ خود نادانستہ مضحکہ خیز نظر نہ آنے لگے۔ کہ یہ بات مجھے بالکل مزاحیہ معلوم ہوتی اسے برافروختہ کر دیتی۔

بیرتراں کا ماموں قہوہ خانے کی ٹیرس پر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب میری نظر اس پر گئی تو میں نے بیرتراں سے کہا کہ وہ اتنا برا تو نظر نہیں آ رہا۔ ہم قریب پہنچے تو وہ کھڑا ہو گیا۔

"لک،" بیرتراں نے کہا، "میں ایک دوست کو ساتھ لایا ہوں۔ دوی نیک، یہ میرے ماموں لک ہیں، عظیم سیاح۔"

مجھے خوش گوار سا تعجب ہوا، اور سوچا، "خاصا گوارا نظر آتا ہے، یہ ماموں سیاح۔" اس کی آنکھیں سرمئی رنگ کی تھیں اور چہرے کا تاثر تھکا تھکا، تقریباً افسردہ سا۔ ایک خاص انداز میں اسے خوش شکل کہا جا سکتا ہے۔

"آخری سفر کیسا رہا؟" بیرتراں نے پوچھا۔

"بڑا برا۔ بوسٹن میں جائداد کا ایک بےزار کن بکھیڑا نمٹانا پڑا۔ ہر کونے کھدرے میں جان کھا جانے والے وکیل بھرے تھے۔ ہر لحاظ سے بڑا تھکا دینے والا سفر رہا۔ تم اپنی سناؤ؟"

"دو مہینے میں ہمارے امتحان ہونے والے ہیں،" بیرتراں نے کہا۔

اس نے "ہمارے" کچھ کھینچ کر کہا۔ یہ 'ساربون' کا ازدواجی پہلو تھا: آدمی امتحانوں کا ذکر بالکل اس طرح کرتا جیسے شیر خواروں کا۔

بیرتراں کا ماموں میری طرف متوجہ ہوا: "آپ بھی امتحان دیں گی؟"

"ہاں،" میں نے مبہم سا جواب دیا۔ (میری سرگرمیاں، خواہ یہ کتنی غیر اہم کیوں نہ ہوں، مجھے ہمیشہ ان پر تھوڑی سی ندامت ضرور محسوس ہوتی۔)

"میرے سگریٹ ختم ہو گئے ہیں،" بیرتراں نے کہا۔

جب وہ کھڑا ہوا تو میں نے نگاہوں سے اس کا تعاقب کیا۔ اس کی چال تیز اور لچک دار تھی۔ میں کبھی کبھی سوچتی کہ عضلات، ان کی اضطراری حرکات، اور زیتونی جلد کا یہ مرکب میری ملکیت ہے، تو یہ مجھے ہمیشہ ہی ایک حیران کن تحفہ معلوم ہوتا۔

"امتحان دینے کے علاوہ کیا کرتی ہیں؟" بیرتراں کے ماموں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں،" میں نے جواب دیا، "میرا مطلب ہے کوئی خاص کام نہیں۔"

میں نے اپنا ہاتھ یوں اٹھایا جیسے مہملیت کا اشارہ کرنا چاہتی ہوں۔ اس نے بیچ میں ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں نے متعجب ہو کر اسے دیکھا۔ معاً یہ خیال کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپک گیا: ''مجھے پسند ہے، قدرے عمر رسیدہ ہے تو کیا ہوا، بہ ہر حال مجھے پسند ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ میز پر رکھ دیا اور کہا: ''آپ کی انگلیاں روشنائی سے سَنی ہیں، اور یہ بڑی اچھی علامت ہے۔ آپ امتحان پاس کرلیں گی اور زبردست وکیل بن جائیں گی، گو آپ باتونی نظر نہیں آتیں۔''

ہم دونوں ہنس دیے۔ میں اسے اپنا دوست بنانا چاہتی تھی۔

لیکن بیرتراں اب واپس آ چکا تھا اور لُک اس سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے انھیں سنا نہیں۔ لُک کے بات کرنے کا انداز دھیما دھیما سا تھا اور اس کے ہاتھ خاصے بڑے تھے۔ میں نے سوچا: ''بالکل ان لوگوں جیسا ہے جو مجھ جیسی کم سن لونڈیاں پھانستے پھرتے ہیں۔'' میں پہلے ہی سے چوکنی تھی، لیکن اب اتنی بھی نہیں کہ جب اس نے دو دن بعد لنچ پر مدعو کیا، گو اپنی بیوی کے ساتھ، تو ناگواری کی ہلکی سی چبھن محسوس کرنے سے باز رہتی۔

۲

لنگ کے ہاں لنچ سے پہلے کے دو دن میں نے قدرے بے کیفی کے عالم میں گزارے۔ کرنے کے لیے تھا ہی کیا؟ یہی نا کہ ایک امتحان کی تیاری کروں جس کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلنے والا تھا، دھوپ میں آوارہ پھرتی پھروں، بیرتراں کو اپنے ساتھ جفتی کرنے دوں، بدلے میں خود کچھ دیے بغیر، اس کے باوجود کہ وہ مجھے کافی پسند تھا۔ باہمی اعتماد، گدازیِ دل، اور تکریم سے نفرت نہیں کرنی چاہیے، اور شدید جذبے کا خیال تو مجھے کبھی مشکل ہی سے آتا ہوگا۔ کسی خالص جذبے کا عدوم ہی مجھے زندگی کرنے کا عام انداز معلوم ہوتا تھا۔ زندہ رہنے کا مطلب، بہ ہر حال، یہی تھا کہ امکان کی حد تک خود کو مطمئن رکھا جائے، اور یہ پہلے ہی کوئی آسان کام نہیں۔

میری رہائش ایک قسم کے خاندانی 'پاں سیوں' (pension) میں تھی جس کی جملہ ساکنین طالبات تھیں۔ انتظامیہ کشادہ ذہن تھا؛ میں بہ آسانی رات کے ایک دو بجے تک باہر رہ سکتی تھی۔ میرے کمرے کی چھت نیچی تھی، یہ کافی بڑا اور بالکل اجاڑ سا تھا، کیوں کہ اسے از سرِ نو سجانے کا میرا منصوبہ جلد ہی ڈھیر ہو گیا تھا۔ میں اپنے اردگرد کی فضا سے بس اتنا ہی چاہتی تھی کہ یہ میری مخل نہ ہو۔ اس مکان کی فضا صوبائی تھی اور مجھے خوب بھاتی تھی۔ میری کھڑکی باہر ایک صحن پر کھلتی تھی جس کی احاطہ بندی ایک پست سی دیوار سے کی گئی تھی۔ اس دیوار کے اوپر ادھر ادھر پیرس کے آسمان کی جھلکیاں نظر آ جاتی تھیں جو سڑکوں اور شرفوں کے اوپر بڑے دردانگیز مثلثوں میں کٹا پھٹا ہوا تھا۔

میں صبح اٹھ کر لیکچر سننے جاتی، اور لنچ پر بیرتراں سے ملتی۔ پھر 'سوربون' کی لائبریری

تھی: سینما، کام، کھلی فضا کے قہوہ خانے، اور دوست احباب۔ شام کو ہم رقص کے لیے جاتے یا پھر بیرتراں کے کمرے جا کر بستر پر دراز ہو جاتے، جفتی کرتے، اور بعد میں دیر تک اندھیرے میں باتیں۔ میں زندگی کی اس روش سے کافی مطمئن تھی، تاہم میرے اندر، کسی گرم اور زندہ حیوان کی طرح، ہمیشہ بے کیفی، تنہائی، اور کبھی کبھار شادمانی کا احساس جاگزیں ہو جاتا۔ میں سوچتی، ہو نہ ہو میرے جگر میں کوئی خرابی ہے۔

جمعے کو لُک کے یہاں لنچ پر جانے سے پہلے میں آدھے گھنٹے کے لیے کیترِن سے ملنے گئی۔ وہ زندہ دل اور دبنگ لڑکی تھی اور ہمیشہ ہی کسی نہ کسی کی اسیرِ الفت رہتی۔ اس سے دوستی لگانے کا فیصلہ میں نے خود نہیں کیا تھا، یہ تو مجھ پر مسلط کی گئی تھی۔ وہ مجھے ایک نازک سی بے یار و مددگار لڑکی سمجھتی تھی۔ اور یہ بات مجھے بڑی پر لطف معلوم ہوتی۔ بعض اوقات وہ مجھے بڑی نرالی معلوم ہوتی۔ اسے میری بے اعتنائی شاعرانہ نظر آتی، جس طرح بیرتراں کو نظر آتی تھی، تا آں کہ وہ مجھے اپنی ملکیت بنانے کی اچانک خواہش سے مغلوب ہو گیا۔

اُس دن وہ اپنے کسی کزن پر فریفتہ تھی، اور اس کے بارے میں مجھے ایک طویل داستان سنا ڈالی۔ میں نے بتایا کہ بیرتراں کے رشتے داروں کے یہاں لنچ پر جا رہی ہوں، جس پر اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں لُک کو تقریباً بھلا ہی بیٹھی تھی اور اس پر مجھے افسوس ہوا۔ آخر میں نے بھی کیترِن کی داستان کے بدلے میں محبت کی کوئی غیر مختتم اور سادہ سی کہانی کیوں نہیں سنا دی؟ لیکن میری خاموشی پر اسے تعجب نہیں ہوا۔ ہم اپنے اپنے مقررہ کردار ادا کرنے کے پابند ہو چکے تھے: اس کا کام بولنا تھا، میرا صرف سنے جانا؛ وہ پند و نصائح شروع کر دیتی، میں کان بند کر لیتی۔

اس ملاقات نے مجھے کافی افسردہ کر دیا تھا، سو میں لُک کے ہاں بہت زیادہ اشتیاق کے بغیر، یا بل کہ خاصی دہشت کے عالم میں پہنچی۔ اب مجھے شائستہ اور پر لطف بننا پڑے گا، اپنے حق میں اچھا تاثر قائم کرنا ہوگا، جب کہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اکیلی لنچ کھاؤں، رائی کی چٹنی کی پیالی کو اپنی انگلیوں سے لاپروائی کے ساتھ گھماؤں، اور خالی، بالکل خالی نظروں سے خلا میں گھوروں۔

جب میں لُک کے یہاں پہنچی تو بیرتراں وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس نے اسپنے

ماموں کی بیوی سے میرا تعارف کرایا۔ اس کے چہرے پر بڑی دل کش شگفتگی تھی، ایک طرح کی نرمی جو دیدہ زیب بھی تھی۔ سنہری بالوں والی، دراز قامت، اور قدرے بھاری تن و توش کی عورت؛ حسین، ہاں، لیکن نظر میں کھب جانے والے انداز میں نہیں۔ وہ مجھے اس قسم کی عورت معلوم ہوئی جسے بہت سے مرد ساری عمر رکھنے کے لیے تیار ہوں، ایسی عورت جو انھیں خوش رکھ سکے گی، ایک بھلی عورت۔ کیا میں بھی بھلی عورت ہوں؟ یہ بیرتراں سے پوچھنے والی بات تھی۔ بے شک میں اس کا ہاتھ تھامتی تھی، کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتی تھی، اور اس کے بال تھپ تھپاتی تھی۔ لیکن مجھے تو ویسے بھی اونچی آواز میں بات کرنے سے نفرت تھی، اور ان کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انھیں ہموار کرنا مجھے اچھا لگتا تھا، بال جن میں حیوانی پشم جیسی ہلکی ہلکی خوش گوار حرارت اور سختی تھی۔

فرانسواز کا انداز شروع ہی سے دوستانہ تھا۔ اس نے مجھے اپنے نہایت ٹھاٹ باٹ والے اپارٹ مینٹ کی سیر کرائی، اور پھر نہایت تواضع اور سکون کے ساتھ شراب ہاتھ میں تھما کر ایک آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ شرم جو مجھے اپنے بوسیدہ اسکرٹ اور خستہ حال سویٹر پر آرہی تھی جلد ہی رخصت ہوگئی۔ ہم لک کا انتظار کرتے رہے جو کام پر گیا ہوا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید مجھے اس کے پیشے میں کسی قدر دل چسپی کا اظہار کرنا چاہیے، گو اس قسم کی باتوں کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ سوال جو میں لوگوں سے کرنا چاہتی تھی یہ تھے: ''کیا آپ کو کسی سے محبت ہے؟ کیا پڑھ رہے ہیں؟'' لیکن ان کے پیشے کے بارے میں پوچھنے کی پروا میں نے کبھی نہیں کی تھی، چاہے ان کی نظر میں یہ اہم رہا ہو۔

''آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں،'' فرانسواز نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کچھ اور وہسکی پئیں گی؟''

''ہاں، براہِ کرم۔''

''دومی نیک پہلے ہی سے بلانوش مشہور ہے،'' بیرتراں نے کہا؛ ''پتا ہے کیوں؟''

وہ چھلانگ لگا کر میرے پاس یوں آبراجا جیسے کوئی بڑی اہم بات ہو۔

''اس کا بالائی ہونٹ قدرے کوتاہ ہے، اور جب پیتے وقت آنکھیں بند کر لیتی ہے تو خاصی گمبھیر نظر آنے لگتی ہے، جس کا اسکاچ سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہوتا۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے میرا بالائی ہونٹ اپنے انگوٹھے اور اس کے بعد والی انگلی میں دبا کر فرانسواز کے سامنے یوں نمائش کی جیسے میں کوئی کتے کا پلاّ ہوں۔ میں ہنسنے لگی اور اس نے میرا ہونٹ آزاد کر دیا۔ اتنے میں لُک داخل ہوا۔

اسے دیکھ کر مجھے پھر یہی خیال آیا، لیکن اس بار ایک ٹیس کے ساتھ، کہ وہ بڑا خوش شکل آدمی ہے۔ مجھے اس بات سے واقعی تکلیف ہوتی تھی کہ کوئی ایسی چیز پسند آئے جو میرے لیے ناممکن الحصول ہو۔ مجھے کم ہی کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش ہوتی تھی، لیکن اس لمحے میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرلوں، اسے اپنی انگلیوں کی پوری طاقت سے بھینچ ڈالوں اور اس کے بھرے بھرے، قدرے کشادہ منہ کو اپنے منہ سے لگا کر دباؤں۔ سچ پوچھیں تو لُک حسین و جمیل نہیں تھا، جیسا کہ بعد میں مجھ سے اکثر و بیشتر کہا جانے والا تھا۔ پھر بھی اس کے خط و خال میں کوئی بات ایسی تھی کہ دو ہی بار دیکھنے کے باوجود وہ مجھے بیرتراں کے چہرے سے ہزار گنا مانوس لگا۔ بیرتراں کے مقابلے میں ہزار گنا کم اجنبی اور ہزار گنا قابلِ خواہش، اگرچہ بیرتراں، تمام باتوں کے باوجود، مجھے مرغوب تھا۔

لُک اندر آیا، ہمیں خوش آمدید کہا، اور بیٹھ گیا۔ وہ حیرت انگیز حد تک بے حرکت بھی ہوسکتا ہے۔ اس کی حرکات کی سست رفتاری اور آسودہ بدنی میں ایسا تناؤ اور ٹھہراؤ تھا کہ میں سخت بے چین ہوگئی۔ اس نے فرانسواز کو بڑی گدازی سے دیکھا اور میں نے اسے۔ اب یاد نہیں رہا کہ ہم نے کیا باتیں کیں، لیکن یہ ضرور یاد ہے کہ زیادہ تر گفت گو بیرتراں اور فرانسواز کے درمیان ہوتی رہی۔ اصل میں مجھے اُن تعارفی رسمیات کو یاد کرنے سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ اگر اُس لمحے میں نے ذرا سی احتیاط برتی ہوتی اور اپنے اور اس کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ قائم رکھا ہوتا تو اس سے بچ نکلنا اب بھی ممکن تھا۔ اس کے برعکس، میں اس گھڑی کے بیان کے لیے بے چین ہوں جب اس نے پہلی بار مجھے خورسند کیا تھا۔ اپنے جذبات کو بیان کرنے کا خیال ہی مجھے تلخ اور بے صبر سرخوشی سے بھر دیتا ہے۔

سو ہم نے لُک اور فرانسواز کے ساتھ لنچ کھایا۔ بعد میں، سڑک پر، میں نے لُک کی رفتار سے اپنے قدم ملا کر چلنے کی کوشش کی اور بیرتراں کے چلنے کا انداز بھول بھال گئی۔ ہم ہر بار جب سڑک پار کرتے، لُک میری کہنی تھام لیتا، اور مجھے یاد آتا ہے کہ میں اس پر کتنا بوکھلا

جاتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنی بانہہ کا کیا کروں، یا اپنے ہاتھ کا جو بے یارومددگار یوں لٹکا ہوا تھا جیسے میری بانہہ جہاں سے لُک نے اسے پکڑ رکھا تھا بے جان ہو گئی ہو۔ مجھے یاد نہ آ سکا کہ بیرتراں کے ساتھ چلتے ہوئے میرا کیا انداز ہوتا تھا۔ بعد میں لُک اور فرانسواز مجھے ایک لباس ساز کے پاس لے گئے اور میرے لیے ایک سرخی مائل بھورے رنگ کے دبیز کپڑے کا کوٹ خریدا۔ بدحواسی کے عالم میں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے لینے سے انکار کروں یا ان کا شکریہ ادا کروں۔ لُک کی موجودگی میں پہلے ہی کوئی چیز میرے اندر بڑی تیز رفتاری سے حرکت کرنے لگی تھی۔ بعد میں وقت اپنی عام رفتار پر لوٹ آیا۔ اب پھر منٹ تھے، گھنٹے، اور سگریٹیں۔

کوٹ قبول کرنے پر بیرتراں مجھ پر غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔ وہاں سے واپسی پر اس نے اچھا خاصا ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

''بالکل یقین نہیں آتا! کوئی تمھیں کچھ بھی دے، بلاتردد لے لوگی!''

''یہ کوئی اور نہیں ہے، تمھارا ماموں ہے،'' میں نے ریاکاری سے کہا۔ ''بہ ہر کیف، ایسا کوٹ میں خود تو کبھی نہیں خرید سکتی تھی، بے حد قیمتی ہے۔''

''لیکن تم اس کے بغیر بھی گزارا کر سکتی تھیں، کیا نہیں؟''

پچھلے دو گھنٹوں میں مَیں اس کوٹ سے، جو مجھ پر بالکل ٹھیک آتا تھا، اچھی طرح مانوس ہو چکی تھی اور بیرتراں کے آخری الفاظ پر بھونچکی رہ گئی۔ ایک منطق ایسی بھی تھی جو بیرتراں کی سمجھ سے بالا تھی، اور میں نے اسے یہ بتا بھی دیا، جس کی بنا پر ہمارا جھگڑا ہو گیا۔ انجام کار وہ مجھے رات کا کھانا کھلائے بغیر ہی اپنے کمرے پر لے گیا، جیسے وہاں سزا دینے لایا ہو؛ 'سزا' جیسا کہ میں خوب جانتی تھی، اس کے لیے پورے دن کا سب سے زیادہ تند و تیز اور سیر حاصل لمحہ ہوتی تھی۔

مجھے چومتے وقت وہ کانپ رہا تھا، ایسی تکریم کے احساس سے جس نے مجھے متاثر اور متحیف دونوں ہی کیا۔ ہماری اولین ہم آغوشیوں کی لاپروا زندہ دلی اور حیوانی کیفیت میرے نزدیک کتنی زیادہ قابل ترجیح تھی۔ لیکن اب، جب کہ مجھے اس کی بے تابی محسوس ہوئی، میں سب کچھ بھول بھال گئی، ماسوا یہ کہ وہ اور میں موجود تھے۔ یہ وہ بیرتراں تھا میں جس سے محبت

کی لذت اور کرب میں اتنی اچھی طرح واقف تھی۔ آج بھی، اور شاید سب سے زیادہ آج ہی، وہ لذت، وہ شادمانی مجھے ایک ناقابلِ یقین تحفہ لگتی ہے، اور خواہ کوئی اس کا جس قدر تمسخر اڑائے، یا دلیل کی روشنی میں اسے پرکھے، میں اب بھی اسے محبت کا جوہر ہی کہوں گی۔

۳

متعدد ڈنر ہوئے۔ ان میں ہم چاروں شریک ہوتے یا لُک کے بعض دوست بھی۔ پھر فرانسوا زدس روز کے لیے اپنے دوستوں کے ہاں چلی گئی۔ میں اس کی بے حد گرویدہ ہو چکی تھی۔ وہ لوگوں کو انتہائی توجہ دیتی اور ان کے ساتھ نہایت رحم دلی سے پیش آتی، تاہم بعض اوقات انھیں نہ سمجھ سکنے کا خوف بھی لگا رہتا، اور اس کی یہ ادا میرا دل اور بھی موہ لیتی۔ وہ زمین کی طرح تھی، زمین کی طرح آسودگی بخش، اور کبھی کبھار بچوں جیسی۔ جب لُک اور وہ ساتھ ہوتے تو خوب ہنستے ہنساتے۔

ہم اسے چھوڑنے 'گارڈ لیوں' [لیوں کا اسٹیشن] گئے۔ میں پہلے کے مقابلے میں خود کو کم جھجھکو، تقریباً قدرتی، حقیقت میں خاصی شگفتہ محسوس کر رہی تھی۔ یہ اس لیے کہ میری گذشتہ بے کیفی کے مکمل غائب ہو جانے کے بعد، جسے میں نے کوئی نام دینے کی جرأت نہیں کی تھی، میری تبدیلی بہتری کی طرف ہوئی تھی۔ میں زندہ دل، حتیٰ کہ خاصی پر لطف ہو گئی تھی، اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ صورتِ حال ابد تک قائم رہے گی۔ لُک کا چہرہ مانوس محسوس ہونے لگا تھا اور وہ شدید جذبہ جو کبھی کبھی اس کی دید سے مجھ میں لپک جاتا، اسے جمالیاتی لطف یا شفقت کا نتیجہ سمجھتی۔

فرانسواز ڈبے کے دروازے سے لگی ہماری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ بولی، "لُک کو تمھاری نگہبانی میں چھوڑے جا رہی ہوں۔"

واپسی کے راستے میں بیرتراں کوئی سیاسی ادبی رسالہ خریدنے کے لیے رک گیا، جو اسے جھنجھلانے کا عذر مہیا کر دے گا۔ اچانک لُک میری طرف رخ کر کے بڑی تیزی سے بولا:

''کیا خیال ہے، کل ہم رات کا کھانا ساتھ نہ کھائیں؟''

میں جواب میں بس یہ کہنے ہی والی تھی: ''ٹھیک ہے، بیرتراں سے پوچھوں گی،'' کہ اس نے میری بات کاٹ دی، ''میں تمھیں فون کرلوں گا۔'' پھر جب بیرتراں ہمارے قریب پہنچا تو اس سے پوچھا، ''کون سا رسالہ خریدا ہے؟''

''جو چاہیے تھا وہ نہیں ملا،'' اس نے جواب دیا۔ ''دوئی نیک، لیکچر کا وقت ہو رہا ہے۔ ہمیں جلدی کرنی چاہیے۔''

اس نے میری بانہہ پکڑ لی تھی اور اسے گرفت میں لیے رہا۔ وہ اور لُک ایک دوسرے کو شک بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔ مجھے بے کلی محسوس ہوئی۔ فرانسواز کے جاتے ہی ہر چیز ابتر اور ناخوش گوار ہوگئی تھی، اور مجھ میں لُک کی دل چسپی کی یہ پہلی علامت تکلیف دہ یاد کی طرح باقی ہے، کیوں کہ مجھے محسوس ہوا میں جان بوجھ کر صداقت کا سامنا کرنے سے گریز کر رہی تھی۔ مجھے بری طرح فرانسواز کو نگہ بان کے روپ میں اپنے قریب دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ محسوس ہوا کہ ہماری اتنی احتیاط سے جمائی ہوئی اس چوکڑی کا وجود سراسر دروغ کی بنیاد پر تھا، کیوں کہ ان تمام لوگوں کی طرح جو بڑی سہولت سے جھوٹ بولتے ہیں، میں صورتِ حال کے اثر میں آئی ہوئی تھی اور اس کردار کو نہایت خلوص سے ادا کر رہی تھی جو میں نے اپنے لیے منتخب کیا تھا۔

''چلیے میں آپ کو 'سار بون' لے چلتا ہوں،'' لُک نے سرسری انداز میں کہا۔ اس کے پاس تیز رفتار اور اوپر سے کھلی ہوئی کار تھی جسے وہ بڑی مہارت سے چلاتا تھا۔ سارے راستے ہم نے کوئی بات نہیں کی، اور جدا ہوتے وقت صرف اتنا کہا، ''جلد ملیں گے۔''

''سچ پوچھو تو فرانسواز کے چلے جانے سے مجھے قدرے سکون محسوس ہو رہا ہے،'' بیرتراں بولا: ''ظاہر ہے، آدمی روز روز ایک ہی طرح کے لوگوں سے نہیں مل سکتا۔''

میں سمجھ گئی کہ وہ لُک کو ہمارے آیندہ کے منصوبوں سے خارج کر رہا ہے، لیکن اب میں محتاط ہو چلی تھی، اسی لیے خاموش رہی۔

''پھر یہ بھی ہے،'' بیرتراں نے بات جاری رکھی، ''کہ یہ لوگ خاصی بڑی عمر کے ہیں، ہیں نا؟''

میں نے جواب نہیں دیا اور ہم اپنی کیوریس کی اخلاقیات پر بریم کا لیکچر سننے اندر داخل ہوئے۔ میں بنا ہلے جلے سنتی رہی۔۔۔ تو لک میرے ساتھ تنہائی میں ڈنر کھانا چاہتا تھا۔ غالباً مسرت کا یہی مطلب تھا۔ میں نے چوبی بینچ پر انگلیاں پھیلا دیں اور ایک چھوٹی سی بے قابو مسکراہٹ کو اپنے منہ کے گوشے میں ابھرتے ہوئے محسوس کیا۔ میں نے رخ پھیر لیا تا کہ بیرتراں نہ دیکھ لے۔ یہ بس ایک لمحہ ہی قائم رہی، پھر میں نے اپنے سے کہا، ''تم ذرا سی بات کو اتنا اہم بنائے دے رہی ہو؛ یہ بالکل عام سی بات ہے، واقعی۔ اپنی کشتیاں جلا ڈالو، نتائج سے بے پروا ہو جاؤ، جھانسے میں نہ آؤ''؛ سو یہ تھے میری جوانی کے فطری ردعمل۔

اگلے دن میں نے فیصلہ کیا کہ لک کے ساتھ میرا ڈنر غیر سنجیدہ ماجرا جوئی سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ میں نے تصور میں اسے بڑے جوش کے عالم میں تیزی کے ساتھ داخل ہوتے اور وہیں کھڑے اپنا اعلانِ شوق کرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن ہوا یہ کہ وہ خاصی تاخیر سے اور غائب دماغ سا وہاں پہنچا، جب کہ میں صرف یہ خواہش کیے بیٹھی تھی کہ وہ ہماری برجستہ ملاقات پر گرمیِ جذبات کا اظہار کرے گا۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی، بل کہ مختلف چیزوں کے بارے میں بڑے سکون سے گفت گو کرتا رہا، تا آں کہ ایسا ہی سکون خود میرے طرزِ عمل میں بھی آ گیا۔ شاید وہ پہلا آدمی تھا جس کی موجودگی میں میں ایسا کامل سکون محسوس کر رہی تھی جو جملہ ذہنی حجابات سے آزاد تھا۔ بعد میں اس نے کسی ایسے ریستوراں چلنے کی تجویز رکھی جہاں ہم کھانے کے دوران رقص بھی کر سکیں، اور مجھے 'سونی کے یہاں' (Sonny's) لے گیا۔ یہاں اس کی اپنے دوستوں سے ملاقات ہو گئی جو آ کر ہماری میز کے گرد بیٹھ گئے۔ مجھے خیال آیا کہ میں بھی کیسی خود بیں احمق ہوں جو بیٹھی سوچتی رہی کہ وہ میرے ساتھ مکمل تنہائی کا خواہش مند ہو گا۔

جب میں نے ہماری میز کے گرد بیٹھی ہوئی عورتوں کو دیکھا تو احساس ہوا کہ میں نہ خوش ادا تھی نہ بذلہ سنج۔ اس کے برعکس، نیم شب کے قریب، مردوں کو رجھانے والی اس عورت کا کچھ بھی باقی نہ رہا تھا جو میں سارا دن اپنے کو تصور کرتی رہی تھی، بل کہ وہاں صرف ایک پامال

اور سرنگوں سی لونڈیا ہی تھی، جو اپنی پوشش کی بے بضاعتی پر نادم اور بیرتراں کی آرزومند تھی، جو کم از کم اسے خوب صورت تو سمجھتا تھا۔

لُک کے رفقا پارٹی کے بعد والی صبح ایلکا سیلزر کے فوائد کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ بہت سے لوگ ایلکا سیلزر استعمال کرتے تھے اور اپنے جسموں کو قیمتی کھلونوں کی طرح برتتے تھے، ان سے تفریح اٹھاتے اور بڑی احتیاط سے ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ شاید مجھے اپنی کتابوں، سنجیدہ بحثوں، طویل چہل قدمیوں کو خیرباد کہہ کر پیسوں کی لائی ہوئی عیش وعشرت اور لاطائلی کے لیے وقف کر دینا چاہیے جو اتنے جالب توجہ مشاغل نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ذرائع مہیا کیے جائیں جن سے اپنی جمال آفرینی کی جاسکے۔ کیا لُک ایسی عورتوں کی پروا کرتا ہوگا، میں نے سوچا؟

وہ میری طرف متوجہ ہوا، مسکرایا، اور رقص کے لیے کہا۔ مجھے اپنے بازوؤں میں لے لیا، بڑی ملائمیت سے میرے سر کو اپنی ٹھوڑی پر جما دیا، اور ہم رقص کرنے لگے، جس کے دوران مجھے اپنے جسم سے اس کے جسم کی قربت کا شدید احساس رہا۔

''وہ لوگ آپ کو بور کرتے ہیں، کرتے ہیں نا؟'' وہ بولا۔ ''اور عورتیں، یہ سوائے چوں چوں کرنے کے اور کچھ نہیں کرتیں۔''

''آج سے پہلے مجھے کسی نائٹ کلب میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا،'' میں نے کہا؛ ''میں تو چکرا کر رہ گئی ہوں۔''

وہ ہنسنے لگا:

''دومی نیک، آپ کتنی عجیب ہیں۔ آپ کی صحبت مجھے پرلطف لگتی ہیں۔ چلیں، کہیں اور چل کر باتیں کرتے ہیں۔''

ہم 'سوفی کے یہاں' سے نکل آئے۔ لُک مجھے ایک بار میں لے گیا اور اب ہم باضابطہ پینے لگے۔ وہسکی سے میری پسندیدگی کے علاوہ، میں جانتی تھی کہ کسی قدر مدہوشی ہی میرے پاس آزادی سے باتیں کرنے کا ذریعہ ہے۔ جلد ہی لُک کی ساری ہیبت جاتی رہی اور وہ مجھے خوش گوار اور انتہائی دل کش آدمی نظر آنے لگا، حتیٰ کہ مجھے ان کے لیے خاصی گدازی بھی محسوس ہونے لگی۔

ظاہر ہے ہم محبت کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اس نے بتایا کہ یہ بہت اچھی چیز ہے، گو اتنی اہم نہیں جتنا لوگ دعوا کرتے ہیں، تاہم چاہنا اور چاہے جانا خوش رہنے کے لیے ضروری ہے۔ میں نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے اضافہ کیا کہ وہ خوش ہے کیوں کہ وہ اور فرانسواز دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ میں نے اسے مبارک باد دی، اور کہا کہ مجھے اس پر ذرا تعجب نہیں کیوں کہ وہ دونوں ہی بے حد نفیس لوگ ہیں۔ میں بہ تدریج زیادہ جذباتی ہوتی جا رہی تھی۔

"سبز داہے،" لگ بولا، "مجھے آپ سے معاشقہ کرنے کی بڑی خواہش ہے۔"

میں بے وقوفوں کی طرح ہنسنے لگی اور کسی قسم کے ردِعمل کے اظہار سے عاجز رہی۔

"اور فرانسواز؟" میں نے کہا۔

"شاید میں اسے بتا دوں۔ آپ جانیں، وہ آپ کو بہت چاہتی ہے۔"

"بس یہی تو ساری بات ہے،" میں نے کہا، "آدمی ایسی چیزوں کے بارے میں گفت گو نہیں کرتا۔"

مجھے برہمی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک ذہنی کیفیت سے دوسری میں یہ مسلسل آمد و رفت مجھے نڈھال کیے دے رہی تھی۔ یہ بات کہ لگ میرے ساتھ سونے کا خواہش مند ہے مجھے غایت درجہ فطری اور غایت درجہ نازیبا دونوں ہی معلوم ہوئی۔

"ایک طرح سے،" لگ نے سنجیدگی سے کہا، "کوئی بات ہے، میرا مطلب ہے ہم دونوں کے درمیان۔ خدا گواہ ہے میں عام طور پر نوجوان لڑکیوں کی خواہش نہیں کرتا۔ لیکن، آپ سمجھ سکتی ہیں، ہم دونوں ایک دوسرے سے اس قدر ملتے جلتے ہیں۔ میرا مطلب ہے، یہ نہ احمقانہ معلوم ہوگا اور نہ مبتذل، بل کہ حد درجہ نادر۔ خیر، آپ اس پر غور کر لیں۔"

"ٹھیک ہے،" میں نے کہا، "کر لوں گی۔"

میں بڑی قابلِ رحم حالت میں نظر آ رہی ہوں گی کیوں کہ لگ آگے کو جھکا اور میرے گال کا بوسہ لے لیا۔

"بے چاری لڑکی،" وہ بولا، "مجھے آپ پر افسوس ہوتا ہے۔ کاش آپ کو اخلاقیات کے مبادیات کا تھوڑا بہت اندازہ ہوتا۔ لیکن نہیں ہے، اور مجھے بھی نہیں ہے۔ تاہم آپ بہت

اچھی ہیں، اور فرانسواز کی گرویدہ ہیں، اور بیرتراں کے مقابلے میں مجھ سے کم بے کیف ہوتی ہیں۔ سو یہ آپ ہیں!"

وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ میں جھنجھلا گئی۔ اس کے بعد جب بھی لُک کسی صورتِ حال کا، بہ قول اپنے، جائزہ لیتا، میری حالت ہمیشہ ہی خاصی دگرگوں ہو جاتی۔ اور اُس موقعے پر تو میں اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے باز نہ رہ سکی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" وہ بولا۔ "درحقیقت اس قسم کی باتوں میں کسی چیز کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، آپ کی بہت پروا کرتا ہوں، ایک دوسرے کی رفاقت میں ہم خوب لطف اندوز ہوں گے، صرف لطف اندوز۔"

"مجھے آپ سے نفرت ہے!" میں نے کہا۔

میری آواز میں ہماری غم ناکی سمٹ آئی تھی اور ہم دونوں ایک ساتھ ہنسنے لگے۔ پچھلے چند لمحوں میں یہ جو ساز باز ہم نے کر لی تھی مجھے کسی قدر مشکوک لگی۔

"اب میں تمھیں گھر لے چلتا ہوں،" لُک نے کہا۔ "بہت دیر ہو گئی ہے۔ یا اگر چاہو تو 'کے دُ بیری' چلتے ہیں، وہاں سے طلوعِ آفتاب کا منظر دیکھیں گے۔"

ہم گھاٹ پر پہنچے۔ لُک نے کار روک دی۔ 'سین' کے اوپر سفید آسمان پھیلا ہوا تھا اور دریا کرینس کے درمیان یوں بے حرکت پڑا تھا جیسے کوئی غمزدہ بچہ اپنے کھلونوں کے درمیان۔ آسمان بہ یک وقت سفید بھی تھا اور سرمئی بھی، اور ہر صبح کی طرح محوِ خواب گھروں، پلوں، اور ریل کی پٹریوں کے اوپر دن سے بغل گیر ہونے کے لیے ہولے ہولے، ناقابلِ تسخیر عزم کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ لُک میرے پہلو میں خاموش کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ اس کا پہلو کا رخ بے حرکت تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، اس نے اسے تھام لیا، اور ہم آہستہ آہستہ کار چلاتے ہوئے میری 'پاں سیوں' کی طرف چل دیے۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں باہر نکلی اور ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ میں یہ سوچتے ہوئے بستر پر ڈھیر ہو گئی کہ ابھی تو کپڑے اتارنا ہیں، اسٹاکنگز دھونا، کپڑے ٹانگنا باقی ہے۔ اس کے بجائے، میں گہری نیند میں ڈوب گئی۔

۴

میں اس دردناک احساس کے ساتھ بیدار ہوئی کہ میرے سامنے ایک مسئلہ ہے جسے فوری حل کرنا ہے۔ لُک کی تجویز، درحقیقت، ایک ناٹک تھی — بڑا ہی دل فریب ناٹک — لیکن اس میں اس حقیقی جذبے کو ٹھیس لگنے کا خطرہ تھا جو میں بیرتراں کے لیے محسوس کرتی تھی، اور خود میرے اندر بھی کسی گڈ مڈ چیز کو، کوئی پیچیدہ اور تلخ چیز: کیوں کہ یہ ٹھیک ہے میں کبھی کبھی یہ محسوس کرسکتی تھی کہ سارا شہوانی تہیج، تمام معاشقے زودگزر ہوتے ہیں، میں اسے کوئی اٹل قانون سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی، خاص طور پر جب یہ لُک کی جانب سے مجھ پر مسلط ہو رہی تھی۔ ہر اس شخص کی طرح جو زندگی کو فنکاہی روپ رچنا تصور کرتا ہے، میں ایسے ناٹک میں کام کرنے کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی جو خود میرا لکھا ہوا نہ ہو۔

میں خوب جانتی تھی کہ جب یہ کھیل دو ایسے افراد، جو سچ مچ ایک دوسرے میں کشش رکھتے ہوں، اپنی اکیلے پن کے عارضی مداوے کے طور پر کھیل رہے ہوں تو لامحالہ خطرناک ہوجاتا ہے۔ خود کو اپنی صلاحیت سے زیادہ قوی ظاہر کرنا حماقت ہوگی۔ ٹھیک جس لمحے (بہ قول فرانسواز) لُک مجھے ''سدھا'' لے گا، یعنی مجھے علانیہ قبول کر لے گا، میں اس کی اہل نہ رہوں گی کہ اسے کرب محسوس کیے بغیر چھوڑ سکوں۔ بیرتراں مجھے محبت کے علاوہ کچھ اور دینے کا اہل نہیں تھا، اور یہ میں چاہت کے ساتھ کہہ رہی ہوں، لیکن لُک کے تعلق سے مجھے اس قسم کے تحفظات لاحق نہیں تھے۔ کیونکہ، بہ ہر حال، جوانی میں خطرات مول لینے سے زیادہ کشش انگیز طور پر کوئی اور چیز اتنی قابلِ خواہش نہیں ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی تھا کہ میں نے اپنے لیے کسی چیز کا فیصلہ خود کبھی نہیں کیا تھا، یہ کام تو دوسرے انجام دیتے رہے تھے۔ پھر کیوں، اس

بار، مزاحمت کروں؟ لُک کا افسوں ہوگا، دن گزارے جائیں گے، پھر اس کی رفاقت میں لمبی لمبی شامیں۔ سب کچھ اپنے طبعی انداز میں ہوتا رہے گا: مستقبل میں جھانکنے کی کوشش سراسر فضول ہے۔

اپنے مسائل کے اس پُرمسرت حل کے بعد میں 'سوربون' گئی، جہاں بیرتراں اور دوسرے احباب سے ملاقات ہوئی اور ہم نے 'شارع کوژا' میں ساتھ ساتھ لنچ کھایا۔ اگرچہ یہ روزمرہ کا معمول تھا، اس دن مجھے غیر معمولی معلوم ہوا۔ میرا طبعی مقام لُک کے ساتھ تھا۔ میں ابھی اسی مخمصے میں الجھی ہوئی تھی کہ بیرتراں کے دوست ژاں ژاک نے میری کھوئی کھوئی حالت پر فقرے بازی کی۔

''سچ، دوی نیک، تم کسی کے دامِ الفت میں ضرور گرفتار ہوگئی ہو! لیکن بیرتراں، تم نے اس خالی الذہن چھوکری کے ساتھ کیا ماجرا کیا ہے، اچھی خاصی 'پرنسیس ڈکلیو' بنا کر رکھ دیا ہے؟''

''میں کچھ نہیں جانتا کہ کیا بک رہے ہو،'' بیرتراں نے کہا۔

میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور مجھ سے نظریں چار کرنے سے کترا رہا تھا۔ واقعی مشکل سے یقین آتا تھا کہ میرا دوست، میرا سال بھر کا سنگی ساتھی اچانک میرے مخالف میں بدل گیا ہے۔ میں تھوڑا سا اس کی طرف بڑھی۔ میں نے چاہا ہوتا کہ ہمارے گرمیوں کے دن، سرما کے دن، اس کا کمرا یاد دلاؤں، پھر کہوں یہ سب صرف تین ہفتوں میں مٹایا تو نہیں جا سکتا، یہ ناممکن ہے۔ میں نے تو یہ بھی چاہا ہوتا کہ وہ میری بات کی پرزور موافقت کرے، مجھے ڈھارس دلائے اور مجھے واپس لے لے، کیوں کہ وہ مجھے چاہتا ہے۔ لیکن وہ مرد کہاں تھا! بعض مردوں میں، اور خاص طور پر لُک میں، ایک ایسی توانائی محسوس کی جا سکتی تھی جو نہ بیرتراں کو میسّر تھی اور نہ ان نوجوانوں کو۔

''دوی نیک کو تنگ کرنا چھوڑ دو!'' کیتھرین نے حسبِ معمول اپنے آمرانہ انداز میں کہا۔

''میرے ساتھ چلو، دوی نیک، مرد درندے ہوتے ہیں: چلو کہیں قہوہ پینے چلیں۔''

باہر آکر اس نے بتایا کہ یہ سب باتیں بالکل بے اہمیت ہیں۔ بیرتراں کو مجھ سے بہت لگاؤ ہے، اور اس کی بدمزاجی کے ان مختصر سے دوروں کی بابت مجھے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے احتجاج نہیں کیا۔ ظاہر ہے، یہ بہتر تھا کہ بیرتراں کو دوستوں کے سامنے خفیف اور سبک سر نہ کیا جائے۔ رہی میں، تو میں ان کی اول فول گفت گو، بچکانا معاشقوں، چھوٹے چھوٹے الیوں سے عاجز آ چکی تھی، تاہم صرف بیرتراں کی اذیت پر متوجہ ہونے کی اہمیت تھی، اور یہ ایسی بات نہیں تھی جسے میں نظر انداز کر سکتی۔ یہ سب اتنی تیز رفتاری سے ہو رہا تھا۔ ابھی تو میرے اور بیرتراں کے درمیان صرف واجبی سی ناچاقی ہی ہوئی تھی، لیکن جانتی تھی کہ یہ لوگ ہمارے بارے میں باتیں بنانے لگیں گے، صورتِ حال کا تجزیہ کرنے لگیں گے، اور مجھے اس درجہ برافروختہ کر دیں گے کہ ہو سکتا ہے جو واجبی سی ناچاقی تھی، حتمی قطعِ تعلق کا سبب بن جائے۔

''تم سمجھتی نہیں ہو،'' میں نے کیترن سے کہا: ''یہ بیرتراں کا سوال نہیں ہے۔''

''آہ!'' وہ پکار اٹھی۔

میں نے اس کی طرف رخ کیا اور اس کے چہرے پر ایسا شدید تجسس، بیچ میں ٹانگ اڑانے کا ایسا شدید سودا، اور ایسا عفریتی تاثر دیکھا کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ ''میں راہبہ بننے کا سوچ رہی ہوں،'' میں نے بڑی گمبھیرتا سے کہا۔

کسی تعجب کا اظہار کیے بغیر کیترن نے زندگی کی لذتوں، ننھی منی چڑیوں، سورج، وغیرہ، وغیرہ کی بابت طولانی کلام شروع کر دیا... ''اور یہ ساری چیزیں تم صرف ایک جنون کی خاطر تج دوگی!'' اس نے جنسی لذتوں کا ذکر بھی کیا، آواز دھیمی کر کے سرگوشی میں: ''ہاں، بالکل، اس کا ذکر بھی کرنا چاہیے... ان کی بھی تو اہمیت ہے!'' اگر جو میں نے کہا تھا میرا واقعی منشا رہا ہوتا، تو زندگی کی شہوانی لذتوں کے بارے میں اپنے بیان سے وہ یقیناً مجھے کلیسا کی باہنوں میں لا پھینکنے میں کام یاب ہو گئی ہوتی۔ وہ جسے ''اس'' کہہ رہی تھی، کیا کوئی ذی روح اسے زندگی کا ماحصل سمجھ سکتا تھا؟ خیر، اگر میں بور ہو گئی تھی تو کیا ہوا، کم از کم پیٹ بھر کر بور تو ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ، کیترن کو سوقیانہ باتوں میں ایسا ید طولیٰ حاصل تھا، جنسی مہمات کی اتنی شیدائی تھی، رازداریوں کی کراہت انگیز تفصیلات سنانے کو اتنی اتاولی کہ میں نے اسے فٹ پاتھ پر چھوڑ کر آگے بڑھ جانے میں کوئی تردد محسوس نہیں کیا۔ میں زندہ دلی سے گنگناتے ہوئے وہاں سے چل دی: ''چلو کیترن سے پیچھا چھڑائیں اور اس کی الفتوں سے بھی!''

میں کوئی گھنٹا بھر سڑ گشت کرتی رہی، بہت سی دکانوں میں گئی، اور ہر کسی سے بے دھڑک باتیں کیں۔ میں خود کو بالکل بشاش محسوس کیا۔ پیرس میرا تھا! پیرس بے اصولوں کی جاگیر تھا، غیر ذمے داروں کا مامن؛ میں نے ہمیشہ یہی محسوس کیا تھا، لیکن اس سے تکلیف پہنچتی تھی کیوں کہ خود میں حسب ضرورت لاابالی نہیں تھی۔ بہ ہر حال، اس لمحے یہ میرا شہر تھا، میرا دل کش، چمک دار، سنہری شہر، "وہ شہر جو سب سے الگ تھلگ کھڑا ہو" کوئی چیز جو یقیناً شادمانی رہی ہوگی مجھے اپنی رو میں بہائے لیے جارہی تھی۔ میں اُڑی چلی جاری تھی، قدموں میں دوڑتے ہوئے خون کی لائی ہوئی بے صبری تھی، اور میں خود کو شباب سے چھلکتا ہوا محسوس کررہی تھی۔ اس بے محابا سرخوشی کے لحات میں مَیں خود کو مضحکہ خیز حد تک جوان اور صداقت اور حقیقت سے زیادہ قریب محسوس کررہی تھی، ان لحات کے مقابلے میں جب میں انھیں اداسی کی کیفیت میں تلاش کرتی تھی۔

میں 'شاں الیزے' کے ایک سینما گھر میں داخل ہوئی جہاں خاص طور پر پرانی فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ ایک نوجوان داخل ہوا اور میرے برابر آ کر بیٹھ گیا۔ ایک نگاہِ غلط انداز ڈالتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ خوش شکل ہے، شاید کچھ زیادہ ہی خوش شکل۔ جلد ہی اس نے اپنی کہنی میری کہنی سے مس کی، اور بڑی احتیاط سے ہاتھ میرے گھٹنے کی جانب بڑھایا: میں نے اسے بیچ میں پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اسکول کی لڑکی کی طرح میرا جی ہنسنے اور کلکاریاں مارنے کو چاہا۔ کیا یہ تاریک گوشوں کا رسوائے زمانہ بے محابا جنسی ملاپ تھا، چوری چھپے کا شرم و حیا سے عاری بوس و کنار؟ میں ایک گم نام نوجوان کا گرم گرم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی، حال آں کہ مجھے اس میں ذرا دل چسپی نہیں تھی، اور یہ بات مجھے پر لطف لگی۔ اس نے میرا ہاتھ تھپ تھپایا اور نہایت آہستگی سے ایک گھٹنا آگے بڑھایا۔ میں نے ایک نوع کے تجسس، خوف، اور ہمت افزائی کے ساتھ خود کو پیش کردیا۔ خود اس کی طرح مجھے بھی کسی قدر یہی اندیشہ کھائے جارہا تھا کہ اچانک خفتہ وقار بیدار نہ ہوجائے نہ بن جاؤں، اور کسی بڑھیا کا طرزِ عمل نہ اختیار کرلوں جو اپنی نشست سے تنفر کے ساتھ اٹھ کر چلی جاتی ہے۔ میرا دل معمول سے زیادہ تیزی سے دھڑک رہا تھا: کیا اس کی وجہ تلاطمِ جذبات تھی یا فلم؟ بر سرے راہے، فلم واقعی اچھی تھی۔ کوئی ایسی خاص جگہ ضرور ہونی چاہیے جہاں ان لوگوں کے

لیے پرانی فلمیں دکھائی جاتی ہوں جو کسی ساتھی کے متلاشی ہوں۔ نوجوان نے سوالیہ نظروں سے اپنا چہرہ میری طرف اٹھایا، اور چوں کہ یہ کافی روشن پس منظروں والی ایک سویڈش فلم تھی، میں نے دیکھا کہ وہ، میرے گمان کے مطابق واقعی کافی خوش شکل تھا۔ ''خوش شکل، ٹھیک ہے، لیکن ویسا نہیں جیسے مجھے پسند ہیں'' میں نے اپنے سے کہا جب وہ اپنا چوکس چہرہ دھیرے دھیرے میرے چہرے کے قریب لا رہا تھا۔ لمحہ بھر کے لیے مجھے خیال گزرا کہ ہمارے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ ضرور حیران ہو رہے ہوں گے ... اس نے اچھی طرح چوما، لیکن ساتھ ساتھ میرے گھٹنے پر اس کے ہاتھ کی گرفت سخت ہوگئی اور پھر بڑی مکاری سے آگے بڑھنے لگا، کچھ اور فائدہ اٹھانے کی حماقت آمیز کوشش میں، جس سے اب تک میں نے اسے باز نہیں رکھا تھا۔ میں کھڑی ہوگئی اور باہر نکل آئی۔ وہ یقیناً ہکا بکا رہ گیا ہوگا۔

ہونٹوں پر ایک اجنبی منہ کا ذائقہ لیے میں واپس 'شاں الیزے' آگئی اور گھر لوٹ کر ایک نیا ناول پڑھنے کا فیصلہ کیا۔

یہ سارتر کی ایک بڑی اچھی کتاب تھی، لاژ د ریژوں (The Age of Reason) میں نہایت لطف کے ساتھ اس کے مطالعے میں غرق ہوگئی۔ میں جوان عورت تھی، مجھے ایک مرد پسند تھا اور ایک دوسرا مجھ سے محبت کرتا تھا۔ میرے سامنے ایک چھوٹا سا احمقانہ نوخیز لڑکیوں والا حل طلب مسئلہ تھا۔ میں خود کو خاصا اہم محسوس کر رہی تھی۔ اور تو اور ایک شادی شدہ مرد بھی پھنسا ہوا تھا، اور ایک دوسری عورت بھی: چار کرداروں پر مشتمل ایک ناٹک جو موسم بہار کے پیرس میں کھیلا جا رہا تھا۔ میں نے اسے ایک سیدھی سادی سی مساوات (equation) میں بدل لیا، اتنی ہی کلبیت زدہ کہ جس کا تصور کیا جا سکے۔ یہی نہیں، خوب نچنت ہو کر بیٹھ گئی۔ میں نے آنے والے سارے غموں، آویزشوں، اور خوشیوں کو قبول کر لیا! سب کو تمسخر کے ساتھ پیشگی ہی قبول کر لیا۔

میں پڑھتی چلی گئی، دریں اثنا دھیرے دھیرے اندھیرا پھیلنے لگا۔ میں نے کتاب رکھ دی، سر کو شانے پر ٹکایا اور آسمان کو سرخی مائل بنفشی سے سرمئی ہوتے دیکھا۔ ناگہانی میں نے خود کو ناتواں اور بے یار و مددگار محسوس کیا۔ میری زندگی گزری جا رہی تھی، اور میں سوائے اس کی حقارت بھری ہنسی اڑانے کے کچھ اور نہیں کر رہی تھی۔ کاش کوئی میرے رخسار سے قریب

ہوتا، کوئی ہمیشہ کے لیے میرا ہوتا جسے اپنے جسم سے لگا کر محبت کے سارے کرب انگیز تشدد کے ساتھ دبا سکتی! میں اتنی کلبیت زدہ نہیں تھی کہ بیرتراں پر رشک کرسکتی، لیکن اتنی افسردہ ضرور تھی کہ تمام کام یاب محبتوں، تمام حوصلہ شکن ملاقاتوں، ساری غلامی پر رشک کر سکوں۔
میں اٹھ کر باہر چل دی۔

آنے والے دو ہفتوں میں میں لگ کے ساتھ کئی بار باہر گئی، لیکن اس کے دوست ہمیشہ ساتھ چپکے رہتے۔ یہ زیادہ تر سیاح تھے جن کے پاس سنانے کے لیے دل چسپ کہانیاں ہوتیں۔ یہ خاصے مزے دار لوگ تھے۔ لگ بہت تیزی سے بولتا تھا، پُرلطف باتیں کرتا تھا، اور مجھے چاہت سے دیکھتا تھا، لیکن ہمیشہ یوں لگتا جیسے اس کا دھیان کسی اور طرف ہو اور جلدی میں ہو۔ اس سے مجھے شک ہونے لگتا کہ کیا واقعی وہ مجھ میں دل چسپی رکھتا ہے۔ بعد میں وہ مجھے میرے دروازے تک پہنچانے آتا، کار سے باہر نکلتا، اور واپس ہونے سے پہلے میرے گال پر ہلکا سا بوسہ دیتا۔ مجھے اس بات سے اطمینان اور مایوسی دونوں ہی ہوئی کہ اب وہ اس خواہش کا اور ذکر نہیں کرتا تھا جو اس نے کہا تھا کہ میرے لیے محسوس کرتا ہے۔ آخر کار اس نے اطلاع دی کہ فرانسواز پرسوں واپس آرہی ہے، اور مجھے احساس ہوا کہ پچھلے دو ہفتے کسی خواب کی طرح گزر گئے ہیں اور میں بےکار اس قدر فکرمند ہوتی رہی ہوں۔

ہم فرانسواز کو اسٹیشن لینے گئے، لیکن بیرتراں کے بغیر، جو پچھلے دس دن سے مسلسل مجھ سے گریز کررہا تھا۔ میں اس پر متاسف ضرور تھی لیکن اس کے باوجود میں اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے طور پر ایک بے مقصد اور کاہلانہ زندگی گزار رہی تھی جو مجھے راس آتی تھی۔ میں جانتی تھی کہ مجھ سے نہ مل کر وہ کتنا آزردہ ہوگا، اور یہ بات خود میری مسرت کی راہ میں حائل ہورہی تھی۔

فرانسواز وارد ہوئی، مجسم تبسم، ہم دونوں کو چوما، اور انکشاف کیا کہ ہم بالکل بھلے چنگے نہیں لگ رہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم مضافات میں ویک اینڈ گزارنے کا دعوت نامہ قبول کرلیں جو

اسے ابھی ابھی لُک کی بہن، یعنی بیرتراں کی ماں کی جانب سے ملا ہے۔ میں نے احتجاج کیا کہ مجھے نہیں بلایا گیا ہے، مزید یہ کہ ان دنوں میری بیرتراں سے ٹھنی ہوئی ہے۔ لُک نے اضافہ کیا کہ بہن سے اس کی جان ضیق میں آ جاتی ہے۔ لیکن فرانسواز کے پاس ہر چیز کا جواب موجود تھا۔ بیرتراں نے اپنی ماں سے مجھے مدعو کرنے کے لیے کہا تھا، فرانسواز بولی، ''شاید ٹھیک اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے۔'' باقی رہا لُک، تو اسے چاہیے کہ کبھی کبھار رشتے داری کا بھرم رکھ لیا کرے۔

اس نے ہنستے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں بھی مکمل خیر خواہی سے مسکرا دی، اور خود کو خوش گوار ثابت کرنے کی پوری کوشش کر ڈالی۔ اس کا وزن بڑھ گیا تھا اور کچھ زیادہ ہی فربہ نظر آ رہی تھی، لیکن وہ اس قدر مشفق اور بھروسا کرنے والی عورت تھی کہ مجھے خوشی ہوئی لُک اور میرے درمیان کچھ بھی نہیں ہوا ہے اور ہم تینوں پہلے ہی کی طرح خوش و خرم رہ سکتے ہیں۔ میں بیرتراں کے پاس لوٹ جاؤں گی؛ سچ مچ اب وہ اتنا بے زار کن بھی نہیں ہے: اور وہ اتنا ذہین بھی تو ہے۔ لُک اور میں نے ہوش مندی سے کام لیا تھا، بالکل۔ لیکن کار میں اس کے اور فرانسواز کے درمیان بیٹھتے ہوئے میں نے اس کی طرف ایک ثانیے کے لیے اس طرح دیکھا جیسے وہ کوئی ایسا شخص ہو جسے میں تیاگ دے چکی ہوں، اور اس بات سے مجھے اپنے احشا میں ایک ناگوار سا دھچکا لگا۔

ایک دل آویز شام ہم کار میں پیرس سے بیرتراں کی والدہ کی قیام گاہ پہنچے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کا شوہر اپنی وفات پر اس کے لیے ایک بے حد خوش نما مضافاتی مکان چھوڑ گیا ہے، اور کہیں جا کر ویک اینڈ گزارنے کے تصور نے میری ایک نوع کی اڈعا پسندی کو تسکین پہنچائی جسے اس سے پہلے آسودہ کرنے کا مجھے کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ بیرتراں نے بتایا تھا کہ اس کی ماں بڑی دل کش عورت ہے۔ یہ اس نے اسی بے نیازی سے کہا تھا جو بعض نوجوان اپنے والدین کا ذکر کرتے وقت اختیار کرتے ہیں تاکہ جتا سکیں کہ ان کے زیرِ نگیں نہیں۔ میں نے اس موقعے کے لیے اچھے خاصے صرفے سے لینن کی پتلون خرید ڈالی تھی، کیوں کہ کیتھرن نے

جو دی تھی وہ مجھ پر بہت بڑی ہوتی تھی۔ یہ خریداری میرے مصارف کی رقم سے متجاوز تھی، لیکن مجھے معلوم تھا ضرورت آپڑنے پر لُک اور فرانسواز میری مدد کو آ پہنچیں گے۔ میں ذہنی طور پر جس آسانی سے اس بات پر رضامند ہوگئی تھی اس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا، لیکن بیش تر لوگوں کی طرح جن میں اپنی ناز برداریوں کی تسکین کا رجحان پایا جاتا ہے، میں نے اپنے اس رجحان کو اپنی کم زوری سے زیادہ ان کی فیاضی پر محمول کیا۔ بہ ہر کیف، اپنے میں کیڑے نکالنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ آدمی دوسروں کی اچھی باتوں کو سراہے۔

لُک فرانسواز کے ساتھ ہمیں 'شاہ راہ سیں مشیل' کے ایک قہوہ خانے سے لینے آیا تھا۔ وہ اب پھر واماندہ اور قدرے افسردہ نظر آرہا تھا اور کھلی سڑک پر آتے ہی بڑی خطرناک تیز رفتاری سے کار چلانے لگا۔ بیرتراں سراسیمہ ہو کر ٹھٹھے مارنے لگا، اور میں بھی اس میں شامل ہوگئی۔ ہماری ہنسی کی آواز سن کر فرانسواز نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر ملنسار لوگوں کا شکست خوردہ تاثر تھا جو کبھی احتجاج کی جرأت نہیں کرتے، حتیٰ کہ اپنی زندگی کے تحفظ کے لیے بھی نہیں۔

"آپ دونوں کس بات پر ہنس رہے ہیں؟"

"نوجوان ہیں،" لُک نے کہا۔ "بیس سال کی عمر زندہ دل قہقہوں کے واسطے ہوتی ہے۔"

جانے کیوں اس فقرے نے مجھے برہم کر دیا۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ لُک بیرتراں اور میرے ساتھ یوں پیش آئے جیسے ہم ایک جوڑا ہوں، اور وہ بھی بچوں کا۔

"یہ سراسیمگی کی ہنسی ہے،" میں بولی، "کیوں کہ آپ کار بہت تیز چلا رہے ہیں اور ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم کسی دن میرے ساتھ باہر نکلو،" لُک بولا، "میں تمھیں کار چلانا سکھا دوں گا۔" یہ پہلی بار تھی کہ اس نے لوگوں کے سامنے میرے لیے "تم" استعمال کیا تھا۔ شاید یہ سادہ سی چوک ہو۔ فرانسواز نے ایک لمحے کے لیے لُک کو گہری نظر سے دیکھا۔ پھر مجھے یہ خیال مضحکہ خیز لگا۔ میں چغلی کھانے والی زبانی بھول چوکوں، بیچ میں روکی گئی نگاہوں، اور کوندے جتنے سریع وجدانوں کی قائل نہیں تھی۔ ناولوں کا ایک بڑا مقبول جملہ مجھے ہمیشہ تعجب میں ڈال دیتا

تھا: ''اور اچانک وہ جان گئی کہ وہ اس سے جھوٹ بول رہا تھا۔''

بہ ہر کیف، اب ہم منزل کے قریب پہنچ رہے تھے۔ لُک نے ایک چھوٹی سی گلی میں کار اتنی تیزی سے موڑی کہ میں اچھل کر بیرتراں پر جاپڑی۔ اس نے مجھے مضبوطی اور ملائمیت سے بڑے شدید شرم دلانے والے انداز میں سنبھال لیا۔ میں برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ لُک مجھے اس حالت میں دیکھے۔ یہ مجھے ضرورت سے زیادہ سوقیانہ لگا، تقریباً احمقانہ، حتیٰ کہ قدرے ناشائستہ بھی۔

''آپ ایک ننھی سی چڑیا لگ رہی ہیں،'' فرانسواز نے کہا۔

وہ ہمیں دیکھنے کے لیے مڑی تھی۔ حقیقت میں یہ ایک دوستانہ نظر تھی۔ اس کا انداز کسی ساز باز کرنے والے کا نہیں تھا، ایسی بالغ عورت کا جو کسی نوخیز معاشقے کی رازدار ہو۔ اس کی نگاہ کا ماحصل اتنا ہی تھا کہ میں بیرتراں کی بانہوں میں بھلی لگتی ہوں، اور قدرے دل گداز۔ مجھے دل گداز لگنے والی بات پسند آئی، کیوں کہ بارہا اس نے مجھے یقین کرنے، سوچنے، یا جواب دینے کی ضرورت سے آزاد کردیا ہے۔

''ایک بوڑھی چڑیا،'' میں نے کہا۔ ''میں اپنے کو خاصی بوڑھی محسوس کرتی ہوں۔''

''میں بھی کرتی ہوں،'' فرانسواز نے کہا، ''لیکن میرے معاملے میں یہ زیادہ قدرتی بات ہے۔''

لُک نے سر اس کی طرف کیا اور ہلکے سے مسکرادیا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ ''وہ ایک دوسرے کو پرکشش لگتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ اب بھی ساتھ سوتے ہیں۔ لُک اس کے پہلو میں سوتا ہے، ایک ہی بستر میں، اس کے ساتھ مباشرت کرتا ہے..... یا وہ بھی بیرتراں کے اور میرے جسم کے بارے میں اسی طرح سوچتا ہے؟ کیا وہ ہم دونوں کا ساتھ ساتھ تصور کرتا ہے؟ اور کیا وہ بھی میرے لیے مبہم سی رقابت محسوس کرتا ہے جیسی میں اس کے لیے کرتی ہوں؟''

''لو ہم آپہنچے،'' بیرتراں نے زور سے کہا۔ ایک اور کار کھڑی ہے، جس کا مطلب ہے اماں کے جانے پہچانے مہمان موجود ہیں۔''

''اس صورت میں ہم لوٹے جاتے ہیں،'' لُک بولا۔ ''مجھے اپنی پیاری بہن کے

دوستوں سے بڑا سخت ہول آتا ہے۔ مجھے یہاں سے بالکل قریب ایک چھوٹے سے دل کش ان (inn) کا پتا ہے۔''

''ہیلو، آؤ'' فرانسواز بولی، ''بس، بہت شکایت ہولی۔ کچھ بھی سہی، بڑی پیاری جگہ ہے اور دوی نیک نے ابھی تک نہیں دیکھی۔ آؤ، دوی نیک۔''

وہ میرا ہاتھ پکڑے پکڑے گھاس کے قطعوں سے ہوتی ہوئی ایک دیدہ زیب مکان کی طرف لیے چلی۔ میں اس تمام عرصے میں یہی سوچتی رہی کہ میں اس کے شوہر کو شیشے میں اتار کر اس کے خلاف جنسی بے وفائی کروانے کے قریب قریب پہنچ گئی تھی، وہ مجھے اتنی زیادہ پسند ہے کہ اسے تکلیف پہنچانے سے خود کو باز رکھنے کے لیے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر سکتی۔ لیکن ظاہر ہے، اسے کچھ پتا نہ چلا۔

''آخر پہنچ گئے'' ایک اونچی اور تیز آواز آئی۔ جھاڑیوں کی باڑھ کے رخنے سے بیرتراں کی ماں برآمد ہوئی۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے میرے اوپر انتقادی نظر دوڑائی، ویسی ہی نظر جو کسی نوجوان لڑکے کی ماں اس لڑکی پر ڈالتی ہے جس سے ملوانے کے لیے اس کا بیٹا پہلی بار اسے گھر لایا ہو۔ میرا فوری تاثر یہ تھا کہ وہ سنہری بالوں والی کچھ ضرورت سے زیادہ بلند آہنگ تھی۔ وہ جھٹ پٹ ہمارے چاروں طرف بڑے دق کر دینے والے انداز میں منڈلانے لگی۔ لگ یوں تک رہا تھا جیسے وہ کوئی آفت ہو۔ بیرتراں ظاہر ہے تھوڑی سی کلفت محسوس کر رہا تھا۔ ان سب باتوں نے مجھے ترغیب دلائی کہ خود کو زیادہ سے زیادہ متواضع اور باتمیز ظاہر کروں۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر کہیں میری جان میں جان آئی۔ بستر کافی اونچا اور موٹی بافت کی چادروں والا تھا، ویسی ہی جیسی میں اپنے بچپن میں استعمال کرنے کی عادی تھی۔ میں نے کھڑکی کھولی جس سے سبز سرسراتے درخت نظر آتے تھے، اور نم زمین اور گھاس کی تیز مہک ہمارے کمرے میں پھیل گئی۔

''گھر پسند آیا؟'' بیرتراں نے پوچھا۔

وہ بہ یک وقت بدحواس اور خوش دونوں ہی نظر آ رہا تھا اور میں نے سوچا کہ ماں کی رہائش گاہ پر میرے ساتھ ویک اینڈ گزارنا اس کے نزدیک کوئی خاصی اہم اور پیچیدہ بات رہی ہوگی۔ میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور کہا، ''بہت پیارا سا گھر ہے تمھارا۔ باقی رہیں

تمھاری والدہ، تو میں انھیں جانتی نہیں ہوں، تاہم لگتی تو شریف ہیں۔"

"تو تم یہاں آنے پر خوش ہو؟ اور ہاں، تمھارے ساتھ والا کمرا میرا ہے۔"

وہ کسی شریکِ جرم کی طرح ہنس دیا اور میں بھی اس ہنسی میں شامل ہو گئی۔ مجھے اجنبی گھر اور غسل خانے اچھے لگتے ہیں جن میں سفید اور کالے ٹائل لگے ہوں، بڑی بڑی کھڑکیاں، اور ٹھٹھے دار نوجوان۔ اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور بڑی نرمی سے میرا منہ چوما۔ میں اس کے تنفس اور چومنے کے انداز سے آشنا تھی، اور میں نے اس سے کبھی اُس سینما والے نوجوان کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ اسے برا لگا ہوتا۔ اب مجھے بھی برا لگ رہا تھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے پر اس واقعے کی یاد خاصی شرم ناک معلوم ہوئی، مضحکہ خیز اور مضطرب کر دینے والی؛ بڑی ناخوش گوار۔ اُس دوپہر میری کیفیت بڑی عجیب سی تھی۔ اب نہیں تھی۔

"چلو ڈنر کھانے چلیں،" میں نے بیرتراں سے کہا، جو مجھے چومنے کے لیے دوبارہ جھک رہا تھا، آنکھیں خفیف سی پھیل گئی تھیں۔ اس کا میری خواہش کرنا مجھے اچھا لگتا تھا۔ دوسری طرف، میں اپنے آپ کو بہت زیادہ اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس قسم کی وحشی اور سرد مزاج دوشیزہ کا رنگ ڈھنگ — "میرے دانت بہت چمکیلے، لیکن میرا دل ہے کالا کالا" — مجھے بڈھے ٹھڈّے مردوں کے لیے کھیلا ہوا ناٹک معلوم ہوتا تھا۔

ڈنر سخت بے کیف رہا۔ بیرتراں کی ماں کے کچھ احباب تھے، ایک باتونی سا جوڑا۔ جب میٹھے کی باری آئی تو شوہر، جو رشار کہلاتا تھا اور کسی عوامی کمپنی کا چیرمین تھا، وہی پیش پا افتادہ فقرہ داغنے سے باز نہ رہ سکا۔

"ہاں تو نوجوان خاتون، کیا آپ بھی آج کل کے افسردہ وجودیت پسندوں میں سے ہیں؟ ... سچ پوچھو تو، پیاری مارت،" — وہ اب بیرتراں کی ماں سے مخاطب تھا — "یہ سرخوردہ نوجوان تو بھئی میری سمجھ سے باہر ہیں۔ ان کی سی عمر میں، لعنت بھیجو، آدمی کو زندگی سے محبت ہوا کرتی تھی۔ جوانی میں ہم لوگ خوب مزے اڑاتے تھے۔ کبھی کبھار بے اعتدالی بھی کر بیٹھتے تھے، لیکن یہ سب صاف ستھری لطف اندوزی ہوا کرتی تھی۔"

اس کی بیوی اور بیرتراں کی والدہ جانے بوجھے انداز میں ہنسنے لگیں۔ لُک نے جماہی لی۔ بیرتراں نے جواب تیار کیا جسے سننے کے لیے کوئی آمادہ نہیں تھا۔ فرانسواز نے اپنی طبعی

خوش خلقی کے باعث بڑے انہماک سے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ آخر کس چیز نے ان سب کو اس قدر اکتا دینے والا بنا دیا تھا۔ رہی میں، تو یہ میری زندگی کا پہلا موقع نہیں تھا کہ گلابی رخسار اور سفید مو حضرات نے دوران طعام نوالے چباتے ہوئے مجھے اپنے صحت مند مذاق کا نشانہ بنایا تھا۔ البتہ جس بات نے ان کی گفت گو کو چڑ پڑا کر دیا تھا وہ یہ تھی کہ انھیں لفظ 'وجودیت' کے حقیقی معنی کا مبہم سا شعور بھی نہیں تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''میرے پیارے رِشار،'' لُک نے کہا، ''تمھاری عمر میں، میرا مطلب ہے ہماری عمر میں، ہم بے اعتدالیوں کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ نوجوان بھوگ ولاس کرتے ہیں، جو بالکل مناسب ہے۔ اگر صاف ستھری لطف اندوزی کے خواہاں ہو تو اس کے لیے آفس اور جوان لڑکی سیکریٹری رکھنی ہوگی۔''

سگِ زندہ دل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بقیہ ڈنر کسی ہنگامے کے بغیر گزر گیا؛ لُک اور میرے علاوہ سب بولتے رہے۔ ایک صرف وہی تھا جو میری طرح اتنی بے پناہ بے زاری محسوس کر رہا تھا، اور مجھے خیال گزرا کہ اکتاہٹ کو برداشت نہ کر سکنا کہیں ہم دونوں کی اولین مشترکہ خصوصیت تو نہیں۔

ڈنر کے بعد ہم ٹیرس پر آنکلے کیوں کہ موسم معتدل تھا۔ بیرتراں وہسکی تلاش کرنے چل دیا۔ لُک میرے پاس آیا اور دبی دبی زبان میں بہت زیادہ نہ پینے کی تنبیہ کی۔

''مجھے پتا ہے کتنا پینا چاہیے؛ میں اپنے کو قابو میں رکھ سکتی ہوں،'' میں نے چڑچڑاہٹ سے کہا۔

''مجھے رقابت محسوس ہوگی،'' وہ بولا، ''میں چاہتا ہوں کے تم مبہم مبہم، خمار آلود اور حماقت آمیز باتیں کیا کرو، لیکن صرف میرے ساتھ ہی۔''

''اور بقیہ وقت میں کیا کیا کروں؟''

''بس منہ پھلائے بیٹھی رہا کرنا، جیسے ڈنر کے دوران بیٹھی تھیں۔''

''اور آپ،'' میں نے کہا، ''آپ کے خیال میں آپ کے چہرے پر بڑی رونق تھی؟ آپ کے کہنے کے برخلاف، مجھے تو نہیں لگتا کہ آپ کا تعلق گلابی رخساروں والی تفریح باز نسل سے ہے۔''

وہ ہنس پڑا۔

''چلو آؤ، باغ کی سیر کرنے چلیں۔''

''اندھیرے میں؟ بیرتراں اور دوسرے لوگ کیا سوچیں گے؟''

میں ہچکچا گئی۔

''اوہ، یہ ہمیں پہلے ہی پیٹ بھر کر بور کر چکے ہیں، چلو آؤ۔''

اس نے میری بانہہ پکڑ لی، اور دوسروں کی طرف پیٹھ کر لی۔ بیرتراں ابھی تک وسکی لے کر نہیں لوٹا تھا۔ مجھے مبہم سا خیال گزرا کہ وہ لوٹنے پر ہمیں ڈھونڈنے سیدھا باغ میں نکل آئے گا، ہمیں کسی درخت کے نیچے آ لے گا اور شاید لُک کو مار ڈالے گا، ٹھیک جس طرح پیلاس اے میلی زاند میں ہوتا ہے۔

''میں اس نوجوان لڑکی کو ایک جذباتی سی سیر کرانے لے جا رہا ہوں،'' اس نے دوسروں کو سناتے ہوئے کہا۔

میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا، لیکن فرانسواز کو ہنستے ہوئے ضرور سنا۔ لُک مجھے ایک کنکریوں والی روش پر لے کر چلا جو شروع شروع میں روشن نظر آ رہی تھی لیکن بہ تدریج اندھیرے میں ڈوبتی جا رہی تھی۔ اچانک مجھے خوف آنے لگا۔ میرا جی چاہا کہ دریائے یون پر اپنے والدین کے پاس پہنچ جاؤں۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے،'' میں نے لُک سے کہا۔

وہ ہنسا نہیں، بس میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ میں نے آرزو کی کہ کاش وہ ہمیشہ اسی طرح رہے، خاموش اور متین اور نگہبان اور گداز اور کہے کہ مجھ سے پیار کرتا ہے، اور مجھے اپنی آغوش میں بھر لے۔ وہ ٹھہر گیا، اور مجھے واقعی اپنی آغوش میں بھر لیا۔ میں اس کی جیکٹ سے ٹک گئی اور آنکھیں موند لیں۔ یہ پچھلے چند دن صرف اسی لمحے کے لاحاصل فرار سے عبارت تھے، ان ہاتھوں سے جو نرمی سے میرے چہرے کو ایک طرف جھکا رہے تھے، اور اس گرم و گداز منہ سے جو لگتا تھا خاص میرے لیے ہی تخلیق ہوا ہو۔ ایک دوسرے کو چومتے ہوئے اس نے تمام وقت اپنی انگلیاں میرے چہرے کے گرد رکھیں اور ان سے مضبوطی کے ساتھ مجھے سہارے رکھا۔ میں نے اپنی بانہیں اس کی گردن کے گرد ڈال دیں۔ میں خوف زدہ

تھی، اپنے سے، اُس سے، اور ہر اس چیز سے جو موجودہ لمحہ نہیں تھی۔

میں فوراً ہی اس کے دہن کی شیدائی ہوگئی۔ لُگ ایک لفظ بھی نکالے بغیر مجھے مسلسل چومتا رہا، دم بہ حال کرنے کے لیے وقفے وقفے سے اپنا سر اٹھاتا رہا۔ نیم تاریکی میں مجھے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے اوپر نظر آرہا تھا، ایک نقاب کی طرح بے خود اور مرتکز دونوں ہی۔ پھر جیسے وہ میری طرف لوٹ آیا۔ جلد ہی یوں لگتا تھا جیسے مجھے اس کے خط و خال صاف نظر نہ آرہے ہوں، اور اپنی کنپٹیوں، پپوٹوں، اور گردن کے گرد پھیلتی ہوئی حرارت کے سیلاب میں مَیں نے آنکھیں موند لیں۔ مجھے کچھ ہوا جسے سمجھنے سے قاصر رہی، کچھ جس میں خواہش کی تندی تھی نہ بے تابی، لیکن کوئی چیز جو مسرت آگیں تھی اور آہستہ رَو اور پُر اضطراب۔

لُگ مجھ سے علاحدہ ہوا اور میں خفیف سا لڑکھڑا گئی۔ اس نے میری بانہہ پکڑ لی اور ہم نے خاموش خاموش باغ کا چکر لگایا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں چاہتی ہوں سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے تک بنا بلے جلے بس اسے چومتی چلی جاؤں۔ بیرتراں کے بوسے کتنی جلدی ختم ہوجاتے تھے۔ اس کے نزدیک خواہش کے آگے یہ بے مصرف تھے۔ لذت کوشی کی راہ میں بس ایک پڑاو، کوئی ایسی چیز نہیں جو انتہا نا آشنا ہو، خود مکتفی ہو، جس طرح لُگ نے اسے مجھ پر منکشف کیا تھا۔

~

"تمھارا باغ بے حد شان دار ہے،" لُگ نے بہن کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "افسوس کہ اب کافی دیر ہوگئی ہے۔"

"دیر کبھی نہیں ہوتی،" بیرتراں نے جز بز ہو کر کہا۔

اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے نظریں پھیر لیں۔ میں صرف اتنا ہی چاہتی تھی کہ مجھے اندھیرے میں تنہا چھوڑ دیا جائے، تاکہ باغ میں گزارے ہوئے ان چند لمحوں کی یاد آوری کر سکوں، انھیں سمجھ سکوں۔ مجھے چاہیے کہ عام گفت گو کے دوران انھیں اپنے سے دور رکھوں۔ بعد میں، اپنے کمرے میں، دیر تک ان کی رفاقت میں جاگتی رہوں گی۔ بستر پر چت لیٹ جاؤں گی، بھینچی بھینچی آنکھوں سے اس سارے منظر کو تصور میں لاؤں گی، اور پھر یا تو اسے

تباہ کردوں گی یا اپنی زندگی کا ضروری حصہ بن جانے دوں گی۔ اُس رات میں نے اپنا کمرا اندر سے بند کرلیا، لیکن بیرتراں نے کھٹکھٹایا نہیں۔

۶

اگلی صبح بڑی آہستہ خرام گزری۔ نیند سے بیداری پر لطف اور دھیمی دھیمی تھی، جیسی میرے بچپن میں ہوا کرتی تھی۔ یہ ان طویل، دل گیر، اور تنہا دنوں میں سے نہیں تھا جن کا تسلسل مطالعے اور کتابوں سے ٹوٹتا ہے؛ یہ دوسری قسم کا دن تھا۔ دوسری قسم کا سے میری مراد وہ دن ہیں جن میں مجھے کوئی کردار انجام دینا ہوتا، جن میں کوئی ذمے داری اپنے سر لینی ہوتی۔ شروع میں اس ذمے داری کے خیال نے مجھے بری طرح مغلوب کر دیا، اور جسمانی ناراحتی محسوس کرتے ہوئے میں نے اپنا سر تکیے میں دھنسا دیا۔ پھر مجھے گزشتہ شام یاد آئی، لُک کے بوسے، اور کوئی نہایت نرم سی شے میرے دل میں سرسرائی۔

غسل خانہ بے حد پرآسایش تھا۔ پانی میں داخل ہوتے ہی میں نے جاز کی ایک پرمسرت دھن پر یہ الفاظ، ''اور اب، اور اب مجھے فیصلہ کر ہی لینا چاہیے،'' گنگنانے شروع کر دیے۔ کسی نے بڑی زور سے دیوار بھڑبھڑائی۔ یہ لُک تھا۔

''کیا شریف لوگوں کو سونے کی اجازت نہیں؟''

یہ ایک پرمسرت آواز تھی۔ اگر میں دس سال پہلے پیدا ہوئی ہوتی، فرانسواز سے پہلے، تو ہوسکتا تھا کہ آج ہم ساتھ رہ رہے ہوتے اور لُک نے ہنستے ہوئے مجھے صبح کے وقت گانے سے باز رکھا ہوتا۔ ہم ایک ہی بستر سے ساتھ ساتھ اٹھتے۔ ایک طویل مدت تک خوش رہے ہوتے، اس کے بجائے کہ اب اپنے سامنے ایک اندھی گلی کو پائیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ہم اس میں داخل ہونے سے ہچکچا رہے تھے، اپنی بوریت سے لبریز لاتعلقی کا سوانگ رچانے کے باوجود۔ مجھے لُک سے فرار ہو جانا چاہیے، چلے جانا چاہیے۔ میں غسل سے نکلی، لیکن جب

روئیں دار باتھ روب پہن رہی تھی، جس میں سے قدیم مضافاتی کپڑوں کی الماریوں کی بو باس آ رہی تھی، تو میں نے خود سے کہا کہ اگر کوئی دانش مندانہ اقدام ہوسکتا ہے تو یہی کہ چیزوں کو اپنی رو میں بہنے دیا جائے اور گھبرایا نہ جائے۔ ان کی یہ تجزیاتی چیر پھاڑ بے سود ہوگی، مجھے صرف حوصلہ مندی سے انتظار کرنا چاہیے کہ مستقبل اپنے جلو میں کیا لاتا ہے۔

میں نے جو پتلون خریدی تھی پہنی اور آئینے میں اپنے اوپر نظر ڈالی۔ مجھے اپنی ہیئت کذائی کی بالکل پروا نہیں تھی۔ میرے بال بکھرے ہوئے تھے، لیکن چہرہ تیکھا تھا اور خط وخال سے میٹھا پن مترشح تھا۔ مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میرے خط وخال باقاعدہ ہوتے، لمبی لمبی لٹیں ہوتیں، گمبھیر اور شہوت انگیز چہرہ، اور نوجوان لڑکیوں کی تاریک اور اداس اداس سی آنکھیں جو بنی ہی مردوں کو اذیت پہنچانے کے لیے ہوتی ہیں۔ ٹھیک ہے، سر کو تھوڑا سا پیچھے جھٹک کر میں قدرے زیادہ شہوت انگیز نظر آسکتی ہوں، لیکن ایسا تو کوئی بھی عورت کرسکتی ہے۔ اور یہ پتلون تو بالکل مضحکہ خیز لگتی ہے، اس میں تو میں بالکل چرخ نظر آ رہی ہوں۔ اسے پہن کر تو میں نیچے نہیں جاسکتی۔ مایوسی کی اس نوع سے میں کتنی اچھی طرح واقف تھی! جب مجھے اپنا حلیہ اتنا زیادہ ناپسند ہے تو اس صورت میں اگر باہر نکلنے کا فیصلہ کیا تو سارا دن خود کو بے حد نفرت انگیز ہی محسوس کروں گی۔

لیکن فرانسواز داخل ہوئی اور سب کچھ سدھار دیا۔

''میری ننھی منی دوی نیک، آپ کتنی دل کش لگ رہی ہیں! معمول سے زیادہ کم عمر اور دل ربا! ارے، آپ نے تو مجھے شرم سے پانی پانی کر دیا!''

وہ میرے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اور آئینے میں اپنا سراپا دیکھ رہی تھی۔

''شرم سے پانی پانی — وہ کیوں؟''

اس نے میری طرف دیکھے بغیر جواب دیا:

''اتنے بہت سے کیک جو کھاتی ہوں، صرف اس لیے کہ مجھے پسند ہیں۔ اور پھر، ذرا دیکھو تو، یہ جھریاں...''

ہاں اس کی آنکھوں کے گوشوں کے پاس سچ مچ بڑی گہری جھریاں پڑی تھیں۔ میں نے انھیں ہولے سے چھوا۔

''مجھے تو یہ جھریاں بہت پیاری لگتی ہیں،'' میں نے لگاوٹ سے کہا۔ ''ذرا ان تمام راتوں، ان تمام دیسوں، ان تمام چہروں کا تصور تو کریں جنھوں نے ان دو چھوٹی سی لکیروں کی تشکیل میں حصہ لیا ہے۔ یہ آپ پر خوش نما لگتی ہیں، آپ کو زندگی سے سرشار کر دیتی ہیں۔ معلوم نہیں کیا بات ہے، لیکن جیسا کہ میں نے کہا، یہ مجھے بہت پسند ہیں: ان میں جذبات اور تاثر دونوں ہی جھلک رہے ہیں۔ مجھے سپاٹ چہروں سے خوف آتا ہے۔''

وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

''میری تسلی کی خاطر آپ تمام سنگار خانوں کو ویران کرنے پر تلی بیٹھی ہیں۔ واقعی دوی نیک، آپ بہت پیاری ہیں، بہت ہی پیاری۔''

میں نادم ہو گئی۔

''اب ایسی پیاری بھی نہیں۔''

''کیا میں نے کوئی ناخوش گوار بات کہہ دی؟ جانتی ہوں، تو جوانوں کو پیارا کہلایا جانا برا لگتا ہے۔ لیکن آپ کبھی کوئی ناخوش گوار یا ناروا بات نہیں کہتیں۔ پھر آپ کو لوگوں سے بھی انس ہے۔ میری رائے میں تو آپ انسانِ کامل ہیں۔''

''ارے کہاں ہوں؟ بالکل نہیں۔''

مجھے اپنے بارے میں بات کرے ایک زمانہ ہو چکا تھا۔ سترہ سال کی عمر تک یہ میرا مرغوب ترین مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب تو یہ موضوع ہی مجھے مضمحل کرنے کے لیے کافی تھا۔ اگر لُک میری ذات میں دل چسپی لیتا یا مجھے چاہتا، تو ہو سکتا تھا کہ میں بھی اپنے میں دل چسپی لے سکتی، یا خود کو چاہ سکتی۔ یہ آخری خیال سرے سے احمقانہ تھا۔

''میں مبالغہ سے کام لے رہی ہوں،'' میں نے بلند آواز میں اپنے سے کہا۔

''اور ناقابلِ یقین طور پر غائب دماغ بھی ہیں،'' فرانسواز نے میرے کہے پر اضافہ کیا۔

''اور یہ اس لیے کہ میں کسی کی محبت میں مبتلا نہیں،'' میں نے کہا۔

اس نے غور سے مجھے دیکھا، اور مجھے اعتراف کی ترغیب محسوس ہوئی: ''فرانسواز، میں بہ آسانی لُک کو دل دے سکتی ہوں، اور میں آپ کی گرویدہ بھی ہوں۔ سو خدارا اسے مجھ سے

دور کر دیں۔"

"اور بیرتراں؟ کیا اس سے تعلق ختم ہو گیا؟"

میں نے کندھے جھٹکا دیے۔ "میں اب اور اس سے نہیں ملتی ہوں۔ میرا مطلب ہے۔ اب اور اس کی طرف نہیں دیکھتی ہوں۔"

"کم از کم اسے بتا تو دینا چاہیے، کیوں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ میں بیرتراں سے کیا کہہ سکتی تھی؟ یہ کہ "میں اب اور تم سے ملنا نہیں چاہتی؟" لیکن میں تو اس سے ملتے رہنا چاہتی تھی۔ وہ تو میرے لیے بہت کچھ تھا۔

فرانسواز مسکرائی۔ "سمجھتی ہوں، یہ کبھی آسان نہیں ہوتا۔ چلیے، نیچے چل کر لنچ کھایئے۔ سرے راہے، میں نے 'شاہ راہِ کومارتاں' میں ایک بڑی دل کش جرسی دیکھی ہے جو اس پتلون پر خوب جچے گی۔ ساتھ چل کر اسے دیکھیں گے اور..."

ہم زندہ دلی سے ملبوسات کی بابت باتیں کرتے ہوئے سیڑھیاں اترے۔ موضوع سے مجھے کوئی خاص دل چسپی نہیں تھی، تاہم مجھے اس طرح کسی غیر اہم چیز کے بارے میں باتیں کرنا پسند تھا، تاکہ جہاں تہاں کوئی اسم صفت تجویز کروں، کوئی غلطی کروں اور وہ بھڑک اٹھے، اور ہنسے۔

نیچے لگ اور بیرتراں بیٹھے لنچ کھا رہے تھے اور تیرنے کے لیے جانے کی بابت کچھ کہہ رہے تھے۔

"ہم تیرنے کے تالاب نہ چلیں؟" بیرتراں کہہ رہا تھا۔ اس نے ضرور سوچا ہوگا کہ دھوپ میں وہ لگ کے مقابلے میں زیادہ شان دار نظر آئے گا۔ لیکن شاید اس کی نیت اتنی گری ہوئی نہ رہی ہو۔

"بہت اچھا خیال ہے، اور راستے میں مَیں دومی نیک کو کار چلانے کا سبق بھی دے دوں گا۔"

"کوئی حماقت نہیں چلے گی، کوئی حماقت؛" بیرتراں کی والدہ نے کہا، جو بڑا پُرتکلف ڈریسنگ گاؤن پہنے کمرے میں داخل ہوئیں۔ "آپ لوگ اچھی طرح سوئے؟ اور تم، میرے ننھے؟"

بیرتراں آشفتہ سا نظر آنے لگا۔ اس کے چہرے پر ایسی گمبھیرتا پھیل گئی جو اس پر ذرا نہیں جچتی تھی۔ میں اسے ہشاش بشاش دیکھنا چاہتی تھی۔ ہم ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ جسے جراحت پہنچا رہے ہیں وہ شگفتہ نظر آئے۔ اس سے ہمیں کم تکلیف پہنچتی ہے۔

لُک اٹھ کھڑا ہوا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس میں اپنی بہن کی موجودگی کو برداشت کرنے کی تاب نہیں ہے۔ یہ مجھے مزے دار لگا۔ بعض موقعوں پر مجھے بھی ٹھیک ایسی ہی جسمانی کراہتیں محسوس ہوئی ہیں، لیکن انھیں پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لُک میں کوئی بات بچوں جیسی تھی۔

"میں اپنا تیرنے کا جانگیا لینے اوپر جا رہا ہوں۔"

افرا تفری سی مچ گئی، ہر فرد اپنا تیرنے کا سامان ڈھونڈنے لگا۔ آخر کار، ہم سب تیار ہو گئے۔ بیرتراں والدہ کے ہم راہ اس کے دوستوں کی کار میں جا بیٹھا، اور فرانسواز، لُک اور میں ساتھ رہ گئے۔

"تم چلاؤ؟" لُک نے مجھ سے کہا۔

کار چلانے سے متعلق میرے ذہن میں بس دو چار مبہم سی باتیں ہی تھیں اور ان سے برا بھلا کام چل گیا۔ لُک میرے برابر بیٹھا، اور فرانسواز، خطرے سے بے خبر، پیچھے بیٹھی باتیں کرتی رہی۔ ایک بار پھر میں نے اس مستقبل کی بابت بڑی کھلتی ہوئی حسرت سے سوچا جو میرا ہو سکتا تھا: لُک کے پہلو میں لمبے لمبے سفر، رات کی تاریکی میں سفید سڑک کو بہ تدریج اجالتی کار کی روشنیاں، میں لُک کے شانے سے ٹیک لگائے ہوئے، اس کے ہاتھ مضبوطی سے اسٹیرنگ وہیل پر جمے ہوئے، بڑی تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا، مضافات پر طلوع ہوتی ہوئی صبحیں، سمندر پر اترتی ہوئی شامیں ...

"تمھیں پتا ہے، میں نے سمندر کبھی نہیں دیکھا ..." میں نے کہا۔

یہ ایک تعجب کی بات تھی۔

"تو میں تمھیں دکھانے لے جاؤں گا،" لُک نے نرمی سے کہا۔ میری طرف مڑ کر دیکھا، مسکرایا۔ یہ ایک وعدے کی طرح تھا۔ فرانسوز نے شاید اسے سنا نہیں اور بول گئی:

"لُک، اگلی بار جب سمندر جانا ہو تو انھیں ضرور ساتھ لیتے چلنا چاہیے۔ عین ممکن ہے

یہ کہیں گی، جیسا کہ خدا معلوم کس نے کہا تھا، 'ارے، کتنا بہت سا پانی ہے!'"

"عین ممکن ہے پہلے اس میں کود پڑوں،" میں نے کہا، "اس کے بارے میں باتیں بعد میں کروں گی۔"

"آپ جانتی ہیں، سمندر واقعی بے حد شان دار ہوتا ہے،" فرانسواز نے کہا۔ "زرد ریتیلے ساحل، سرخ چٹانیں، اور وہ ان پر لہریں مارتا ہوا نیلا نیلا پانی..."

"میں تو تمھاری منظر کشی پر مرمٹا ہوں،" لُک نے قہقہہ مار کر کہا، "پیلا، نیلا، سرخ... ٹھیک اسکول کی کسی بچی کی طرح... ایک بے حد نوجوان اسکول کی بچی، ظاہر ہے،" اس نے میری طرف مڑ کر معذرت کے ساتھ اضافہ کیا۔ "اسکول میں عمر رسیدہ بچیاں بھی ہوتی ہیں، ایک نمبر کی چالاک اور ہوشیار، بے شک۔... اگر ہو سکے تو ذرا دائیں طرف مڑ جاؤ، دومی نیک۔"

میں بالکل مڑ سکتی تھی۔ ہم گھاس کے ایک قطعہ کے سامنے پہنچے۔ اس کے بیچ میں شفاف نیلے نیلے پانی سے بھرا ہوا تیرنے کا بڑا سا تالاب تھا، جسے دیکھتے ہی مجھے ٹھٹھر محسوس ہونے لگی۔

ہم نے اپنے اپنے پیراکی کے کپڑے پہنے اور جلد ہی تالاب کے گرد جمع ہو گئے۔ لُک مجھے اپنی کیبن سے آتا ہوا ملا۔ وہ کچھ ناخوش نظر آ رہا تھا۔ جب میں نے وجہ پوچھی تو ہچکچاتے ہوئے کہا:

"میں دیکھنے میں اچھا نہیں لگتا۔"

یہ درست تھا۔ وہ دراز قامت اور دبلا پتلا تھا، قدرے خمیدہ اور اس کی جلد تمازتِ آفتاب سے بھورائی ہوئی نہیں تھی۔ لیکن وہ اتنا زیادہ ناخوش نظر آ رہا تھا، اور اپنے آگے کسی انگلستانی لڑکے کی طرح بڑی احتیاط سے تولیہ اٹھا رکھا تھا کہ مجھے اس کے لیے افسوس محسوس ہوا۔

"جانے دو،" میں نے مذاقاً کہا، "اب اتنے بدصورت بھی نہیں۔"

اس نے مجھے ترچھی نظر سے دیکھا، پھر متعجب نظر آیا، اور قہقہہ لگایا۔

"جوان خاتون، آپ گستاخی فرما رہی ہیں۔"

پھر وہ بھاگ پڑا اور جا کر پانی میں چھلانگ لگا دی، لیکن فوراً ہی اذیت سے بلبلاتا ہوا

باہر نکل آیا۔ فرانسواز آ کر تالاب کے کنارے بیٹھ گئی۔ اس وقت وہ مجھے زیادہ دل کش نظر آئی بہ مقابلہ اُس وقت کے جب وہ کپڑے پہنے ہوتی۔ 'لوور' میوزیم کے کسی مجسمے کی طرح نظر آ رہی تھی۔

''پانی سخت ٹھنڈا ہے،'' لُک نے کہا۔ ''مئی میں تیرنا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔''

''اپریل میں ایک دھاگا بھی جسم سے نہ اتارو — مئی میں جو چاہے کرتے پھرو،'' بیرتراں کی والدہ نے بڑے غصے سے کہا۔

لیکن جیسے ہی اس نے پیر کی انگلی سے پانی کو چھوا، جا کر جھٹ پٹ دوبارہ کپڑے پہن لیے۔ میں نے ہماری سفید سفید جسموں والی ٹولی کو دیکھا جو تالاب کے گرد بیٹھی گڑگڑا رہی تھی اور ایک ہلکے سے نشاط کی کیفیت میرے وجود پر طاری ہوگئی، ساتھ ہی بار بار دہرایا جانے والا وہی سوال پھر سامنے آ کھڑا ہوا: ''آخر میں یہاں کر کیا رہی ہو؟''

''تیرو گی نہیں؟'' بیرتراں نے پوچھا۔

وہ میرے سامنے ایک ٹانگ پر کھڑا تھا اور میں نے اسے ستائشی نظر سے دیکھا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ ہر صبح ڈمبل سے ورزش کرتا تھا۔ ہم نے ایک بار ویک اینڈ ساتھ گزارا تھا اور غلطی سے میری اونگھ کو گہری نیند سمجھ کر اس نے وہیں کھلی کھڑکی کے سامنے مختلف ورزشیں کر ڈالی تھیں ورزشیں جن پر مجھے اتنی ہنسی آئی تھی کہ اسے دبانے کی کوشش میں تقریباً آنسو نکل آئے، لیکن اب میں دیکھ سکتی تھی کہ اس کی جدوجہد بارآور ثابت ہوئی تھی، کیوں کہ اب وہ صاف ستھرا اور صحت مند نظر آتا تھا۔

''خوش قسمتی سے ہماری چمڑی کا رنگ گہرا ہے،'' اس نے کہا۔ ''ذرا دوسروں کو تو دیکھو۔''

''اب آؤ نا، چلو پانی میں اتر جائیں،'' میں نے کہا۔ مجھے ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ ماں کے بارے میں، جس سے سخت بےزار تھا، ناخوش گوار جملے بازی نہ شروع کر دے۔

طوعاً و کرہاً میں پانی میں کود پڑی، اور عزت برقرار رکھنے کے لیے تیرتے ہوئے تالاب کا ایک چکر لگایا، اور کٹکٹاتے دانتوں کے ساتھ باہر نکل آئی۔ فرانسواز نے ایک تولیے سے میرا جسم خشک کیا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس کے اولاد کیوں نہیں ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ

بھرے بھرے کولھوں اور متناسب جسم والی اور شفقت سے مالا مال یہ عورت تخلیق ہی ماں بننے کے لیے ہوئی تھی۔ یہ کتنی بڑی ناانصافی تھی۔

۷

اُس ویک اینڈ کے دو دن بعد میں نے شام چھ بجے لُک سے ملنے کا طے کیا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ اب ہمارے درمیان کوئی اٹل اور ناگزیر چیز وجود میں آ چکی ہے۔ غیر سنجیدگی کا اب اور گزر نہیں ہو سکتا۔ اے کاش میں سترھویں صدی کی کوئی دوشیزہ ہوتی کہ اس سے ایک بوسے کا ہرجانہ طلب کر سکتی۔

ہم 'کے والتیئر' کے ایک شراب خانے میں ملنے والے تھے۔ حیرت ہوئی کہ لُک وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ ناساز لگ رہا تھا، اور تھکا ماندہ۔ میں اس کے برابر بیٹھ گئی اور اس نے فوراً دو وسکیوں کا آرڈر دیا۔ پھر اس نے مجھ سے بیرتراں کی خیر خبر پوچھی۔

"ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"اسے رنج تو نہیں ہو رہا؟" اس کا لہجہ تمسخر کے شائبے سے عاری تھا، بل کہ یہ اس نے بڑی دھیرج سے پوچھا تھا۔

"اسے رنج کیوں ہونے لگا؟" میں نے حماقت سے پوچھا۔

"وہ بے وقوف نہیں ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو بیرتراں کے بارے میں گفت گو کرنے کی کیا پڑی ہے۔ وہ... خیر..."

"کم اہمیت ہے۔" اور اس بار اس کا انداز طنزیہ تھا، جس پر میں نے برہمی کا ردعمل ظاہر کیا۔

"کم اہمیت نہیں، لیکن اس کے بارے میں بہت زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

اگر ہماری گفت گو اہم باتوں کے بارے میں ہی ہونے والی ہے، تو فرانسواز کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا:

"کیسی عجیب بات ہے۔ اس قسم کے قصوں میں ... خیر، کیوں نہ یہ کہا جائے کہ دوسرے کا ساتھی اپنے ساتھی کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑی رکاوٹ نظر آتا ہے۔ یہ بات ناگوار تو لگے گی، لیکن جب کوئی کسی سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے، تو وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس دوسرے کو تکلیف کیسے پہنچتی ہے، اور یہ اسے قابل برداشت معلوم ہوتی ہے۔ نہیں، شاید 'قابل برداشت' نہیں، لیکن یہ بات ہے کہ تکلیف کا علم ہو جائے تو یہ اسے کم دہشت ناک بنا دیتا ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ بیرتراں کا تکلیف سہنے کا کیا انداز ہے،" میں نے کہا۔

"تمھیں اس کی مہلت نہیں ملی ہے۔ مجھے شادی کیے دس سال گزر چکے ہیں، سو مجھے فرانسواز کو تکلیف اٹھاتے دیکھنے کے کئی موقعے ملے ہیں۔ یہ بے حد ناخوش گوار ہوتا ہے۔"

ہم ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئے۔ شاید فرانسواز کو تصور میں تڑپتا دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنی چشمِ خیال میں اسے دیوار کی طرف منہ کیے دیکھا۔

"بڑی احمقانہ بات ہے،" بالآخر لُک بولا۔ "لیکن تم جانو، اتنی آسان نہیں جتنی میں سمجھے بیٹھا تھا۔"

اس نے اپنی وہسکی اٹھائی، سر کو پیچھے ڈالا، اور ایک ہی گھونٹ میں غڑپ کر گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں کوئی فلم دیکھ رہی ہوں۔ میں نے خود کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ یہ حقیقت سے اغماض کا وقت نہیں ہے، لیکن مجھے ہر چیز بالکل غیر حقیقی لگ رہی تھی۔ لُک وہاں موجود ہی تھا۔ وہی فیصلہ کرے گا کہ کیا کرنا چاہیے۔ سب کچھ ٹھیک ہو رہے گا۔

ہاتھ میں خالی گلاس پکڑے اور انگلی سے برف کے ڈلوں کو گردش دیتے ہوئے وہ ذرا سا آگے کو جھکا اور میری طرف دیکھے بغیر کہا:

"میرے پہلے بھی کئی معاشقے ہو چکے ہیں، ظاہر ہے۔ فرانسواز ان سے زیادہ تر لاعلم ہی رہی، سوائے چند بدقسمت موقعوں کے۔ لیکن یہ کبھی سنجیدہ معاشقے نہیں تھے۔" اس نے

ایک طرح کے طیش کے عالم میں خود کو سیدھا کیا اور کلام جاری رکھا۔ "اور تمھارے لیے بھی یہ کوئی بڑا سنجیدہ معاملہ نہیں ہے۔ کوئی چیز بھی سنجیدہ نہیں ہے۔ فرانسواز کے علاوہ کسی چیز کی اہمیت نہیں۔"

خدا جانے مَیں کیسے کوئی تکلیف محسوس کیے بغیر اسے سنتی رہی۔ یوں لگا جیسے فلسفے پر لیکچر سن رہی ہوں جس سے میرا کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

"لیکن اس بار بات مختلف ہے۔ ابتدا میں مجھے تمھاری جستجو تھی، بالکل اسی طرح جس طرح مجھ جیسا ہر آدمی ایک چھوٹی سی، گریہ خو، مشکل پسند، خودسر لڑکی کی خواہش کرسکتا ہے۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، میں تمھیں سدھانا چاہتا تھا، تمھارے ساتھ ایک رات گزارنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا..."

دفعتاً اس نے میری طرف رخ کیا، میرے ہاتھ تھام لیے، اور زیادہ ملائم لہجے میں بات جاری رکھی۔ میں نے اس کے چہرے کو قریب سے دیکھا اور اس کی ہر تفصیل کا جائزہ لیا۔ اس کے ہر ہر لفظ کو سنا گہری توجہ سے، اور اپنی ذات اور اپنی داخلی آواز کو یک سر فراموش کر بیٹھی۔

"مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ میری نظر میں تمھاری عزت اتنی بڑھ جائے گی۔ لیکن بڑھ گئی ہے، دومی نیک، اور پھر یہ بھی ہے کہ میں تمھیں لاتحاشا چاہتا ہوں۔ میں یہ وعدہ تو نہیں کرسکتا کہ تمھیں، جیسا کہ بچے کہتے ہیں، 'ہمیشہ ہمیشہ' چاہتا رہوں گا، لیکن تم جانو، ہم ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ میں تمھارے ساتھ صرف سونا ہی نہیں چاہتا، میں تو تمھارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، تعطیل منانے تمھارے ساتھ کہیں باہر جانا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بہت آسودہ رہیں گے، بڑی نرمی سے پیش آئیں گے، میں تمھیں سمندر دکھاؤں گا، روپے پیسے سے تمھارا تعارف کراؤں گا، اور ایک نوع کی آزادی سے۔ ہمیں بہت کم بے کیفی اور بے زاری محسوس ہوگی۔ سو یوں ہے۔"

"مجھے یہ خیال بے حد پسند ہے،" میں نے کہا۔

"بے شک، میں فرانسواز کے پاس لوٹ جاؤں گا۔ لیکن تمھیں کس چیز کا خطرہ ہوسکتا ہے؟ مجھ سے وابستگی کا؟ بعد میں اذیت اٹھانے کا؟ لیکن، بہرکیف، یہ بور ہونے سے تو بہتر

ہی ہے، نہیں؟ کیا بے کیف زندگی گزارنے سے یہ بہتر نہیں کہ تم پہلے خوش ہو، اور بعد میں ناخوش؟''

''ظاہر ہے،'' میں نے جواب دیا۔

''سو تمھیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟'' لُک نے دہرایا، جیسے خود اپنے کو قائل کر رہا ہو۔

''تکلیف کے ذکر کی ضرورت ہی کیا ہے؟'' میں نے کہا۔ ''آدمی کو مبالغے سے کام نہیں لینا چاہیے۔ میرا دل اتنا چھوئی موئی بھی نہیں۔''

''خوب،'' لُک بولا۔ ''اس پر غور کر لیتے ہیں۔ چلو اب کچھ اور باتیں کریں۔ اور پیو گی؟''

ہم نے ایک دوسرے کی صحت کا جام پیا۔ جو بات بڑے واضح طور پر میرے ذہن میں ابھری وہ یہی تھی کہ عین ممکن ہے ہم کار میں ساتھ ساتھ جا رہے ہوں گے، بالکل جس طرح میں نے تصور کیا تھا اور ایسا نہ ہونے کا یقین کیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح مجھے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے کو اس سے بہت زیادہ وابستہ نہ ہونے دوں، یہ جانتے ہوئے کہ میری ساری کشتیاں پہلے ہی تباہ ہو چکی ہیں۔ اب میں ایسی دیوانی بھی نہیں تھی۔

بعد میں ہم نے پشتوں کے سہارے سہارے چہل قدمی کی۔ لُک ہنستا اور مجھ سے باتیں کرتا رہا اور میں بھی ہنستی رہی۔ میں نے خود سے کہا کہ اس کی رفاقت میں ہمیشہ ہنستے ہنساتے رہنا چاہیے۔ میں اس کے لیے بالکل مناسب موڈ میں تھی۔ بقول اَلان ''ہنسنے ہنسانے اور محبت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔'' لیکن یہاں محبت کا سوال نہیں تھا، بل کہ ایک دوسرے کے ساتھ یگانگت کا۔ اس کے علاوہ، مجھے قدرے فخر بھی محسوس ہو رہا تھا: میں لُک کے خیالوں میں بسی ہوئی تھی، وہ میرے بارے میں عمدہ رائے رکھتا اور میری خواہش کرتا تھا۔ میں اپنے کو ایک اہم شخصیت تصور کر سکتی ہوں، ایسی عورت جسے کی خواہش کی جائے۔ میرے ضمیر کا بے حیثیت سا نگہبان جو، جب بھی میں اپنے بارے میں سوچتی، میرے سامنے ایک قابلِ رحم عکس پیش کر دیتا، شاید ضرورت سے زیادہ سخت گیر واقع ہوا تھا، ضرورت سے زیادہ بدبیں۔

لُک سے جدا ہونے کے بعد میں ایک اور بار میں گئی اور وہ چار سو فرانک، جو ڈنر کے لیے تھے، وہسکی کے ایک تیسرے جام پر اٹھا دیے۔ دس منٹ کے اندر اندر میں خود کو حیرت

انگیز طور پر رحم دل، گداز اور پر کشش محسوس کرنے لگی۔ میں کسی کو تلاش کرنے لگی جو ان اوصاف سے متمتع ہو سکے، تاکہ میں اسے وہ ساری مشکل اور شیریں اور تکلیف دہ باتیں سمجھا سکوں جو میں زندگی کے بارے میں جانتی تھی۔ مجھے لگا جیسے میں گھنٹوں لگاتار بول سکتی ہوں۔ بارمین خوش اخلاق ضرور تھا لیکن غیر دل چسپ، چناں چہ میں 'شاہ راہ سیں ژاک' کے قہوہ خانے میں گئی، جہاں مجھے بیرتراں بیٹھا مل گیا۔ وہ تنہا تھا اور اس کے سامنے متعدد گلاسوں کے نیچے رکھنے والی جاذب گدیاں (coasters) بکھری پڑی تھیں۔ میں اس کے برابر بیٹھ گئی اور وہ مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا۔

''میں ابھی ابھی تمھارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ 'کیبنکی' میں ایک نیا آرکسٹرا 'بی بوپ'[1] پیش کر رہا ہے۔ وہاں چلیں؟ ہمیں ساتھ رقص کیے مدتیں ہو گئی ہیں۔''

''میرے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں،'' میں نے تاسف سے کہا۔

''میری ماں نے چند دن پہلے مجھے دس ہزار فرانک دیے ہیں۔ چند جام پی لیں پھر وہاں چلتے ہیں۔''

''لیکن ابھی صرف آٹھ ہی بجے ہیں،'' میں نے کہا، ''اور وہ دس سے پہلے نہیں کھلتی۔''

''اچھا، تو بہت ساری پیتے ہیں،'' بیرتراں نے شگفتگی سے کہا۔

مجھے فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے بیرتراں کے ساتھ 'بی بوپ' کا پیچیدہ رقص کرنے میں مزہ آتا تھا۔ جوک باکس پر جاز کی ایک دھن بج رہی تھی جس کی لے پر میری ٹانگیں خود بہ خود تال دینے لگیں۔ جب بیرتراں شراب کی قیمت ادا کر رہا تھا تو مجھے احساس ہوا کہ وہ بہت زیادہ پی چکا ہے۔ وہ بے حد ہشاش بشاش تھا۔ بہ ہر حال، وہ میرا بہترین دوست تھا، میرا بھائی، اور مجھے اس سے گہری محبت تھی۔

ہم دس بجے تک پانچ چھ باروں کے چکر لگاتے رہے اور آخر میں کافی مست ہو چکے تھے۔ خوش دل، لیکن جذباتی نہیں۔ جب 'کیبنکی' پہنچے تو آرکسٹرا ساز بجانا شروع کر چکا تھا۔ بہت کم لوگ موجود تھے اور رقص کا فرش تقریباً پورے کا پورا ہمارے ہی تصرف میں تھا۔ میری

---

[1] 'جاز' موسیقی کا ایک تیز رفتار اسلوب۔

توقع کے برخلاف، ہم پرسکون ہو گئے تھے اور بڑی اچھی طرح رقص کر رہے تھے۔ مجھے اس موسیقی سے عشق تھا، اس سے پہنچنے والے ہیجان سے، اور اس لطف سے جو مجھے اس کی لے پر اپنے سارے جسم کو تھرکانے سے ملتا تھا۔ ہم صرف اتنی ہی دیر کے لیے بیٹھے جتنی پینے کے لیے درکار تھی۔

''موسیقی،'' میں نے رازداری کے ساتھ بیرتراں سے کہا، ''جاز کی موسیقی آدمی کو فکروں سے آزاد ہونے کا بڑا گہرا احساس دلاتی ہے۔''

وہ اچانک ٹھہر گیا۔

''بالکل ٹھیک! بے حد دل چسپ۔ کیا خوب تعریف کی ہے، شاباش، دوی نیک!''

''کیا ایسا نہیں؟'' میں نے کہا۔

''دکیلیکی' کی وسکی کتنی واہیات ہے! لیکن موسیقی بڑی نفیس ہے۔ موسیقی فکر سے آزاد کر دیتی ہے۔...کیسی فکر؟''

''میں کیا جانوں؟ ٹرمپٹ کو سنو۔ یہ نہ صرف فکروں سے آزاد ہے بل کہ بینڈ کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ اس کے لیے سُر کو اختتام تک پہنچانا ضروری تھا۔ تم نے محسوس کیا؟ ضروری۔ یہ محبت کی طرح ہے، جانتے ہو، جسمانی محبت کی طرح۔ ایک لمحہ ایسا آتا ہے جب تمھارے لیے یہ ناگزیر...جب کسی طرح بھی اس کے برخلاف نہیں ہو سکتا۔''

''بالکل ٹھیک، اور بے حد دل چسپ۔ اور رقص کریں؟''

ہم رات بھر رقص کرتے رہے، بادہ خوری کی، اور پھیکی بے مزہ گفت گو کا تبادلہ کیا۔ آخر میں چہروں اور قدموں کا بھنور تھا، بیرتراں کا بازو جو مجھے اپنے سے پرے دھکیل رہا تھا اور موسیقی جو مجھے واپس اس کی طرف لوٹا لا رہی تھی، اور بے دم کرنے والی حرارت اور ہمارے جسموں کی لچک۔

''چار بج گئے۔ بند ہونے کا وقت،'' بیرتراں بولا۔

''میرے گھر بھی،'' میں نے توجہ دلائی۔

''اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا،'' وہ بولا۔

واقعی اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہم اس کے کمرے لوٹ گئے اور بستر پر لیٹ

گئے، اور پھر یہ بالکل قدرتی تھا کہ، جاڑوں کی طرح، بیرتراں کا مانوس بوجھ مجھے اپنے جسم پر محسوس ہو اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ مسرت محسوس کریں۔

۸

وہ ابھی تک میرے پہلو میں پڑا سو رہا تھا، اور اس کا کولھا میرے کولھے سے چپکل رہا تھا۔ بہت سویرا رہا ہوگا۔ میں پھر سو نہ سکی، اور سوچنے لگی کہ میں اس سے خود کو اتنا ہی دور محسوس کر رہی ہوں جتنا دور وہ مجھے اپنے خوابوں میں۔ میری حقیقی ذات سوادِ شہر کے گھروں، کھیتوں، اور بچپن کے درختوں کے ماورا ایک سڑک کی انتہا پر بے حس و حرکت کھڑی ہوئی تھی۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے چوبی تختے پر جھکی ہوئی وہ نوجوان لڑکی اس پرسکون اور بے درد شبیہ کا دھندلایا ہوا عکس ہو جسے میں نے اپنے طور پر زندگی گزارنے کے لیے ایک پوست کی طرح اتار پھینکا تھا۔

میں نے اپنے جسم کو پھیلایا اور کپڑے پہننے لگی۔ بیرتراں جاگ گیا، مجھ سے استفسار کیا، جماہی لی، اور اپنے رخسار اور ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرا، اور اپنی ڈاڑھی کی شکایت کرنے لگا۔ میں نے اس سے شام کو ملنے کا طے کیا اور کام کرنے کے لیے اپنے کمرے لوٹ آئی۔ لیکن بے سود۔ تقریباً آدھا دن گزر چکا تھا اور بڑی شدید گرمی تھی۔ میں لُک اور فرانسواز کے ساتھ لنچ کھانے والی تھی، اور اب کام شروع کرنے کے لیے وقت کہاں رہا تھا۔ میں سگریٹ خریدنے کے لیے دوبارہ باہر نکلی، واپس آئی، ایک سگریٹ پی، اور اچانک احساس ہوا کہ اُس پوری صبح میری کوئی حرکت بھی شعوری نہیں تھی، کہ ان تمام ساعتوں کے دوران مَیں صرف حسبِ معمول زندگی گزارنے کی مبہم سی جبلت کی پیروی کرتی رہی تھی۔ میرے لیے حقیقت کہیں تھی ہی نہیں، نہ اومنی بس میں کسی کی شان دار مسکراہٹ میں، نہ سڑکوں پر ہمکتی زندگی میں، اور مجھے بیرتراں سے محبت نہیں تھی۔ مجھے کسی شخص یا کسی چیز کی حاجت تھی۔ ایک اور سگریٹ سلگاتے ہوئے میں نے سرگوشی میں خود سے کہا، ''کسی شخص کی یا کسی چیز کی،'' اور یہ

قدرے عجیب اور میلو ڈرامائی لگا۔ تو گویا کیترن ہی کی طرح خود میرے بھی مبالغہ آمیز جذباتیت سے لبریز لہجے تھے۔ مجھے 'محبت' کے لفظ سے محبت تھی، اور ان تمام لفظوں سے جن کا اس سے تعلق تھا: گداز، بے رحم، شیریں، رازدارانہ، متجاوز، اور میں کسی کو نہیں چاہتی تھی، لُک کے سوائے شاید، اور وہ بھی جب وہ موجود ہوتا۔ لیکن گزشتہ دن سے میں نے اس کے بارے میں سوچنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ مجھے رہبانیت کا ذائقہ پسند نہیں تھا جس سے میرا حلق اسے یاد کرتے ہی بھر جاتا تھا۔

لُک اور فرانسواز کا انتظار کرتے ہوئے مجھے عجیب سی متلی محسوس ہوئی اور میں بیسن کی طرف لپکی۔ جب اس کا زور ٹوٹا تو میں نے سر اٹھایا اور آئینے میں اپنے اوپر نظر ڈالی۔ میں نے پہلے ہی دن گن لیے تھے: ''تو گویا یہ ہو کر ہی رہا!'' میں نے اونچی آواز میں کہا۔ وہ جانا پہچانا کابوس جسے میں نے غلطی سے اتنی کثرت سے دیکھا تھا پھر شروع ہو رہا تھا۔ کیا یہ اس وِسکی کی وجہ سے تو نہیں جو میں نے گذشتہ رات چڑھائی تھی؟ میں نے سوچا۔ اگر ایسا ہی تھا تو پھر پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے اپنے سے خاصے گمبھیر سوال جواب شروع کر دیے، اور اس تمام دوران تجسس اور تنفر کے ملے جلے احساس کے ساتھ آئینے میں بھی جھانکتی رہی۔ میں شاید ایک دام میں آ پھنسی تھی۔ میں فرانسواز کو بتاؤں گی؛ ہم دونوں کو چاہیے کہ مل کر کسی نہ کسی طرح مجھے بچائیں!

لیکن میں فرانسواز کو بتانے کی جرأت نہ کر سکی۔ لنچ کے لیے لُک نے ہمیں تھوڑی سی شراب پیش کی؛ میری پریشانی رفتہ رفتہ کم ہونے لگی اور میں نے اپنے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ آخر مجھے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ سب بیرتراں کا کیا دھرا نہ تھا جسے لُک سے اتنی رقابت تھی اور جو مجھے کھونا نہیں چاہتا تھا؟ مجھے لگا کہ ساری علامتیں مجھ میں نظر آ رہی ہیں۔

اگلے دن اولین گرمیوں کی آتشیں لہر کا آغاز ہو گیا۔ اس سے بدتر پہلے کبھی تجربے میں نہیں آئی تھی۔ میں مختلف گلی کوچوں میں سرگشت کرتی رہی کیوں کہ میرے کمرے میں گرمی ناقابلِ برداشت تھی۔ میں نے اعتراف کی ہمت کیے بغیر گول مول انداز میں کیترن سے اپنی مصیبت سے نجات پانے کے ممکنہ حل دریافت کیے۔ میں لُک سے اب اور نہیں ملنا چاہتی تھی، یا فرانسواز سے: وہ آزاد اور قوی لوگ تھے۔ میں کسی دام میں آئے ہوئے جانور کی طرح

تھی، بیمار، اور مستقل ہسٹریائی قہقہوں میں پھٹی پڑ رہی تھی۔ میرے پاس کوئی لائحۂ عمل نہ تھا، نہ طاقت۔ ہفتے کے اختتام پر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں بیرتراں کے بچے کی ماں بننے والی ہوں، اور اس بات سے مجھے کسی قدر قرار آ گیا۔ لیکن امتحانوں سے ایک دن پہلے مجھ پر منکشف ہوا کہ میرا گمان غلط تھا اور یہ بس ایک کابوس ہی تھا۔ ہنستے ہنساتے میں نے بڑے سکون کے ساتھ اپنا تحریری امتحان پاس کر لیا۔ دس دن تک میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں نہیں سوچتی رہی تھی اور یک بارگی سب کچھ پھر سے نہایت شان دار نظر آنے لگا تھا؛ زندگی ایک بار پھر زندہ دلی اور امکانات سے بھر گئی تھی۔

اتفاقاً فرانسواز میرے کمرے میں آ نکلی اور اسے اس قدر گرم پا کر بے حد جھنجھلائی، اور تجویز پیش کی کہ میں ان کے یہاں چلوں اور وہاں اپنے زبانی امتحان کی تیاری کروں۔ میں ان کے یہاں کھڑکیوں کو نیم بند کر کے سفید قالین پر یکہ و تنہا تیاری کرنے لگی۔ پانچ بجے کے قریب فرانسواز آتی، مجھے اپنی خریداری دکھاتی، میرے کام کی بابت کچھ پوچھتی یا جانچتی، اور پھر ہم مذاق کرنے لگتیں۔ کچھ دیر بعد لُک کمرے میں داخل ہوتا اور ہمارے قہقہوں میں شریک ہو جاتا۔ شام کے کھانے کے بعد وہ مجھے گھر پہنچا آتے۔ اس ہفتے ایک دن لُک فرانسواز سے پہلے ہی لوٹ آیا۔ وہ وہاں آیا جہاں میں کام کر رہی تھی اور قالین پر میری کتابوں کے درمیان میرے برابر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے اپنی آغوش میں بھر لیا اور کچھ کہے بغیر مجھے چومنے لگا۔ میں نے بار دگر اس کا منہ اس طرح دریافت کیا جیسے زندگی میں صرف اسی ایک منہ سے واقف رہی ہوں، جیسے پورے پندرھواڑے اس کے سوا کسی اور چیز کے بارے میں نہ سوچتی رہی ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ وہ تعطیلات کے دوران مجھے خط لکھے گا، اور اگر میں چاہوں تو ہم ہفتہ بھر کے لیے کہیں مل بھی لیں گے۔ اس نے میری گردن سہلائی اور میرے ہونٹوں کو تلاش کرنے لگا۔ میرا جی چاہا کہ وہیں اس کے شانے کے سہارے پڑی رہوں تا آں کہ اندھیرا ہو جائے، شاید تھوڑی سی شکایت کروں کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں چاہتے تھے۔ تعلیمی سال ختم ہو چکا تھا۔

دوسرا حصّہ

۹

مکان مستطیل اور سرمئی رنگ کا تھا۔ اس کے اور سبز، ست الوجود دریائے ئیون کے درمیان ایک میدان پھیلا ہوا تھا، جس کی رکھوالی گورنیوں کی ڈاریں اور چنار کے درخت کرتے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ ایک درخت کی چھاؤں میں پڑا رہنا مجھے بہت بھاتا تھا، میں اس کے تنے پر اپنے پاؤں ٹکا دیتی، اور اوپر ٹہنیوں کو ہوا کے دوش پر جھومتے ہوئے دیکھا کرتی۔ زمین سے گرم گرم گھاس کی مہک اٹھ رہی ہوتی جو مجھے لذت آفریں محسوس ہوتی، ایک ایسی لذت جس میں خود میری بے چارگی کا احساس بھی شامل ہوتا۔ میں اُس مضافاتی علاقے سے اچھی طرح واقف تھی، دھوپ میں اور ساون میں، پیرس اور اس کے گلی کوچوں، دریائے سین، اور اس کی مخلوق سے واقف ہونے سے بہت پہلے سے؛ یہ تغیر نا آشنا تھا۔

کسی معجزے کی بہ دولت میں نے اپنا امتحان پاس کر لیا تھا اور اب مطالعے کے لیے میرے پاس وقت ہی وقت تھا۔ کھانے کے اوقات میں میں آہستہ خرام گھر لوٹ آتی۔ پندرہ سال پہلے میری والدہ کا بیٹا بڑے دردناک حالات میں مر گیا تھا، اور اس کے جلو میں آنے والی اعصابی بیماری رفتہ رفتہ خود گھر کا حصہ بن گئی تھی۔ در و دیوار سے رسنے والی اداسی نے ایک الوہی تقدس اختیار کر لیا تھا۔ والد میری والدہ کو اڑھانے کے لیے شالیں لیے پنجوں کے بل سارے میں گھومتے پھرتے۔

بیرتراں کی جانب سے مجھے ایک عجیب سا خط ملا، جس میں اس رات سے متعلق کنایوں کی بھرمار تھی جو ہم نے 'کیبنکی' جانے کے بعد ساتھ گزاری تھی۔ لکھا تھا کہ میرے ساتھ احترام سے پیش نہ آنے پر وہ خوف زدہ ہے۔ لیکن مجھے اس میں کوئی مختلف بات نظر نہیں

آئی تھی، اور چوں کہ ہمارے قریبی تعلقات ہمیشہ بڑے فطری اور تسلی بخش رہے تھے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا مدعا کیا تھا۔ بالآخر میں سمجھ گئی کہ وہ یہ جتانے کی کوشش کر رہا ہے کہ ہمارے مابین خاص طور پر شہوانی رنگ ڈھنگ کی کوئی چیز ضرور تھی جس کے باعث ہمیں ایک دوسرے کے اور قریب آنا چاہیے۔ مجھے یہ بات خاصی نفرت انگیز معلوم ہوئی، اور مجھے اُس پر غصہ آیا کہ وہ ہمارے تعلق کے اس سب سے زیادہ مسرت بخش اور شاید عفیف ترین حصے کو خواہ مخواہ اور پیچیدہ بنائے دے رہا ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ، یوں کہنا چاہیے، تنکے کا سہارا لے رہا تھا تاکہ صاف سیدھی حقیقت کا سامنا کرنے سے گریز کرے، یہی کہ مجھے اب اور اس سے محبت نہیں رہی تھی۔

اُس پورے ماہ لُک نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔ بس فرانسواز کی طرف سے ایک کارڈ ملا جس پر لُک نے بھی اپنے دستخط کر دیے تھے۔ میں ایک طرح کے حماقت آمیز تفخر سے اپنے کو طفل تسلیاں دیتی رہی کہ مجھے اس کی چاہت نہیں تھی، جس کا ثبوت یہ تھا کہ ہماری جدائی مجھ پر شاق نہیں گزری تھی۔ مجھے یہ احساس نہیں ہوا کہ اگر یہ بات درست ہوتی تو مجھے ظفرمندی سے زیادہ آزردگی محسوس کرنی چاہیے تھی۔ میں اس قسم کے نازک اور باریک امتیازات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ بس مجھے تو یہی محسوس ہوا کہ مجھے اپنے آپ پر پورا قابو حاصل ہے۔

والدین کے گھر میں رہنا اچھا لگتا تھا، گو منطقی اعتبار سے مجھے وہاں اکتاہٹ محسوس کرنی چاہیے تھی۔ ایک طرح سے میں محسوس بھی کر رہی تھی، لیکن خوش گوار انداز میں، اور اس پر نادم نہیں تھی، جس طرح پیرس میں لوگوں سے بور ہو کر نادم ہوا کرتی تھی۔ میرا رویہ ہر کسی کے ساتھ اچھا اور پرتپاک تھا، اور یہ باعثِ فرحتِ جاں تھا۔ کتنی پرکیف بات تھی کہ کرنے کے لیے کچھ نہ ہو اور آدمی ایک کمرے سے دوسرے میں اور ایک میدان سے دوسرے میں گھومتا پھرے، دن یونہی بے کار سے گزرتے جائیں، اور رفتہ رفتہ چہرے اور جسم کی رنگت سنولا جائے۔ میں مطالعہ کرتی اور چھٹیوں کے ختم ہو جانے کا انتظار کیے بغیر انتظار کرتی رہی۔ یہ میری زندگی میں ایک عظیم خلا کی مانند تھیں۔

آخر کار، دو ماہ بعد لُک کا خط آیا۔ لکھا تھا کہ وہ ۲۲ ستمبر کو اَوینیوں میں ہوگا، اور وہاں

میرا انتظار کرے گا، یا چاہوں تو اسے وہیں خط لکھوں۔ میں نے فوراً وہاں جانے کا فیصلہ کر ڈالا، اور پیچھے مڑ کر دیکھنے پر گذشتہ دو ماہ سادگی کی جنت نظر آئے۔ یہ ہو بہ ہو لُک تھا: ایک طرف اس کا خاموش اور بہ ظاہر بے گانہ لہجہ، اور دوسری طرف اوینیوں میں ملاقات کے لیے مضحکہ خیز، غیر متوقع تجویز۔ میں نے اپنے والدین کو ایک کہانی گھڑ کر سنا دی، اور کیترن کو لکھا کہ مجھے ایک جھوٹ موٹ کا دعوت نامہ بھیج دے۔ جب یہ آیا تو اس میں ایک خط بھی رکھا ہوا تھا، جس میں تعجب کا اظہار کیا گیا تھا، کیوں کہ اس زمانے میں بیرتراں ہمارے بعض دوستوں کے ساتھ جنوبی فرانس گیا ہوا تھا، تو پھر میں کس سے ملنے کے جتن کر رہی تھی؟ کیترن میری اس پر کم اعتمادی کے سبب کافی جھلائی ہوئی تھی، وہ اس کی کوئی معقول وجہ نہیں جانتی تھی جو اس کا جواز بن سکے۔ میں نے اسے شکریے کے چند لفظ لکھ کر بھیج دیے، اور کہا کہ اگر اس کا منشا بیرتراں کو تکلیف پہنچانا ہو، تو بس میرے خط کا ذکر کر دینا ہی کافی ہوگا۔ جو ظاہر ہے اس نے بیرتراں سے اپنی دوستی کے ناتے کر ہی دیا۔

میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھائے اوینیوں جانے والی ریل گاڑی میں جا بیٹھی، جو خوش قسمتی سے ساحلی لائن پر تھی۔ میرے والدین مجھے رخصت کرنے آئے۔ پتا نہیں کیوں میرے آنسو نکل آئے۔ مجھے لگا جیسے پہلی بار اپنا بچپن، اس کی مانوس مامونیت پیچھے چھوڑے جا رہی ہوں، اور مجھے اوینیوں سے فوراً نفرت محسوس ہونے لگی۔

لُک کی طویل خاموشی اور اس کے مکتوب کے سرد لہجے کے بعد میں اسے تصور میں خاصا کٹھور اور لاتعلق دیکھ رہی تھی اور اوینیوں اس پر تیار پہنچی کہ اپنے کو بالکل چوکنا اور خبردار رکھوں گی، جو یقیناً عاشقوں کی ملاقات کے حساب سے کوئی مبارک رویہ نہیں ہے۔ میں لُک کے ساتھ اس لیے نہیں جا رہی تھی کہ اسے چاہتی تھی، بل کہ اس لیے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھتے اور پسند کرتے تھے۔ نظرِ ثانی پر، یہ وجہیں غیر تسلی بخش معلوم ہوئیں، اور سارا سفر مہیب لگنے لگا۔

لُک نے ایک بار پھر مجھے حیران کر دیا۔ وہ پلیٹ فارم پر پریشان کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا، لیکن مجھے دیکھتے ہی کھِل اٹھا۔ میں ابھی گاڑی سے اتر ہی رہی تھی کہ اس نے اپنی بانہوں کا حلقہ میرے گرد ڈال کر مجھے ہلکے سے چوما۔

''تم بے حد اچھی لگ رہی ہو! تمھارے آنے پر میں اس قدر خوش ہوں۔''

"اور تم بھی شان دار لگ رہے ہو،" میں نے اس کی ظاہری شکل وصورت کے پیشِ نظر کہا۔ وہ پیرس کے مقابلے کچھ دبلا، تمازتِ آفتاب سے سنولایا ہوا، اور کہیں زیادہ پرکشش نظر آرہا تھا۔

"کوئی وجہ نہیں کہ ہم اوینیوں ہی میں ٹھہریں۔ چلو چل کر سمندر کا نظارہ کرتے ہیں؛ اسی کے لیے تو ہم یہاں آئے ہیں۔ بعد میں طے کریں گے کہ کیا کرنا ہے۔"

اس کی کار اسٹیشن کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے میرا سوٹ کیس پچھلی نشست پر ڈالا اور ہم روانہ ہوئے۔ میں بالکل ہکا بکا ہوگئی تھی اور، خاصی کج روی سے، تھوڑی سی مایوس بھی تھی کیوں کہ وہ میری توقع سے اس قدر مختلف نکلا تھا۔ مجھے یاد نہیں آیا کہ وہ پہلے کبھی اتنا باعثِ ترغیب اور شادماں نظر آیا ہو۔

سڑک بے حد خوش نما تھی، دو رویہ چناروں کی گوٹ لگی تھی۔ لُک تمبا کو پیتا رہا اور ہم پوری رفتار سے کار کا بڈ نیچا کیے کھلی دھوپ میں اڑے چلے جارہے تھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: "اچھا، تو میں یہاں پہنچ گئی، اور سچ مچ یہ سب ہو رہا ہے!" اور یہ سب میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، قطعی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ میں اپنے چنار کی چھاؤں میں کتاب لیے بیٹھی ہوں۔ جو واقعی پیش آرہا تھا اس سے میری عدم فہمی جلد ہی مجھے مضحکہ خیز معلوم ہونے لگی، اور میں نے لُک سے ایک سگریٹ مانگی۔ وہ مسکرا دیا۔

"اب ٹھیک ہو؟"

میں ہنسنے لگی۔

"ہاں، بہت بہتر۔ میں بس یہی سوچ رہی ہوں کہ یہاں تمھاری بغل میں بیٹھی کیا کر رہی ہوں۔"

"تم کچھ نہیں کر رہیں: تم کھلے میں سیر کر رہی ہو، سگریٹ پی رہی ہو، سوچ رہی ہو کہ کہیں بور تو نہیں ہونا پڑے گا۔ چاہتی ہو تمھیں چوموں؟"

اس نے کار روک دی، مجھے شانوں سے پکڑا اور چوم لیا۔ ہمارے لیے یہ ایک اچھی ابتدا تھی۔ میں کچھ مسکرائی، اور ہم اپنی راہ ہو لیے۔ وہ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ وہ مجھے سمجھتا تھا۔ دو ماہ سے میں ان لوگوں کے درمیان رہ رہی تھی جو نیم اجنبی تھے، جو ایک مسلسل ماتمی فضا

میں زندہ تھے جس میں میں شریک نہیں تھی، اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زندگی دھیرے دھیرے دوبارہ شروع ہو رہی ہو۔

مجھے سمندر حیرت انگیز لگا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے افسوس ہوا کہ فرانسواز موجود نہیں تھی کہ اسے بتا سکتی سمندر واقعی نیلا ہے، چٹانیں سرخ اور ریت پیلی ہے اور یہ سب اس قدر جان دار دکھائی دیتا ہے۔ مجھے واجبی سا خوف تھا کہ کہیں لُک یہ سب مجھے احساسِ ظفرمندی سے نہ دکھانے لگ جائے، اور میرے تاثرات کا جائزہ لے، اور مجھے بڑھا چڑھا کر کہیں تعریف نہ کرنی پڑ جائے، لیکن جب ہم ساں رفائیل پہنچے تو اس نے ایک انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرنے ہی پر اکتفا کی:

''وہ رہا سمندر!''

ہم شام سے آہستہ رو گزرتے رہے، سمندر بہ تدریج سرمئی پڑتا گیا۔ کین پر لُک نے ایک گرانڈیل ہوٹل کے سامنے کوازیت پر کار ٹھہرا دی۔ داخلے کے ہال کا شکوہ دیکھ کر میری سٹی گم ہوگئی۔ مجھے لگا کہ اس تمام شان و شوکت اور خدمت گاروں کا خود کو عادی بنانے اور انھیں مانوس مناظر میں تبدیل کرنے کے بعد تاکہ مجھے مزید دہشت زدہ نہ کریں ہی کہیں جا کر میں اطمینان کا سانس لے سکوں گی۔ میرا جی چاہا کہ یہاں سے کہیں دور ہوتی، لُک نے، جو ایک ڈیسک کے عقب میں بیٹھے ہوئے مغرور نظر آنے والے کسی آدمی سے محوِ کلام تھا، میری بے اطمینانی کو تاڑ لیا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہال سے لے چلا۔ کمرا بے حد بڑا، تقریباً سفید تھا، جس میں ساحلِ سمندر کی طرف کھلنے والی بالکونی کے دو دروازے تھے۔ قلیوں، سامان، کھڑکیوں اور الماریوں کے کھولے جانے کا عجیب شور مچا ہوا تھا۔ اور میں اس تمام ہنگامے کے درمیان ہاتھ لٹکائے کھڑی تھی، کس قسم کے ردِعمل کے اظہار سے اپنی معذوری پر خود سے متنفر۔

''لو، پہنچ گئے،'' لُک بولا۔

اس نے کمرے پر ایک تسلی بخش نظر ڈالی اور بالکونی میں نکل گیا۔

''یہاں آ کر دیکھو۔''

میں اس کے برابر جنگلے پر جھک گئی، لیکن مناسب فاصلے پر۔ باہر دیکھتے اور منظر سے

محظوظ ہونے کی مجھے کوئی خواہش نہیں ہو رہی تھی، نہ اس آدمی سے اس قدر بے تکلف ہونے کی ہی جس سے میں بہ مشکل واقف تھی۔ اس نے مجھ پر ایک مختصر سی نظر ڈالی: دیکھو، ننھی سی وحشی، جاؤ جا کر غسل کرو اور پھر آ کر میرے ساتھ پیو پلاؤ۔ میرے خیال میں تمھارے مرض کے صرف دو ہی علاج ہیں: آرام اور الکحل۔"

وہ بالکل درست کہ رہا تھا۔ کپڑے پہن چکنے کے بعد میں ہاتھ میں جام لیے آئی اور ان سارے تکلفات پر داد دی جو اس نے کیے تھے، غسل خانے پر اور سمندر پر۔ اس نے کہا کہ میں بے حد حسین لگ رہی ہوں۔ میں نے جواب میں کہا کہ وہ بھی بہت خوب صورت لگ رہا ہے، اور ہم دیر تک اطمینان کے ساتھ لوگوں کی ریل پیل اور پام کے درختوں کو دیکھتے رہے۔ پھر مجھے وہسکی کے دوسرے جام کے ساتھ چھوڑ کر وہ کپڑے تبدیل کرنے اندر چلا گیا، اور میں دبیز قالین پر ننگے پاؤں کچھ گنگناتی ہوئی ٹہلنے لگی۔

ڈنر نہایت خوش گوار تھا۔ ہم نے بڑی چاہت اور باہوشی کے ساتھ فرانسواز اور بیرتراں کے متعلق گفت گو کی۔ میں چاہتی تھی کہ یہاں بیرتراں سے مڈبھیڑ نہ ہو، لیکن لُک نے کہا ہم ضرور کسی شناسا کی نظر میں آجائیں گے جو بڑی خوشی کے ساتھ بیرتراں اور فرانسواز کو بتادے گا کہ اس نے ہمیں دیکھا تھا، بہ ہر حال ہمیں پیرس پہنچنے سے قبل اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ میں اس کی اس بات سے بے حد متاثر ہوئی کہ وہ تنہا میری خاطر اتنا بڑا خطرہ مول لے رہا تھا۔ میں نے جماہی لی کہ بری طرح تھک چکی تھی، اور کہا کہ اس کا ہر مرحلے کو اتنی آسانی کے ساتھ طے کر لینے کا یہ انداز مجھے پسند ہے۔

"یہ سب بے حد خوش گوار ہے! آپ کسی بات کو کرنے کا طے کر لیتے ہیں، اور کر گزرتے ہیں، ہر چہ بادا باد، آپ کو کوئی خوف نہیں ہوتا۔"

"خوف کس بات کا؟" اس نے عجیب سی اداسی کے ساتھ پوچھا۔ "بیرتراں مجھے قتل کرنے سے رہا، فرانسواز مجھے چھوڑنے سے رہی، تم مجھ سے محبت کرنے سے رہیں۔"

"لیکن شاید بیرتراں مجھے ضرور قتل کر ڈالے،" میں نے دق آ کر کہا۔

"نہیں، وہ بے حد رحم دل ہے،" لُک بولا۔ "حقیقت میں، سبھی رحم دل ہیں۔"

"کیا ایک بار آپ ہی نے یہ نہیں کہا تھا کہ برے لوگ ہی سب سے زیادہ باعث

آزار ثابت ہوتے ہیں؟"

"حرف بہ حرف درست۔ لیکن بہت دیر ہو چکی ہے، چلو اب بستر پر آ جاؤ۔"

یہ اس نے بڑے قدرتی انداز میں کہا۔ ہماری گفت گو میں خواہش کی تندی کا کہیں نام بھی نہیں تھا، اور یہ "بستر پر آ جاؤ" مجھے کافی دلیرانہ معلوم ہوا۔ سچ پوچھیں تو میں خوف زدہ تھی، آنے والی رات سے بے حد خوف زدہ۔

غسل خانے میں کانپتے ہاتھوں سے میں نے شب خوابی کا لباس پہنا، جو اسکول کی لڑکیوں والا تھا، لیکن میرے پاس کوئی دوسرا تھا بھی نہیں۔ جب میں کمرے میں داخل ہوئی تو لُک پہلے ہی بستر میں پہنچ چکا تھا۔ اس کا رخ دریچے کی جانب تھا اور سگریٹ پی رہا تھا۔ میں اس کے پہلو میں جا گھسی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ گرفت میں لے لیا۔ میں لرزہ براندام تھی۔

"ڈیگی، چلو، اپنا لباس اتارو۔ پہنے رہیں تو مسل جائے گا۔ آج جیسی رات تمھیں سردی کیسے لگ سکتی ہے؟ کیا طبیعت ٹھیک نہیں؟"

اس نے مجھے چمٹا لیا، بڑی احتیاط سے میرے کپڑے جسم سے جدا کیے، اور انھیں ایک ڈھیر کی صورت میں فرش پر ڈال دیا۔ اس پر میں نے کہا کپڑے تو اس طرح بھی مسلے جائیں گے۔ وہ ہلکے سے ہنس دیا۔ اس کی ساری حرکات میں بلا کی نرمی آ گئی تھی۔ اس نے میرے شانوں اور منہ کے نرم نرم بوسے لیے، اور بولتا رہا:

"تمھارے جسم سے گرم گرم گھاس کی مہک آتی ہے۔ یہ کمرا پسند ہے؟ نہیں تو ہم کہیں اور جا سکتے ہیں۔ لیکن اچھی جگہ ہے۔۔۔۔"

"ہاں، ہاں،" میں نے گھٹی گھٹی آواز میں جواب دیا۔ میں چاہتی تھی کہ یہ سب صبح سے پہلے نہ ہو۔ لیکن جب وہ مجھ سے کچھ دور ہٹا اور میرے پہلو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تبھی کہیں جا کر میں نے دل چسپی لینی شروع کی۔ اس نے پیار دلار شروع کیا اور میں اس کی گردن، اس کے سینے، اور دریچے کے پس منظر سے ابھرتے ہوئے اس تاریک سایے کا جو حصہ بھی ملا اسے چومنے، اسے چھونے لگی۔ میں نے اپنے ہاتھ اس کی پیٹھ پر رکھ دیے؛ ہم نے گہری سانس لی۔ پھر مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں مر رہی تھی، میں مرنے کے قریب تھی، لیکن مری پھر

بھی نہیں، بس مدہوش ہوگئی۔ بقیہ ساری کائنات بے اہمیتی میں معدوم ہو کر رہ گئی، جیسا کہ ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

جب ہم علاحدہ ہوئے، لُک نے اپنی آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ میں فوراً ہی اس کے بازو پر اپنا سر رکھے رکھے سوگئی۔

جون ۱۹۰ء

میں نے ہمیشہ یہی سنا تھا کہ کسی کے بھی ساتھ زندگی گزارنا مشکل ترین امر ہے، اور میں اس پر یقین بھی رکھتی تھی، گو اس مختصر سی مدت میں جو میں نے لُک کی رفاقت میں گزاری مجھے اس کا عملاً تجربہ نہیں ہوا۔ میں نے خیالی طور پر اسے سچ مان لیا تھا، کیوں کہ میں اس کی موجودگی میں خود کو کبھی بے تکلف اور بےجنت محسوس نہیں کرتی تھی: بس یہی فکر لگی رہتی کہ کہیں وہ بے زار نہ ہو جائے۔ عام طور پر مجھے اوروں کو بے زار کرنے سے زیادہ خود اپنے بے زار ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے، لیکن اِس معاملے میں صورت حال بالکل الٹ تھی، اور مجھے یہ کافی گراں گزر رہی تھی۔ لُک کے ساتھ رہنا کیسے مشکل ہو سکتا ہے، اگر یہ ملحوظ رکھا جائے کہ اس نے بہت کم بات کی اور مجھ سے یہ تک نہ پوچھا کہ کیا سوچ رہی ہوں، جیسا کہ بیش تر لوگ کرتے ہیں؟ وہ ہمیشہ مجھے اپنی رفاقت میں پا کر مسرور نظر آتا، مجھ سے کسی قسم کے تقاضے نہیں کرتا، اور نہ کوئی ایسی علامت ہی ظاہر کرتا جس سے سرد مہری یا تندیِ جذبات ہویدا ہو۔ ہم دوش بہ دوش چلتے، ہماری پسند ناپسند بھی ایک سی تھی، زندگی کا آہنگ بھی ایک سان: ہمیں ساتھ رہنا پسند تھا، اور ہمارے درمیان ہر بات بہ خیر و خوبی انجام پائی۔ مجھے اس کا بھی بہت زیادہ افسوس نہیں تھا کہ اسے وہ شدید جدوجہد بھی نہیں کرنی پڑی تھی جس کی ضرورت کسی کو چاہنے، اسے پہچاننے، اور اس کی تنہائی کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ ہم دوست بھی تھے اور چاہنے والے بھی۔ ہم بحیرۂ روم کے بے حد نیلے پانیوں میں ساتھ ساتھ تیرتے، تقریباً اتھاہ خاموشی میں لنچ کھاتے، تمازتِ آفتاب سے مدہوش، اور پھر ہوٹل لوٹ آتے۔ دادِ عیش کے جلو میں آنے والی کو ملتا کے ان عمیق لمحات میں مَیں بعض اوقات اس کی آغوش میں پڑے پڑے یہ کہنے کی شدید تمنا

کرتی: ''لُک، مجھے چاہو، چلو کوشش کریں، ضرور کوشش کرو!'' لیکن کبھی کہ نہ سکی۔ میں صرف اس کی آنکھوں، اس کے لبوں کو چومنے پر اکتفا کرتی، اور اس اجنبی چہرے کے خط و خال کو جنھیں ہونٹ اس وقت دریافت کرتے ہیں جب آنکھیں ان کے جلوے سے سیراب ہو چکی ہوں۔ اس سے پہلے میں نے کسی اور چہرے کو اتنا نہیں چاہا تھا۔ مجھے تو اس کے رخساروں تک سے محبت تھی: چہرے کا وہ حصہ جو اُس وقت تک مجھے ہمیشہ ہی بے جان نظر آیا تھا، کسی مچھلی کی طرح۔ جب میں اپنا چہرہ لُک کے سرد رخسار کے مقابل رکھ دیتی، جو بالوں سے قدرے کھردرا ہو چلا ہوتا، تو سمجھ میں آتا کہ پروست نے اَلبیرتین کے رخساروں کا اتنا طولانی ذکر کیوں کیا ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی سکھایا کہ اپنے جسم کو کس طرح پہچاننا چاہیے، اور شہوت کے بغیر اس کے بارے میں گفت گو کی، جیسے یہ کوئی بیش قیمت چیز ہو۔ شہوت پرستی ہمارے تعلق کی اساس نہیں تھی، بل کہ کوئی اور ہی چیز، ایک عجیب بندھن جس نے ہمیں اپنی اپنی دنیاؤں میں اپنا اپنا کردار انجام دینے کی تھکن، گفت گو کیے جانے کی تھکن، بل کہ بذاتِ خود تھکن کے خلاف متحد کر دیا تھا۔

ڈنر کے بعد معمول سا بن گیا تھا کہ ہم چہل قدمی کرتے ہوئے 'روداں تیپ' کے عقب میں اسی چھوٹے سے غارت گرمے خانے جائیں۔ یہاں سازندوں اور گویّوں کی ایک چھوٹی سی ٹولی بھی ہوا کرتی، اور جب ہم پہلی بار یہاں آئے تھے تو لُک نے میرے لیے ان سے 'تنہا اور شیریں' پیش کرنے کی فرمائش کی تھی، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ مجھے یہ گانا پسند ہے۔ بعد میں اس نے میری جانب رخ پھیر کر بڑی فتح مندی سے کہا تھا:

''یہی نغمہ چاہتی تھیں نا؟''

''ہاں، کتنی اچھی بات ہے کہ آپ کو اس کا خیال رہا۔''

''کیا یہ تمھیں بیرتراں کی یاد دلاتا ہے؟''

میں نے جواب دیا کہ ہاں، دلاتا ہے، تھوڑی سی، لیکن یہ رکارڈ تو مدتوں سے ہر جوک باکس میں موجود ہے۔ وہ کچھ برہم سا نظر آنے لگا۔

''ہائے افسوس، اس صورت میں کوئی دوسرا ڈھونڈتے ہیں۔''

''کیوں؟''

''جب کوئی معاشقہ ہو رہا ہو تو وہاں کوئی مخصوص نغمہ، یا خوش بو، یا کوئی اور چیز تو ہونی ہی چاہیے جو مستقبل میں اس کی یاد دلا سکے۔''

میرے تاثر نے ضرور اسے لطف پہنچایا ہوگا، جبھی تو وہ قہقہے لگانے لگا:

''تمھاری سی عمر میں آدمی مستقبل کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا۔ لیکن میں ایک خوش گوار بڑھاپے کی تمنا کرتا ہوں، اپنے رکارڈ کے ساتھ۔''

''بہت سے ہیں؟''

''نہیں۔''

''کیسے افسوس کی بات ہے!'' میں نے آہ بھری۔ ''اگر میں تمھاری عمر کی ہوتی، تو شاید پیچھے یادداشتوں کی پوری لائبریری چھوڑ جاتی۔''

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

''کیا دل دکھ گیا؟''

''نہیں، پھر بھی یہ سوچتے ہوئے عجیب لگتا ہے کہ چند سالوں میں میری زندگی کا ایک پورا ہفتہ، جو میں نے ایک مرد کے ساتھ گزارا، گھٹ گھٹا کر گراموفون کا ایک رکارڈ رہ جائے گا؛ خاص طور پر اس وقت جب وہ مرد اس پر بالکل یقین رکھتا ہے اور اس کا اظہار بھی کر رہا ہے۔''

میں اس قدر برہم تھی کہ میرے آنسو نکل آئے۔ یہ وہ انداز تھا جس میں اس نے کہا تھا ''کیا دل دکھ گیا؟'' جب لوگ مجھ سے ایک خاص قسم کے لہجے میں بات کرتے تو یہ ہمیشہ مجھے رلا دیتا۔

''ورنہ میرا دل نہیں دکھا،'' میں نے لرزتی آواز میں کہا۔

''چلو رقص کریں،'' لُک نے کہا۔

اس نے میری بانہہ تھام لی اور ہم بیرتراں کی پسندیدہ دھن پر رقص کرنے لگے، جسے بینڈ اتنی دل آویزی سے نہیں بجا رہا تھا جتنی دل آویزی سے یہ رکارڈوں میں سنائی دیتی تھی۔ رقص کے دوران لُک نے اچانک مجھے اپنے سے چمٹا لیا، میرے خیال میں شاید اپنی شدید لگاوٹ کا اظہار کرنے کے لیے۔ میں بھی اس سے چمٹ گئی۔ پھر اس نے مجھے آزاد

کر دیا اور ہم دوسری چیزوں کے بارے میں گفت گو کرنے لگے۔ جلد ہی ہمیں ایک ایسی دھن مل گئی جو پسند آئی، بہت آسان سی دھن کیوں کہ جہاں جاؤ بجتی ہوئی ملتی۔ بس اُس مختصر سی ٹنا ٹنی کو چھوڑ کر میرا رویہ تمام وقت بہت اچھا رہا؛ میں مسرور تھی، سوچ رہی تھی کہ ہماری یہ چھوٹی سی مہم بڑی کامیابی ثابت ہورہی ہے۔ اس کے علاوہ، لُک مجھے پسند بھی تھا۔ میں اس کی ذہانت، توازن، اور ہر چیز کو کسی تنک چڑھے پن یا آسودہ خاطری کے بغیر مناسب وزن اور اہمیت دینے کی مردانہ صلاحیت کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ کبھی کبھی میں تنگ آ کر اس سے کہہ دینا چاہتی: ''تم مجھ سے محبت کیوں نہیں کر سکتے؟ اور یہ میرے لیے کس قدر آسودہ خاطری کا باعث ہوگا۔'' لیکن میں جانتی تھی کہ یہ ناممکن تھا۔ ہمارے درمیان وفورِ شوق سے زیادہ یگانگت تھی، اور ہم دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی بالادستی کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ کسی قریبی تعلق کے لیے لُک کے پاس نہ موقع تھا، نہ طاقت، اور نہ ہی اس کی خواہش۔

جس ہفتے کا ہم نے منصوبہ بنایا تھا اپنی انتہا کو پہنچ رہا تھا، لیکن لُک نے رخصت ہونے کی کوئی بات ہی نہیں کی۔ ہم بہت سنولا گئے تھے، لیکن مے خانے میں رتجگے، باتیں، مے خوری، اور انتظارِ سحر کرتے کرتے اکتا گئے تھے: غیر انسانی سمندر پر طلوع ہوتی ہوئی پہلی سی صبحیں، بے حرکت کشتیاں، ہوٹل کی چھت پر بسیرا کرتی سمندری بگلوں کی جنونی اور پُر وقار ڈاریں۔ طلوعِ صبح پر ہم لوٹتے، نیند میں ڈوبے ہوئے اُسی قلی سے علیک سلیک کرتے، اور لُک مجھے اپنی آغوش میں لے کر نیم مدہوشی اور واماندگی کی ملی جلی کیفیت میں دادِ عیش دیتا۔ ہم نصف دن گزرنے پر اپنے غسل کے لیے بیدار ہوتے۔

اُس صبح، جو ہماری آخری صبح رہی ہوگی، مجھے خیال گزرا کہ لُک کو مجھ سے محبت تھی۔ وہ کمرے میں فکر مندی کے ساتھ چکر لگا رہا تھا جس نے میرے تجسس کو ہوا دی۔

''تم نے اپنے گھر والوں سے کیا کہا تھا؟ کب لوٹنے کا کہا تھا؟''

''یہی کہ ہفتے بھر میں۔''

''اگر چاہو تو ہم ایک ہفتہ اور ساتھ رہ سکتے ہیں۔''

''بالکل،'' میں نے کہا۔ ''ضرور۔''

مجھے احساس ہوا کہ میں نے لوٹنے کی بابت سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ میں اپنی ساری

زندگی اس ہوٹل میں بتا دوں گی جو کسی دیوہیکل جہاز کی طرح اتنا میزبان اور اتنا آرام دہ تھا۔ لُک کے ساتھ میری ساری راتیں بے خوابی میں گزریں گی، ہم مسلسل اپنے قیام کی عارضی نوعیت پر گفت گو کرتے ہوئے سبک روی سے گرما اور گرما سے سرما، اور پھر موت کی طرف بہتے چلے جائیں گے۔

''لیکن میں سمجھتی تھی کہ فرانسواز تمھاری متوقع ہوگی؟''

''میں اس کا حل نکال لوں گا،'' وہ بولا۔ ''میں کین چھوڑنا نہیں چاہتا، اور نہ تمھیں۔''

''اور نہ میں،'' میں نے آہستگی سے کہا۔

ایک لمحے کے لیے مجھے خیال گزرا کہ شاید وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، لیکن اعتراف سے گریز کر رہا ہے۔ ایسا لگا جیسے میرا دل ایک بار دھڑکنا بھول گیا ہو۔ پھر میں نے سوچا، اظہار سے فرق ہی کیا پڑتا ہے، وہ میری پروا کرتا ہے، بس یہی کافی ہے۔ ہم ایک اور پر انبساط ہفتہ ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں گے۔ اس کے بعد مجھے اسے چھوڑنا ہی ہوگا۔ لیکن کیوں، کس کی خاطر، کس لیے؟ تاکہ اپنی سابقہ اکتاہٹ اور تنہائی کی طرف لوٹ جاؤں؟ وقتِ حاضر میں، جب وہ مجھے دیکھتا ہے، تو یہ اس کا چہرہ ہے جو مجھے نظر آتا ہے؛ جب بولتا ہے، تو یہ وہ ہے جسے میں سمجھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ مجھے دل چسپی ہے تو اس سے ہی، جس کی شادمانی میرے دل کی جستجو ہے: لُک، میرا عاشق۔

''یہ ایک اچھا خیال ہے،'' میں نے کہا۔ ''سچ پوچھو تو، میں نے رخصت ہونے کی بابت سوچا ہی نہ تھا۔''

''تم کب کسی چیز کی بابت سوچتی ہو،'' اس نے ہنس کر کہا۔

''کم از کم اس وقت تو نہیں جب تمھارے ساتھ ہوتی ہوں،'' میں بولی۔

''وہ کیوں؟ کیا تم خود کو اس قدر جوان اور غیر ذمے دار محسوس کرتی ہو؟''

وہ تمسخر سے مسکرایا۔ اگر میں اسے بتاتی کہ میں اس کے برخلاف چاہتی تھی، تو اس نے اپنا ''ننھی سی لڑکی اور اس کا محافظ'' والا رویہ بہت جلد بدل دیا ہوتا۔ خوش قسمتی سے میں خود کو بالکل بالغ اور سیانی محسوس کر رہی تھی، بل کہ کسی قدر سیر بھی۔

''نہیں،'' میں نے کہا، ''میں خود کو بڑی ذمے دار سمجھتی ہوں۔ لیکن آخر کس چیز کی

ذمے داری مجھے سونپی جارہی ہے؟ لے دے کر بس میں ہوں، اور میری زندگی ہے، جو، بہ ہر کیف، کافی سیدھی سادی سی ہے۔ میں ناخوش نہیں، بعض اوقات تو میں خود کو خاصا مطمئن محسوس کرتی ہوں، لیکن واقعتاً خوش کبھی نہیں۔ میں کچھ نہیں، سوائے اس وقت جب تمھارے ساتھ ہوتی ہوں۔ پھر میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتی ہوں!"

"یہ اچھی بات ہے!" وہ بولا، "ایسا ہی مجھے بھی تمھاری رفاقت میں محسوس ہوتا ہے۔"

"چلو خرخرانا شروع کریں!"

وہ ہنسنے لگا:

"یہ سوچتے ہی کہ تمھیں تمھاری مہمل مایوسی کی یومیہ خوراک سے محروم رکھا جارہا ہے، تم وہ بلی نظر آنے لگتی ہو جس نے اپنی پشت اوپر تان رکھی ہو۔ میں تمھیں، بہ قول تمھارے، 'خرخرانے' نہیں دوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ جب تم میرے ساتھ ہو تو خود کو 'جنت میں' محسوس کرو، یہ مجھے اکتاہٹ سے مار ڈالے گا۔"

"کیوں؟"

"میں خود کو اکیلا محسوس کرنے لگوں گا۔ ایسے ہی موقعے پر میں فرانسواز سے ڈرنے لگتا ہوں: جب وہ میرے پہلو میں ہوتی ہے، کچھ بول نہیں رہی ہوتی، اور آسودہ خاطر بیٹھی رہتی ہے۔ دوسری طرف، یہ بات ایک مرد کو بہت بھاتی ہے کہ اس نے کسی عورت کو خوش کیا ہے، اس صورت میں بھی جب وہ اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہو۔"

"خیر، اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے،" میں نے تیزی سے کہا۔ "جب ہم رخصت ہوں گے، تم فرانسواز کو خوش کرو گے، اور مجھے قدرے ناخوش۔"

کہنے کو تو کہہ دیا لیکن الفاظ ابھی بہ مشکل ہی زبان سے نکلے تھے کہ میں پچھتانے لگی۔

وہ میری طرف مڑا:

"تم، ناخوش؟"

"نہیں،" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، "صرف ذرا سی بوجھل۔ اپنی خبر گیری کے لیے مجھے کسی کو ڈھونڈنا پڑے گا، اور تم سے بہتر کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا۔"

"یہ بہ درجہا بہتر ہوگا کہ مجھے اس کی سن گن بھی نہ ہونے پائے،" اس نے غصے سے

کہا۔ بعد میں اس پر دوبارہ غور کیا: ''ہاں، بہتر ہے تم بتادو۔ تمھیں چاہیے کہ ہمیشہ ہر بات مجھے بتادیا کرو۔ اگر حضرت نے دق کیا، تو میں بھر کس نکال دوں گا، اس کے برخلاف کیا، تو اس کے گن گاؤں گا، حقیقی باپ کی طرح۔''

اس نے میرا ہاتھ لے کر اسے پلٹا دیا، اور ہتھیلی کو بڑی نرمی سے چوم لیا۔ میں نے اپنی آزاد بانہہ کو اس کی گردن کے گرد ڈال دیا۔ میں نے سوچا کہ وہ ابھی تک کس قدر جوان ہے، کس قدر قابلِ جراحت، اور کس قدر رحم دل: یہ آدمی جس کے ساتھ میرا غیر جذباتی معاشقہ چل رہا ہے جس کا کوئی مستقبل نہیں۔ اور وہ ایمان دار ہے۔

''ہم دونوں دیانت دار لوگ ہیں،'' میں نے بڑے بلیغ انداز میں کہا۔

''ہاں،'' اس نے ہنستے ہوئے کہا، ''لیکن اگر ایک ایمان دار عورت نظر آنا چاہتی ہو تو اس طرح سگریٹ نہ پیو!''

یکلخت میں اپنی بند کیوں والے ڈریسنگ گاؤں میں سمٹ گئی:

''خیر، اگر میں ایمان دار عورت ہوں، تو یہاں اس محل نما ہوٹل میں اس قسم کے لباس میں کسی دوسری عورت کے شوہر کے ساتھ بیٹھی کیا کر رہی ہوں؟ کیا میں 'سیں ژرماں دپرے' کی بدکار جوان خواتین کی ایک نمایندہ مثال نہیں ہوں جن کا محبوب مشغلہ شادیاں توڑنا ہوتا ہے؟''

''بالکل، اور میں مثالی شوہر ہوں، جو اپنے ہوش و حواس کے ہاتھوں گمراہ ہوگیا ہے۔ میں شکار ہوں، بدقسمت شکار! بستر پر آجاؤ۔''

''نہیں،'' میں نے کہا، ''میں انکار کرتی ہوں۔ چنگاری میں نے ہی لگائی ہے، لیکن اسے بجھانے والی میں نہیں بنوں گی۔''

وہ سر ہاتھ میں لے کر بستر پر ڈھیر ہوگیا۔ میں اس کے برابر آبیٹھی، گمبھیرتا کے ساتھ، اور جب اس نے اپنا سر اٹھایا، میں نے بڑی سختی سے اپنی نگاہیں اس پر جما دیں۔

''میں مردوں کو پھنسانے والی قحبہ ہوں!''

''اور میں کیا ہوں؟''

''انسانیت کا افسوس ناک ملبہ، جو کبھی انسان ہوا کرتا تھا۔۔۔ لگ، ہمارے پاس ایک

اور ہفتہ پڑا ہے!"

میں نے خود کو اس کے پہلو میں ڈال دیا۔ اس کے بالوں میں اپنے بال الجھا دیے۔ میرے جسم سے پیوست اس کی جلد گرم اور تازہ تھی، اس کے جسم سے سمندر اور نمک کی مہک آ رہی تھی۔

میں ہوٹل کے سامنے سمندر کے مقابل چند عمر رسیدہ انگریزی خواتین کے نزدیک ایک ڈیک چیر پر پسری ہوئی تھی۔ صبح کے گیارہ کا عمل تھا۔ کسی کاروباری سلسلے میں لُک کو نیس جانا پڑ گیا تھا، اور اگرچہ مجھے نیس پسند تھا، کم از کم اس کا قدیم حصہ، جو اسٹیشن اور 'پرومنادوزانگلے' کے درمیان ہے، میں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا کیوں کہ مجھے شدت کے ساتھ تنہائی کی خواہش محسوس ہو رہی تھی۔

تو اب میں یہاں پڑی جمائیاں لے رہی تھی (کیوں کہ کم خوابی سے نڈھال ہو گئی تھی) اور بڑا آرام محسوس کر رہی تھی۔ جب میں نے سگریٹ سلگانے کے لیے دیاسلائی جلائی تو میرا ہاتھ تھوڑا سا کانپا۔ ستمبر کے سورج نے، جس میں اب پہلی سی تمازت باقی نہیں رہی تھی، میرے رخسار کو سہلایا۔ کم از کم یوں تنہائی ملنے سے مجھے بڑا اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔ "ہم صرف اسی وقت خوش ہوتے ہیں جب تھکے ماندے ہوتے ہیں،" لُک نے ایک بار کہا تھا، اور یہ سچ ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھی جو صرف اسی وقت خوشی محسوس کرتے ہیں جب وہ اپنی توانائی کے اس حصے کو زیر کر لیتے ہیں جو ان سے مسلسل مطالبے کرتا رہتا ہے اور ہمیشہ ہی وسوسوں اور بدگمانیوں کا شکار رہتا ہے: وہ حصہ جو پوچھتا ہے "تم نے اپنی زندگی کا کیا کیا ہے؟ تم اس کا کیا کرنے والی ہو؟" سوالات جن کا میں صرف یہی جواب دے سکتی تھی "کچھ بھی نہیں۔"

ٹھیک اسی لمحے ایک حد درجے کا حسین وجمیل نوجوان پاس سے گزر رہا تھا۔ میری نگاہ ایک تو سولو اور انوکھی لاتعلقی کے ساتھ اس پر سے ہو کر گزر گئی۔ عام طور پر میں ایسے حسن سے کچھ گھبرا جاتی تھی جو مجھے بے حد نمایاں اور نا قابل حصول معلوم ہوتا ہو۔ یہ جوان، اگرچہ

دیکھنے میں بے حد دل کش تھا، میرے لیے اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ میرے لیے تو صرف لُک ہی حقیقی مرد تھا، گو اس کے لیے میں ہی تنہا عورت نہیں تھی۔ وہ ان سب کی طرف آسودہ خاطری سے، لیکن کسی رائے زنی کے بغیر، دیکھتا تھا۔

اچانک سمندر مجھے ایک دھند کے عقب میں دکھائی دینے لگا۔ میرا دم گھٹنے لگا۔ میں نے پیشانی کو چھوا، وہ پسینے سے تر تھی اور میرے بالوں کی جڑیں نم تھیں۔ ایک قطرہ میری پشت کے مبہم سے خم میں ریڑھ کے سہارے دھیرے دھیرے نشیب کی طرف بہنے لگا۔ شاید موت ایسی ہی ہوتی ہے: ایک نیل گوں دھندلاہٹ جس میں آدمی بہ تدریج ڈوبتا جاتا ہے۔ اس لمحے میں نے موت کی کوئی مزاحمت نہ کی ہوتی۔

یہ خیال میرے ذہن میں ایک آنی جانی لمحے کی سرعت کے ساتھ آیا۔ میں نے اسے فوراً گرفت میں جکڑ لیا: ''مجھے مرنا برا نہیں لگے گا۔'' اس کے باوجود، چیزیں تھیں جو مجھے عزیز تھیں: پیرس، پھولوں کی مہک، کتابیں، عشق، اور یہ زندگی جو میں لُک کی رفاقت میں گزار رہی تھی۔ وہ آغازِ وقت سے میرے لیے ہی بنا ہے، اور اگر تقدیر جیسی کسی چیز کا وجود ہے، تو ہمارا ملنا اس میں لکھا ہے۔ میری تقدیر یہ تھی کہ لُک مجھ سے رخصت ہوگا، اور مجھے کسی اور کے ساتھ ازسرِ نو تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، لیکن وہ سب جو میں نے اس کی رفاقت میں محسوس کیا ہے، پھر کبھی محسوس نہیں کر سکوں گی: اتنی پُرسکون، اتنی کم تنہا، اور اتنی آزاد کہ جو چاہوں کہہ سکوں، پُریقین کہ وہ سمجھ لے گا۔ لیکن وہ اپنی بیوی کے پاس چلا جائے گا، مجھے پیرس میں اپنے کمرے میں تنہا چھوڑ کر، ان لامتناہی دوپہروں، میرے مایوسی کے لمحوں، اور میرے غیر تسلی بخش معاشقوں کے سپرد کر کے۔ میں خود ترحمی کے مارے رونے لگی۔

کچھ دیر بعد میں نے ناک سنکی۔ میری توجہ اس کہن رسیدہ انگریز عورت پر گئی جو میرے بہت قریب بیٹھی نہایت خاموشی سے مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ میں شرم سے سرخ پڑ گئی۔ پھر میں نے زیادہ غور سے اسے دیکھا۔ میرا دل جذبۂ تکریم سے بھر گیا: یہاں ایک اور انسان موجود ہے، وہ مجھے دیکھ رہی ہے اور میں اسے، دونوں ایک دوسرے کو کھلی دھوپ میں گھور رہی ہیں، دونوں ہی کسی عظیم الہام کی دہلیز پر کھڑی ہیں، دو انسان، جن کی زبان تک مختلف ہے، دو کامل اجنبی۔ جلد ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک بید پر زور سے جھکے لنگڑاتی ہوئی

چلی گئی۔

مسرت ایک سپاٹ میدان کی مانند ہے جس میں راستے کے نشانات مفقود ہوتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میرے ذہن میں کین میں اپنے قیام کی کوئی واضح اور صریح یادیں موجود نہیں، سوائے اُن چند ناخوشی کے لمحات، لگ کے قہقہوں، اور دورانِ شب ہمارے کمرے میں بہ تدریج ڈوبتی ہوئی ببول کی یاس انگیز مہک کے۔ روزمرہ کی اکتاہٹ کے خلاف، مسرت شاید مجھ جیسے لوگوں کے لیے ایک دلیرانہ رویے کی علامت ہے۔ ٹھیک اسی لمحے مجھے بڑی اچھی طرح احساس ہوگیا کہ میرے نزدیک اس کا کیا مفہوم ہے۔ کیوں کہ جب میری نگاہیں لگ کی نظروں سے ملیں تو مجھے محسوس ہوا کہ میری دنیا میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے، وہ میری ساری پریشانیاں دور کر رہا ہے۔ جب وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا، تو مجھے معلوم تھا کہ وہ کیوں مسکرا رہا ہے، اور میرا جی بھی مسکرانے کو چاہا۔

مجھے ایک صبح کا ولولہ انگیز لمحہ یاد آتا ہے۔ لگ ریت پر لیٹا ہوا تھا، اور میں ایک تختے سے غوطہ لگا رہی تھی۔ میں سب سے بلند تختے پر چڑھی۔ مجھے ریتیلے ساحل پر لگ اور لوگوں کا ہجوم نظر آرہا تھا، اور اپنے نیچے پرسکون پانی، جس میں کوئی لمحہ جاتا تھا کہ میں غوطہ مارنے والی تھی، یوں جیسے کہ یہ ریشم ہو۔ میں عن قریب بڑی بلندی سے نیچے گر رہی ہوں گی، اور اپنے نزول کے دوران بالکل تنہا ہوں گی۔ لگ کی نظریں مجھ پر گڑی تھیں۔ اس نے ایک طنز آمیز اشارہ کیا، یہ دکھانے کے لیے جیسے اسے خوف آرہا ہو، اور میں کود پڑی۔ سمندر میرے سواگت کے لیے بلند ہوا اور اس میں غوطہ زن ہوتے ہوئے میں نے خود کو چوٹ لگا لی۔ میں تیرتی ہوئی کنارے پر آئی اور لگ کے برابر ریت پر ڈھیر ہوگئی، اور اس پر پانی کی چھینٹیں اڑائیں۔ میں نے اپنا سر اس کی خشک پیٹھ پر رکھ دیا اور اس کے کندھے کو چوما۔

''پاگل ہو، یا کوئی ریکارڈ قائم کر رہی ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''پاگل،'' میں نے جواب دیا۔

''یہی میں بھی فخر سے سوچ رہا تھا، جب تمھیں اتنی اونچائی سے اس لیے چھلانگ لگاتے دیکھا کہ میرے پاس واپس آجاؤ۔ اس سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔''

''تم خوش ہو؟ میں تو ہوں۔ ہونا بھی چاہیے کیوں کہ مجھے اپنے سے کبھی یہ سوال پوچھنے

کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے، ہے نا؟" مجھے صرف اس کی تنی ہوئی کھنچی گردن ہی نظر آ رہی تھی کیوں کہ وہ منہ کے بل لیٹا ہوا تھا۔" بہ ہر کیف، میں تمھیں بھلی چنگی حالت میں فرانسواز کو لوٹا رہی ہوں۔"

"قنوطی!" اس نے جواب میں کہا۔

"تم ہمارے مقابلے میں بہت کم قنوطی ہو،" میں نے کہا۔"عورتیں زیادہ قنوطی ہوتی ہیں۔ فرانسواز اور میرے مقابلے میں تم بس ایک چھوٹے سے لڑکے ہو۔"

"اتنی نہ بنو۔"

"تم مرد لوگ ہم سے زیادہ بنتے ہو،" میں نے کہا۔" بننے والی عورتیں بس مضحکہ خیز ہی لگتی ہیں؛ لیکن مردوں میں یہی وصف ایک طرح کی نمائشی مردانگی اختیار کر لیتا ہے جسے وہ پیٹ بھر کر استعمال کرتے ہیں تاکہ..."

"اپنے مسلمات ختم کر چکیں، محترمہ؟ مجھ سے موسم کی باتیں کرو، چھٹیوں میں بس اسی موضوع پر گفت گو کی اجازت ہے۔"

"یہ بہت، بہت اچھا ہے،" میں نے کہا، اور اپنی پشت کے بل ہو کر جلد ہی سو گئی۔

جب میں بیدار ہوئی تو اس وقت مطلع ابر آلود تھا، ساحل ویران ہو چکا تھا، اور میں تھکن سے چور چور تھی۔ لُک پورے کپڑے پہنے میرے برابر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا اور سمندر کے نظارے میں محو تھا۔ میں چند لمحے اسے دیکھتی رہی، یہ ظاہر کیے بغیر کہ بیدار ہو چکی ہوں۔ مجھے پہلی مرتبہ اس کی بابت خالص معروضی تجسس محسوس ہوا: "وہ کیا سوچ رہا ہوگا؟" میں نے سوچا،" آدمی ایک اجڑے ہوئے ساحل پر، سنسان سمندر کو دیکھتے ہوئے، کسی کے برابر بیٹھا جو گہری نیند میں ڈوبا ہوا ہو، بھلا کس چیز کے بارے میں سوچتا ہے؟" میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے بازو کو چھوا۔ وہ چونکا تک نہیں۔ وہ کبھی چونکتا نہیں تھا، اور شاذ ہی کبھی متحیر ہوتا تھا، اور اپنی آواز تو شاید کبھی نہیں بلند کرتا تھا۔

"اچھا، تو تم بیدار ہو گئیں،" اس نے کاہلی سے کہا۔ اپنے کو سیدھا کیا۔" چار بجے ہیں۔" میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"چار بجے ہیں؟ تمھارا مطلب ہے میں چار گھنٹے سوتی رہی ہوں؟"

''کھلبلاؤ نہیں،'' لُک بولا۔ ''کوئی خاص کام تو ہمیں کرنا نہیں ہے۔''

اس کے الفاظ میں مجھے اندیشے کی بو آئی۔ ٹھیک ہے، جب ہم ساتھ ہوتے تو کرنے کے لیے دھرا ہی کیا تھا، کوئی کام نہیں تھا، مشترکہ دوست احباب نہیں تھے۔ ''تمھیں اس پر افسوس ہے؟'' میں نے استفسار کیا۔

اس نے میری طرف رخ کیا اور مسکرا دیا۔ ''نہیں، میں تو اس کا متوالا ہوں! سویٹر پہن لو، جانِ من، کہیں سردی نہ لگ جائے۔ چلو ہوٹل چل کر چائے پییں۔'' کوازیت پر، چوں کہ اب سورج غروب ہو چکا تھا، غم انگیز اداسی اتر آئی تھی؛ ہلکی سی ہوا پام کے قدیم درختوں میں سرسرا رہی تھی، ہوٹل نیند میں ڈوبا ہوا لگ رہا تھا۔ ہم نے چائے اوپر ہی منگوا لی۔ میں گرم گرم پانی سے نہائی اور پھر لُک کے برابر آ کر بیٹھ گئی، جو بستر میں کچھ پڑھ رہا تھا، اور اب تب سگریٹ کی راکھ بھی جھاڑتا جا رہا تھا۔ باہر پھیلے سرمئی آسمان کو دور کرنے کے لیے ہم نے دریچوں کی جھلملیاں گرا دی تھیں: کمرا گرم اور سکھ بھرا تھا۔ میں کسی لاش یا فربہ اندام کی طرح پیٹ پر ہاتھ باندھے چت پڑی تھی۔ میں نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ صرف لُک کے ورق پلٹنے کی سرسراہٹ یا بہت دور موجوں کے چھپاکوں کی آوازیں ہی سنائی دے رہی تھیں۔

میں سوچ رہی تھی: ''میں لُک کے قریب ہوں، اس کے برابر لیٹی ہوئی ہوں۔ صرف ہاتھ بڑھانے کی دیر ہے اور میں اسے چھو سکتی ہوں۔ میں اس کے جسم سے مانوس ہوں، اس کی آواز سے، اس کے سونے کے انداز سے۔ اس وقت وہ کچھ پڑھ رہا ہے اور میں تھوڑی سی اکتائی ہوئی ہوں، لیکن یہ ناگوار نہیں۔ تھوڑی دیر میں ہم ڈنر کھائیں گے، پھر سو جائیں گے، اور تین دن بعد ہمیں جدا ہونا پڑے گا۔ یہ سب شاید دوبارہ نہیں ہوگا۔ لیکن یہ لمحہ ہمارا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ عشق ہے، یا یہ کہ بس ہم ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو رہے ہیں، اور یہ اہم نہیں۔ ہم تنہا ہیں، لیکن جدا جدا۔ اسے گمان بھی نہ ہوگا کہ میں ہمارے بارے میں سوچ رہی ہوں؛ وہ پڑھ رہا ہے۔ لیکن ہم ساتھ ساتھ ہیں، وہ اپنی حرارت یا سرد مہری کا جو کچھ بھی دے سکتا ہے، مجھے میسر ہے۔ چھ ماہ بعد، جب ہم ایک دوسرے سے شاید پھر نہ مل رہے ہوں گے، میں اس لمحے کو بھول چکی ہوں گی اور صرف دوسرے ہی یاد ہوں گے، وہ دوسرے اضطراری، مبہم اور شاید احمقانہ لمحے، اور اس کے باوجود شاید یہی وہ لمحہ ہوگا جسے میں نے سب

سے زیادہ چاہا ہوگا، وہ لمحہ جب میں نے یہ قبول کیا کہ زندگی بے کم و کاست ویسی ہی ہے جیسی نظر آتی ہے، یہ یک وقت پرسکون اور دل خراش دونوں۔" میں نے ہاتھ بڑھا کر کتاب لُک سے لے لی۔ یہ لفظی فنونیادتھی، اور وہ مجھ سے ہمیشہ اسے پڑھنے کے لیے کہتا رہا تھا۔ میں ہنسنے لگی، اور وہ میری ہنسی میں شامل ہو گیا، اور ہم ساتھ ساتھ کتاب پڑھنے لگے، گال سے گال ملائے، اور جلد ہی منہ سے منہ، بہ ایں طور کہ کتاب فرش پر جا گری اور لذت ہم پر یوں چھا گئی جیسے کین پر رات۔

آخر کار رخصت کا دن آ پہنچا۔ گزشتہ شام ہم اس کے ذکر سے گریز کرتے رہے تھے کیوں کہ ہم دونوں ہی خوف زدہ تھے، وہ میرے جذباتی ہو جانے سے، اور میں، کہ کہیں میرا دم نہ نکل جائے، جس کا میرے خیال میں وہ نیم متوقع تھا۔ دوران شب میں کئی بار دہشت کے مارے جگ پڑی اور یہ یقین کر لینے کے لیے کہ وہ ہنوز وہیں ہے، میرے پہلو میں سویا ہوا ہے، اسے ہاتھوں سے ٹٹولا۔ اور ہر بار، جیسے وہ خود چوکنا ہو، یا جیسے بڑی پکی نیند سو رہا ہو کہ میرے وسوسوں کا شعور باقی ہو، اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا، میرے گال پر ہاتھ رکھا، اور سرگوشی کی: "میں یہ رہا، یہ رہا،" جس طرح آدمی کسی جانور کی تسلی کے لیے کرتا ہے۔ یہ نیم خوابی کی ایک گداز شب تھی، جس کا تسلسل زیرِلب سرگوشیوں سے ٹوٹتا رہا جو بول کی مہک سے بوجھل تھیں جسے ہم اپنے پیچھے چھوڑے جا رہے تھے۔ پھر صبح وارد ہوئی اور ناشتا۔ لُک نے اپنا سامان باندھا۔ ساتھ ساتھ میں نے بھی اپنا، اور ہم نے اس راستے پر گفت گو کی جو ہمیں اختیار کرنا تھا اور ان ریستورانوں پر جو اس راستے میں پڑتے تھے۔ مجھے خود کو اس قدر پرسکون اور دلیر ظاہر کرنے پر غصہ آ رہا تھا، جب کہ میں دلیر نہیں تھی، اور نہ مجھے دلیر ہونے کی کوئی ضرورت تھی۔ اس وقت اگر میں کچھ محسوس کر رہی تھی تو یہ ایک مبہم سی بے چینی ہی تھی، اور کچھ نہیں۔ ہم اپنا اپنا کردار ہی تو انجام دے رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس وقت اسی کردار سے وابستہ رہنا زیادہ ہوش مندانہ فعل ہے، کیوں کہ میں اسے چھوڑنے سے قبل رنج و محن میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی تھی؛ یہ کہیں بہتر تھا کہ شائستہ میانہ روی کا رویہ، حرکات، اور

چہرہ اپنایا جائے۔

''اچھا، تو تیار ہیں؟'' انجامِ کار اس نے کہا۔ ''میں انھیں فون کرتا ہوں کے سامان اٹھوا دیں۔''

مجھے اس گھڑی کا بھرپور شعور تھا۔

''چلو، آخری بار بالکونی پر چلیں،'' میں نے میلوڈراما‏ئی آواز میں کہا۔

وہ پریشان ہو گیا، پھر، میرے تاثر کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔

''تم مشکل اسامی ہو، قنوطی۔ تم مجھے پسند ہو۔''

ہم کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے تھے۔ اس نے اپنے بازو میرے گرد ڈال کر مجھے نرمی سے ہلایا: ''معلوم ہے تمھیں، دو ہفتے کی مسلسل ہم خوابگی کے بعد کسی سے یہ کہنا، 'تم مجھے پسند ہو' بڑی نادر بات ہے۔''

''یہ ہم خوابگی نہیں تھی،'' میں نے ہنستے ہوئے احتجاج کیا: ''ماہِ عسل تھا۔''

''پھر تو اور بھی زیادہ صحیح ہے،'' وہ بولا، مجھ سے پرے ہٹتے ہوئے۔

اس لمحے مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھے چھوڑ کر جا رہا ہو، اور میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اسے کوٹ کے گریبان سے پکڑ کر روک لوں۔ یہ ایک اڑتا ہوا سا خیال تھا، اور اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔

واپسی پر کچھ راستہ میں نے موٹر چلائی۔ لُک نے کہا کہ ہم پیرس رات کے وقت پہنچیں گے، کہ وہ اگلے روز مجھے فون کرے گا اور فرانسواز کے ساتھ لنچ کا بندوبست، جو مضافات میں اپنی والدہ کے ساتھ دو ہفتے گزار کر گھر واپس آ چکی تھی۔ مجھے اتنی جلد فرانسواز سے ملنے کا خیال اچھا نہیں لگا، لیکن لُک نے کہا کہ میں ہمارے ٹرپ کی بابت کچھ نہ کہوں اور کہ وہ فرانسواز سے سب کچھ خود طے کر لے گا۔ میں اپنے کو ان دونوں کے ساتھ خزاں گزارتے ہوئے دیکھ سکتی تھی، اور کبھی کبھار لُک سے چوری چھپے کے ایک بوسے کے لیے یا ایک رات کے لیے ملتے ہوئے۔ مجھے کبھی اس کا یقین نہیں تھا کہ وہ میری خاطر فرانسواز کو چھوڑ دے گا، اول تو اس لیے کہ اس نے مجھے پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا، دوسرے یہ کہ مجھے احساس ہوا کہ فرانسواز کو ٹھیس پہنچانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اگر اس نے اس سے علاحدہ ہونے کی

پیش کش کی بھی ہوتی، تو کم از کم اس لمحے تو میں اسے شاید قبول نہ کرتی۔

اس نے بتایا کہ اسے بہت سا کام نمٹانا ہے، گو اس میں اسے بہت زیادہ دل چسپی نہیں۔ باقی رہی میں، تو نئی میقات شروع ہونے والی تھی، اور مجھے اپنی پڑھائی جاری رکھنی ہوگی جس سے پہلے ہی میرا دل اس قدر اوب گیا تھا۔ جب ہم پیرس پہنچے تو دونوں ہی خود کو بہت بے حوصلہ محسوس کر رہے تھے، لیکن مجھے اس کا ملال اس لیے نہیں تھا کہ یہ حالت دونوں کے لیے یکساں تھی: ایک جیسی کم ہمتی، ایک جیسی واماندگی اور، نتیجے میں، ایک دوسرے سے چمٹے رہنے کی ایک جیسی ضرورت۔

ہم رات گئے پیرس پہنچے۔ 'پورت دیتلی' پر میں نے لگ پر نگاہ ڈالی، جو تھکا ہوا نظر آیا، اور میں نے سوچا کہ ہم نے اپنی بے باک مہم کو بہ حسن وخوبی انجام دے لیا ہے۔ کچھ بھی سہی، ہم بالغ تھے، مہذب، اور معقول۔ ناگاہ میں نے خود کو دیوانگی اور دہشت کی حد تک فرومایہ محسوس کیا۔

تیسرا حصّہ

۱۱

میں جب بھی پیرس لوٹی ہوں یہ مجھے کبھی اجنبی نہیں معلوم ہوا ہے، بلکہ ہمیشہ اپنے گھر کی طرح مانوس۔ اس کی سڑکوں پر گھومتے ہوئے، جو گرمیوں کے بعد ہنوز اجاڑ اور سنسان تھیں، میں آج بھی اس کی دل کشی سے مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ لُک کی عدم موجودگی کے تین طویل اور خالی خالی دنوں میں پیرس نے میرا دھیان بٹائے رکھا۔ میں ہر وقت اسے ڈھونڈتی رہتی، اور رات کو اس کے ہاتھ کی متلاشی رہتی، اور ہر بار اس کی غیر موجودگی مجھے غیر قدرتی اور بلا ضرورت لگتی۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے پر، اس کے ساتھ گزارے ہوئے دو ہفتے مجھے تسلی بخش اور تلخ دونوں ہی معلوم ہوئے۔ عجیب بات ہے مجھے شکست خوردگی کا کوئی احساس نہیں تھا، بل کہ یوں لگتا تھا جیسے کوئی کارنامہ انجام دیا ہو۔ اس سے مجھے یہ خیال گزرا کہ کہیں یہ احساس کسی ایسے ہی دوسرے تجربے کی امید کو میرے لیے مشکل اور شاید تکلیف دہ نہ بنا دے۔

عن قریب بیرتراں واپس آ جائے گا۔ میں اس سے کیا کہوں گی؟ میں جانتی تھی کہ وہ مجھے واپس حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیا مجھے ہماری قربت کی تجدید کرنی چاہیے؟ سب سے بڑھ کر، کیا میں لُک کے علاوہ کسی اور کی قربت کی متحمل بھی ہو سکوں گی؟

لُک نے اگلے دن فون نہیں کیا، نہ اس کے بعد والے دن۔ میں نے اسے ان الجھنوں پر محمول کیا جو فرانسواز کے ساتھ پیدا ہوئی ہوں گی، اور یوں اپنے کو کافی اہم گردانا، لیکن نادم بھی۔ میں نے بہت زیادہ مٹرگشت کی، اور آنے والے سال کے بارے میں مبہم طور پر سوچا۔ شاید مجھے کام کرنے کے لیے قانون کے مقابلے میں کوئی نسبتاً زیادہ دل چسپ چیز مل جائے؟ لُک نے کہا تھا کہ وہ اپنے کسی دوست سے مجھے ملوانا چاہتا ہے جو اخبار کا مدیر ہے۔ اب تک،

اپنی عادی مجہولیت کے سبب، میں نے اپنی مشکلات کے نعم البدل کے طور پر ہمیشہ جذباتیت میں پناہ ڈھونڈی تھی؛ اب میں اسے کسی پیشے میں تلاش کر رہی تھی۔

دو دن کے بعد لُک کو دیکھنے کی خواہش نا قابل برداشت ہوگئی۔ فون کرنے کی جرأت مفقود پا کر میں نے اسے ایک مختصر سا رقعہ لکھ بھیجا کہ مجھے فون کر لے۔ اس نے اگلے دن یہی کیا، اور کہا کہ وہ فرانسواز کو مضافات سے لینے گیا ہوا تھا، اسی لیے اس سے پہلے فون نہ کر سکا۔ میرا خیال تھا کہ یہ میری کمی محسوس کرنے کی وجہ سے تھا۔ جب، ایک لمحے بعد، اس نے یہی بات کہی، تو میری چشم تصور میں ایک قہوہ خانہ آیا جہاں ہم ملیں گے، اور وہ مجھے اپنی آغوش میں بھر لے گا، کہے گا کہ میرے بغیر زندہ رہنا اس کے لیے دوبھر ہو گیا ہے، کہ گذشتہ دو دن کی جدائی اس پر شاق گزری ہے۔ تب میں جواب میں سچ سچ کہہ دیتی کہ یہی سب مجھ پر بھی گزری ہے اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیا ہوتا۔ لیکن جب عملاً ہم قہوہ خانے میں ملے، تو اس نے بتایا کہ فرانسواز ٹھیک ٹھاک ہے، کہ اس نے کوئی جرح نہیں کی، اور کہ وہ زیادتیِ کار سے بولایا ہوا ہے۔ وہ بولا: ''تم بہت پیاری لگ رہی ہو!'' اور میری ہتھیلی چوم لی۔

اپنے گہرے رنگ کے سوٹ میں وہ مجھے بدلا بدلا اور پر کشش نظر آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ تیکھا اور تھکا ماندہ لگ رہا تھا۔ یہ احساس کہ وہ اب میرا نہیں رہا ہے کس قدر عجیب معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے اب یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ میں اس کے ساتھ اپنے قیام سے 'فائدے' میں (مجھے یہ لفظ ناپسند ہے) نہیں رہی ہوں۔ میں کافی شگفتگی سے باتیں کرتی رہی، اور وہ بھی، لیکن ہم دونوں ہی مصنوعی لگ رہے تھے: شاید اس لیے کہ متعجب تھے کہ آدمی اتنی آسانی کے ساتھ دو ہفتے کسی کے ساتھ رہے اور اس کے باوجود کوئی اہم بات واقع نہ ہو۔ جب وہ اٹھا تو اچانک مجھ پر برہمی طاری ہوگئی اور اس سے تقریباً کہہ دیا: ''کہاں جا رہے ہو؟ کیا مجھے تنہا چھوڑے جا رہے ہو؟'' وہ چلا گیا، اور میں اکیلی رہ گئی۔ کرنے کے لیے میرے پاس ایسا کوئی خاص کام نہیں تھا۔ میں نے سوچا: ''یہ سب کس قدر احمقانہ ہے!'' اور اپنے شانے جھٹکائے۔ کوئی گھنٹا بھر سڑکوں پر ماری ماری پھرتی رہی، ایک دو قہوہ خانوں میں گئی، اس امید میں کہ بعض دوستوں سے ملاقات ہو جائے، لیکن کوئی بھی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ میں اب بھی دو ہفتے گزارنے لیُون جا سکتی تھی، لیکن چوں کہ دو دن بعد مجھے لُک اور فرانسواز سے کھانے پر

ملنا تھا، میں نے اس کے بعد ہی جانے کا فیصلہ کیا۔

وہ دو دن میں نے سینما میں گزارے یا اپنے بستر ے میں پڑی سوتی یا مطالعہ کرتی رہی۔ مجھے اپنا کمرا غیر مانوس لگا۔ ڈنر کی شب میں نے رکھ رکھاؤ سے کپڑے پہنے اور ان کے گھر پہنچی۔ جب گھنٹی بجا رہی تھی تو ایک لمحے کے لیے مجھ پر خوف طاری ہوگیا، لیکن فرانسواز خود ہی دروازہ کھولنے آئی اور اس کی مسکراہٹ نے فوراً میرا سکون لوٹا دیا۔ میں جانتی تھی، اور جیسا کہ خود لُک نے بھی کہا تھا، اس کا طرزِ عمل کبھی تمسخرانہ نہیں ہوگا، اور وہ کبھی ایسا انداز اختیار نہیں کرے گی جو اس کے فراواں کرم اور وقار کے منافی ہو۔ اس کے ساتھ کبھی بھی بے وفائی نہیں کی گئی، نہ کبھی کی جاسکے گی۔

خاصی عجیب دعوت تھی۔ ہم تینوں وہاں تھے، ہر چیز حسب سابق تھی، بس یہ تھا کہ ہم نے کچھ زیادہ ہی پی لی تھی۔ فرانسواز کے انداز سے مترشح تھا کہ اسے کسی بات کا علم نہیں ہوا ہے، لیکن مجھے یہ خیال ضرور گزرا کے وہ پہلے کے مقابلے میں مجھے زیادہ توجہ کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ لُک، میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے، گاہے گاہے مجھ سے کچھ کہتا، اور میں نے طے کرلیا تھا کہ اس کی ہر بات کا جواب حتیٰ المقدور خوش مزاجی اور فطری انداز میں دوں گی۔ بیرتراں کا ذکر آ گیا، جس کی واپسی اگلے ہفتے متوقع تھی۔ ''تب میں یہاں نہ ہوں گی،'' میں نے کہا۔

''تو کہاں ہوگی؟'' لُک نے پوچھا۔

''میں شاید چند دن اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں۔''

''اور لوٹیں گی کب؟'' (یہ پوچھنے والی فرانسواز تھی۔)

''دو ہفتے بعد۔''

''دومی نیک، اب مجھے تمھیں 'تم' ('tu') کہ کر مخاطب کرنا ہی ہوگا،'' وہ بولی۔ ''تمھیں مسلسل 'آپ' ('vous') کہے جانا نہایت مضحکہ خیز ہے۔''

''کیوں نہ ہم سبھی ایک دوسرے کو 'تم' سے مخاطب کریں،'' لُک نے قہقہہ لگا کر کہا، اور گراموفون کی طرف قدم بڑھائے۔ میری آنکھیں اس کا تعاقب کرتی رہیں، اور جوں ہی میں فرانسواز کی طرف مڑی تو دیکھا وہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے بھی اسے

غور سے دیکھا، قدرے بے چینی محسوس کرتے ہوئے، لیکن اس عزم کے ساتھ کہ اس سے نظریں چراتی ہوئی نظر نہیں آؤں گی۔ اس نے ایک ننھی سی دردناک مسکراہٹ کے ساتھ لمحہ بھر کے لیے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا اور میں بے چین ہو گئی:

''آپ ...تم ہمیں پوسٹ کارڈ تو بھیجوگی، بھیجو گی نا، دومی نیک؟ تم نے ابھی تک نہیں بتایا کہ تمھاری والدہ کیسی ہیں؟''

''بالکل ٹھیک ہیں،'' میں نے کہا۔ ''وہ...''

میں چپ ہو گئی کیوں کہ لُک نے اسی دھن کا رکرڈ لگا دیا تھا جو کین میں ہر جگہ بجائی جا رہی تھی، اور ایک دھچکے کے ساتھ مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ اس نے ہماری طرف رخ نہیں کیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے فرانسواز کی آسودہ خاطری، جو خالص نہیں تھی، اور لُک کی غیر حقیقی جذباتیت کے درمیان خود کو حواس باختہ محسوس کیا۔ یہ سب اس قدر الجھا ہوا تھا۔ مجھے بھاگ جانے کی خواہش ہوئی۔

''مجھے یہ دھن پسند ہے،'' لُک نے آہستہ سے کہا۔

وہ بیٹھ گیا، اور مجھے احساس ہوا کہ وہ کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچ رہا ہے، حتیٰ کہ اس مختصر سی تلخ تکرار کے بارے میں بھی نہیں جو رکارڈوں کو یادگاروں کے طور پر رکھنے کی بابت ہمارے درمیان ہوئی تھی۔ بس یہ دھن اس کے دماغ میں چکرا رہی ہوگی اور اسے اپنے اعصاب سے خارج کرنے کے لیے وہ رکارڈ خرید لایا ہوگا۔

''مجھے بھی بے حد پسند ہے،'' میں نے کہا۔

اس نے نظریں میری طرف اٹھائیں، کچھ یاد کیا، اور اس قدر نرمی سے اور علی اعلان مسکرایا کہ میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔ فرانسواز نے سگریٹ سلگایا۔ میں بالکل بھونچکی رہ گئی۔ ہماری صورت حال کو جعلی بھی نہیں کہا جا سکتا تھا، کیوں کہ ہمیں بس اس کے ذکر ہی کی تو ضرورت تھی، اور اس کی کہ ہر ایک اپنا اپنا مشورہ دے، سکون اور معروضیت کے ساتھ، یوں جیسے معاملے کا ہماری ذات سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

''ہاں، تو کیا ہم وہ کھیل دیکھنے چل رہے ہیں؟'' لُک نے پوچھا اور مجھ سے اس کی وضاحت کرنے کے لیے مڑا، ''ہمیں ایک نیا کھیل دیکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ہم سب جا سکتے ہیں۔''

''ہاں، ہاں،'' میں نے کہا۔ ''کیوں نہیں؟'' میں ہذیانی قہقہے کے ساتھ تقریباً یہ اور اضافہ کرنے والی تھی: ''جتنے زیادہ ہوں گے اتنا ہی زیادہ مزہ آئے گا۔''

فرانسواز مجھے اپنے کمرے میں لے گئی تا کہ اپنا کوئی کوٹ مجھے پہنا کر دیکھے، جو میرے والے سے زیادہ دل کش ہو۔ اس نے ایک دو پہنائے، اور مجھے گھما گھما کر معائنہ کرتی رہی کہ کھڑے کالر کے ساتھ میں کیسی لگتی ہوں۔ ایک موقعے پر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے میرے چہرے کے آگے کر دیا اور میں نے اپنی ہذیانی کیفیت میں سوچا: ''میں اس کے رحم و کرم پر ہوں؛ شاید وہ میرا گلا گھونٹنے یا مجھے ذبح کرنے والی ہے۔'' لیکن وہ صرف مسکرا دی۔

''تم اس میں قدرے گم ہو گئی ہو۔''

''بالکل ٹھیک کہا،'' میں نے جواب دیا، لیکن میں کوٹ کا نہیں سوچ رہی تھی۔

''جب تم لوٹ آؤ گی، یہ اشد ضروری ہے کہ میں تم سے ملوں۔''

تو یہ بات ہے، میں نے سوچا۔ وہ لُک سے آیندہ کوئی تعلق نہ رکھنے کے لیے مجھ سے کہے گی۔ کیا میں یہ قبول کر سکوں گی؟ مجھے جواب معلوم تھا، یہی کہ میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گی۔

''میں نے تمھاری دیکھ بھال کا فیصلہ کر لیا ہے،'' فرانسواز نے بات جاری رکھی، ''میں تمھیں خوش لباس بنانے میں مدد کروں گی، اور تمھیں چند ایسی چیزیں دکھاؤں گی جو ان تمام طالب علموں اور کالج کی لائبریریوں سے کہیں زیادہ نشاط انگیز ہیں۔''

اے خدا! میں نے سوچا۔ ایسی بات کہنے کا یہ مناسب موقع نہیں ہے۔

''کیوں، کیا یہ تمھیں پسند نہیں؟'' جب میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بولی۔ ''مجھے ہمیشہ یہی محسوس ہوا ہے جیسے تم میری بیٹی ہو''—اس نے یہ تھوڑا سا ہنستے ہوئے کہا—''اس کے باوجود کہ تم ہیجان زدہ ہو اور زندگی کے صرف دانش ورانہ پہلو ہی میں دل چسپی رکھتی ہو...''

''یہ آپ کی بے حد مہربانی ہے،'' میں نے کہا، اور ''بے حد'' پر زور دیا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔''

''یہ سب مجھ پر چھوڑ دو،'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

میں عجیب گورکھ دھندے میں آ پھنسی ہوں، میں نے سوچا، لیکن اگر فرانسواز مجھے پسند کرتی ہے، اور مجھ سے ملتے رہنے کی خواہش مند ہے، تو اس بہانے مجھے لُک سے ملنے کے مواقع اکثر و بیش تر ملتے رہیں گے۔ شاید میں اسے لُک کے بارے بتا سکوں۔ ممکن ہے دس سال ازدواجی زندگی گزار چکنے کے بعد وہ ان باتوں کی بہت زیادہ پروانہ کرے۔

''مجھ میں کیا بات ہے جو آپ مجھے اتنا زیادہ پسند کرتی ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''تمھاری فطرت بھی لُک جیسی ہی ہے۔ تم دونوں میں ناخوش رہنے کا رجحان ہے، اور مجھ جیسی کسی زہرہ کی تسلی کے ضرورت مند ہو۔ تمھارے لیے کوئی جائے فرار نہیں!''

تصور میں مَیں نے مزاحمت ترک کر دی۔ تھیٹر میں لُک کی طبیعت نہایت شگفتہ رہی۔ فرانسواز اشارے کر کے بتاتی رہی کہ کون، کون ہے، اور ہر ایک کی رسوائی کی حکایتیں سناتی رہی۔ وہ مجھے میری 'پاں سیوں' پہنچانے آئے، اور لُک نے برملا میری ہتھیلی کا بوسہ لیا، اور مجھے قدرے پراگندہ خاطر کر دیا۔ جلد ہی میں سو گئی اور صبح ہونے پر ٹیون جانی والی ریل گاڑی میں جا سوار ہوئی۔

۱۲

لیکن یُون سرمئی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا اور میں نا قابل برداشت مجہولیت کا شکار تھی۔ اب یہ صرف مجہولیت ہی نہیں تھی، بل کہ کسی کی آرزو بھی۔ ہفتے کے ختم پر میں پیرس واپس چلی آئی۔ گھر سے نکل ہی رہی تھی کہ میری والدہ اچانک بیدار ہو گئیں اور مجھ سے پوچھا کہ کیا میں خوش ہوں۔ میں نے انھیں یقین دلایا کہ بالکل خوش ہوں، کہ مجھے قانون کی پڑھائی پسند ہے، کہ بہت محنت کر رہی ہوں، اور میرے بہت سے دوست ہیں۔ مطمئن ہو کر وہ پھر اپنی افسردہ دلی کی طرف لوٹ گئیں۔ اس بار میرے دل میں انھیں لحہ بھر کے لیے بھی اپنا شریک راز بنانے کی خواہش پیدا نہ ہوئی جس طرح گذشتہ سال ہوئی تھی۔ پھر میں ان سے کہتی بھی کیا؟ میں یقیناً بالغ ہوتی جا رہی تھی۔

'پاں سیوں' پہنچنے پر مجھے بیرتراں کا رقعہ منتظر ملا جس میں لکھا تھا کہ یہاں پہنچتے ہی اسے فون کر لوں۔ بے شک وہ مجھ سے وضاحت کا طلب گار تھا (کیترن کے حزم و احتیاط پر مجھے بہت زیادہ بھروسا نہیں تھا) اور کم از کم اتنا حق اسے ضرور پہنچتا تھا۔ میں نے اسے فون کیا اور ہم نے ملاقات کا طے کیا۔ دریں اثنا میں یونی ورسٹی کے ریستوراں میں اپنی آمد درج کرانے گئی۔

چھ بجے میں بیرتراں سے 'شاہ راہ سیں ژاک' کے ایک قہوہ خانے میں ملی، اور یوں محسوس ہوا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا اور ہر چیز دوبارہ شروع ہو جائے گی۔ لیکن جوں ہی وہ کھڑا ہوا اور میرے رخسار پر تعظیماً بوسہ دیا تو میں یک بارگی حقیقت کی طرف لوٹ آئی۔ میں نے خود کو سبک دل اور سبک سر ظاہر کرنے کی کم زور سی کوشش کی۔

''تم اب زیادہ دل کش نظر آنے لگے ہو،'' میں نے پورے خلوص کے ساتھ کہا، اور خفیف سی سنک کے ساتھ: ''ہائے افسوس!''

''اور تم بھی،'' اس نے مختصراً کہا۔ ''میں چاہتا تھا کہ تمھیں معلوم ہوجائے: کیتھرن نے مجھے سب کچھ بتادیا ہے۔''

''کاہے کے بارے میں؟''

'''رِویرا' میں تمھارے قیام کے بارے میں۔ غالباً تم وہاں لُگ کے ہم راہ تھیں، کیا نہیں؟''

''ہاں،'' میں نے کہا۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ برہم نظر نہیں آرہا تھا، بل کہ پرسکون، قدرے دکھی۔

''خیر۔ میں نصف حصے پر قانع ہونے والا آدمی نہیں ہوں۔ مجھے اب بھی تم سے محبت ہے: اتنی کہ تمھیں معاف کردوں، لیکن اتنی نہیں کہ خود کو رقابت کا تعیش بہم پہنچا سکوں، اور دوبارہ وہی اذیت اٹھاؤں جو اِس موسمِ بہار میں اٹھائی ہے۔ تمھیں ہم دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلینا چاہیے۔''

یہ سب اس نے ایک ہی سانس میں کہ دیا۔

انتخاب کا سوال ہی نہیں تھا۔ میں مخمصے میں گرفتار ہوگئی تھی۔ لُگ کے مطابق میں نے بیرتراں کو کبھی اپنے لیے ایک مسئلہ نہیں سمجھا تھا۔

''یا تم لُگ سے ملنا جلنا چھوڑ دو، اور ہم پہلے جیسے ہوجائیں، یا ملتی جلتی رہو، اور ہم بس اچھے دوستوں کی طرح رہیں۔ معاملہ ختم۔''

''سمجھی۔'' کہنے کے لیے کوئی اور بات مجھے سجھائی نہ دی۔ وہ زیادہ بالغ اور سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ میں تقریباً اس کی گرویدہ ہوگئی۔ لیکن وہ میرے لیے کچھ بھی نہیں تھا، بالکل کچھ بھی نہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا:

''مجھے واقعی بے حد افسوس ہے،'' میں نے کہا۔ ''میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔''

وہ لمحہ بھر خاموش رہا اور کھڑکی کے باہر دیکھتا رہا۔

''یہ میرے لیے دشوار ہوگا،'' وہ بولا۔

''مجھے تمھیں تکلیف پہنچانے سے نفرت ہے،'' میں نے بات جاری رکھی۔ مجھے سچ مچ کرب محسوس ہو رہا تھا۔

''سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ نہیں ہے،'' اس نے کہا، جیسے اپنے سے محوِ کلام ہو۔ ''اگر آدمی فیصلہ کر ڈالے تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن جب وہ گومگو کی حالت میں ہو...'' وہ میری طرف مڑا۔ ''تم اسے چاہتی ہو؟''

''ہرگز نہیں،'' میں نے کہا، چیں بہ جبیں ہوکر۔ ''چاہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہماری خوب نبھتی ہے، بس اتنی سی بات ہے۔''

''کبھی مصیبت پڑے تو میں یہاں موجود ہوں،'' وہ بولا۔ ''اور میرا خیال ہے کہ پڑے گی۔ تم دیکھنا۔ لُک میں کچھ نہیں دھرا۔ وہ بس ایک دل گرفتہ عبقری ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

مسرت کی ایک لہر کے ساتھ مجھے لُک کی نرمی اور قہقہہ یاد آئے۔

''یقین کرو۔'' اس نے ایک طرح کی برانگیختگی کے ساتھ اضافہ کیا: ''بہ ہر کیف، میں ہمیشہ موجود ہوں گا، تم جانو، دومی نیک۔ مجھے تمھارے قرب میں بڑی راحت ملی ہے۔''

ہم دونوں کے بس آنسو نکلنے ہی والے تھے۔ اس کے، اس لیے کہ سب کچھ ختم ہو رہا تھا اور اس کے باوجود اسے مبہم سی امید باقی تھی، اور میرے، اس لیے کہ میں نامعلوم مہم پر نکلنے کے لیے اپنے قدرتی محافظ کو کھو رہی تھی۔ میں کھڑی ہوئی اور اس کو ہلکے سے چوم لیا:

''خدا حافظ، بیرتراں۔ مجھے معاف کر دینا۔''

''ہاں، خدارا اب چلی جاؤ!'' اس نے نرمی سے کہا۔

مکمل پست ہمتی کے عالم میں مَیں وہاں سے رخصت ہوئی۔ سال تو بھی کیا خوب امکان ساتھ لایا ہے!

کیترِن میرے کمرے میں بستر پر نہایت رنج و الم کے عالم میں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ پڑی اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے اسے گرم جوشی کے بغیر تھام لیا، اور بیٹھ گئی۔

''معذرت کرنے آئی ہوں، دومی نیک۔ شاید مجھے بیرتراں سے کچھ نہیں کہنا چاہیے

تھا۔تمھارا کیا خیال ہے؟''

یہ سوال پوچھنے پر میں نے دل ہی دل میں اسے داد دی۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ بہتر ہوتا کہ میں خود ہی اسے بتا دیتی، بہ ہر حال، یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں۔''

''چلو یہ اچھا ہے۔'' اس نے سکون کا سانس لیا۔

وہ دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی اور مطمئن اور پرجوش نظر آنے لگی۔

''اچھا، اب مجھے سب کچھ بتاؤ!''

میں نے جواب نہیں دیا، بس زور سے ہنس پڑی۔

''سچ کیترن، تم نے تو حد ہی کر دی! پہلے بیرتراں کو دھکا دے کر چلتا کیا، اور جب وہ راستے سے ہٹ گیا تو کوئی اور بھڑک دار بات سننے کو مری جاری ہو۔''

''مذاق نہ اڑاؤ،'' اس نے 'ننھی بچی' والے انداز میں کہا۔ ''مجھے سب کچھ بتاؤ۔''

''کچھ ہو تو بتاؤں،'' میں نے مختصر سا جواب دیا۔ ''بس 'ریویرا' میں کسی کے ساتھ جو مجھے پسند ہے دو ہفتے رہی۔ مختلف وجوہ کی بنا پر قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔''

''شادی شدہ ہے؟'' اس نے عیاری سے پوچھا۔

''نہیں۔ بس ایک گونگا بہرا ہے۔ ہاں، مجھے اب اپنا سامان کھولنا چاہیے۔''

''خیر میں انتظار کروں گی۔ وقت آنے پر تم خود ہی بتا دوگی،'' وہ بولی۔

بدترین یہ کہ شاید یہ درست بھی تھا، میں نے کپڑوں کی الماری کھولتے ہوئے سوچا، ایک دن جب میں دل شکستہ ہوں گی ...

''اب میری سنو،'' کیترن بولے گئی، جیسے کوئی انکشاف کرنے والی ہو، ''مجھے محبت ہو گئی ہے۔''

''کس سے؟ اچھا، وہی ہوگا جس کا تم نے آخری بار ذکر کیا تھا۔''

''اگر تمھیں دل چسپی نہیں ...''

لیکن وہ اس کے باوجود اپنی کتھا سنائے گئی۔ میں بڑی دیوانگی کے عالم میں الماری میں کپڑے رکھنے لگی۔ آخر میرے دوست اتنے احمق کیوں واقع ہوئے تھے؟ لگ تو اسے

ایک لمحہ بھی برداشت نہ کرتا۔ لیکن لُک کا بھلا اس سے کیا تعلق تھا۔ یہ میری زندگی ہے بہ ہر حال۔

"خیر، میں اس سے محبت کرتی ہوں،" اس نے بات ختم کی۔

"محبت سے تم کیا مراد لیتی ہو؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم؛ محبت کرنا، کسی کے خیال میں مگن رہنا، کسی کے ساتھ باہر جانا۔ کیا یہی نہیں؟"

"شاید یہی ہو۔ کہہ نہیں سکتی۔"

میں سب کچھ الماری میں جما چکی تھی اور مایوس ہو کر بستر پر بیٹھ گئی۔ کیترن نے اچھی طرح پیش آنے کی کوشش کی۔

"دومی نیک، تم دیوانی ہو! تم کسی چیز کے بارے میں خود سے نہیں سوچتی ہو۔ آج شام ہمارے ساتھ چلو۔ میں ژاں لوئی کے ساتھ جا رہی ہوں، ظاہر ہے، ساتھ ہی اس کا ایک دوست بھی ہوگا، ایک بے حد ذہین لڑکا جو ادب کا والہ و شیفتہ ہے۔ یہ تمھارے لیے اچھا رہے گا۔"

بہ ہر کیف، میں اگلے دن سے پہلے لُک کو فون نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں تھکی ہوئی تھی؛ میری زندگی ایک افسردہ سے طوفانی بادل میں گھری ہوئی معلوم ہو رہی تھی، جس کے بیچ میں لُک کبھی کبھار اس کے واحد پایدار عنصر کی طرح نظر آتا تھا۔ صرف وہی ایک ایسا تھا جو مجھے سمجھتا اور میری مدد کرتا تھا۔ مجھے اس کی ضرورت تھی۔

ہاں، مجھے اس کی ضرورت تھی۔ میں اس سے کسی چیز کا تقاضا تو نہیں کر سکتی تھی لیکن، اس کے باوجود، وہ ایک طرح سے میرا ذمے دار تھا۔ تاہم مجھے چاہیے کہ اسے اس سے باخبر نہ ہونے دوں۔ ریت رواج کا احترام بہ ہر حال ضروری ہے، خاص طور پر اس وقت جب ان سے گریز دوسروں کی تکلیف کا باعث ہو۔

"بہت اچھا،" میں نے کہا، "چلو تمھارے ژاں بیرنار اور اس کے علامہ دوست سے چل کر ملتے ہیں۔ ویسے میں علامہ لوگوں سے تنگ آ چکی ہوں۔ نہیں، یہ صحیح نہیں، لیکن میں صرف عبقریوں ہی کو خاطر میں لاتی ہوں، دوسری قسم کے انٹلیکچول میرے اعصاب پر سوار

ہوجاتے ہیں۔''

''اس کا نام ژاں لوئی ہے، ژاں بیرنار نہیں،'' اس نے میری تصحیح کی۔ ''اور دوسری قسم سے تمھاری کیا مراد ہے؟''

''وہی جو شکستہ دل عبقریوں کا احترام نہیں کرتے،'' میں نے میلو ڈرامائی انداز میں کھڑکی اور جھکتے ہوئے سرمئی گلابی آسمان کی تلخ و شیریں اداسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ سب تمھارے لیے اچھا نہیں ہے،'' کیترن نے بے اطمینانی سے کہا؛ اور سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے قیادت کے واسطے میرا ہاتھ تھام لیا۔ کچھ بھی سہی، وہ اچھی دوست تھی۔ میں اسے پسند کیے بغیر نہ رہ سکی۔

اس کا ژاں لوئی خاصا پرکشش، گو قدرے مشتبہ قسم کا تھا، لیکن ناپسندیدہ نہیں۔ اس کا دوست الاں کہیں زیادہ تیز فہم اور پرلطف نکلا؛ ذہانت میں تیکھا پن، ایک مخصوص ریاکاری، اور دوسروں کے نقطۂ نظر کو خاطر میں لانے کی اہلیت، وہ سب خصائص جو بیرتراں میں مفقود تھے۔ ہم جلد ہی کیترن اور اس کے پرستار کو چھوڑ کر، جس کا اپنی شہوانیت کا برملا اظہار ایک قہوہ خانے کی فضا میں قطعی بے محل تھا، چل دیے۔ الاں مجھے میری 'پاں سیوں' تک چھوڑنے آیا، راستے میں استاں دال اور عام طور پر ادب کی گفت گو کرتا رہا۔ دو سال میں پہلی بار میری دل چسپی ابھر آئی۔ وہ نہ خوب صورت تھا نہ بدصورت، بس اس طرح کا جس کا ٹھیک سے تشخص نہ کیا جاسکے۔ میں نے دو دن بعد اس کی لنچ کی دعوت بہ خوشی قبول کرلی، اس امید کے ساتھ کہ اس کا لُک کی فرصت والے دن سے تصادم نہیں ہوگا۔ اب میری زندگی لُک کے گرد محو گردش تھی، اس پر منحصر تھی، اور اس کو قبول کرلینے کے علاوہ چارہ نہیں تھا۔

۱۳

میں لُک کو چاہتی تھی، اور یہ بات مجھے بڑی شدت سے اس وقت محسوس ہوئی جب ہم نے پہلی بار پھر ایک شب ساتھ گزاری، پشتے کے مقابل ایک ہوٹل میں۔ جفتی کے بعد وہ وہ چت لیٹا ہوا تھا، اور آنکھیں موندے باتیں کر رہا تھا۔ بولا: ''مجھے چومو،'' اور میں نے خود کو ایک کہنی کے بَل اس کو چومنے کے لیے بلند کیا۔ جب میں اس پر جھک رہی تھی، مجھے بھرپور یقین کے ساتھ محسوس ہوا کہ تنہا یہی وہ چیز ہے جس کی میری زندگی میں اہمیت ہے، اور اس آگہی نے میرا سر چکرا دیا۔ مجھے لگا کہ اسے چومنے کے انتظار کی تقریباً ناقابلِ برداشت مسرت ہی دراصل چاہت کا حقیقی مفہوم ہے۔ میں جانتی تھی کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں، اور میں خوف کی ہلکی سی کپکپی کے ساتھ اسے بغیر چومے ہی اس کے شانے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''تمھیں نیند آ رہی ہے،'' وہ اپنا ہاتھ میری پیٹھ پر رکھتے ہوئے بولا، اور ہنس پڑا، ''تم کسی ننھے سے حیوان کی طرح ہو، ہم بستری کے بعد یا تم سو جاتی ہو یا تمھیں پیاس لگنے لگتی ہے۔''

''میں یہ سوچ رہی تھی کہ مجھے آپ سے بے حد محبت ہے۔''

''مجھے بھی،'' وہ بولا اور میرا شانہ دبایا۔ ''تم مجھے 'آپ' سے کیوں مخاطب کرتی ہو، ہم صرف تین دن ہی تو نہیں ملے ہیں؟''

''اس لیے کہ میں آپ کی عزت کرتی ہوں،'' میں نے کہا۔ ''میں آپ کی عزت کرتی ہوں اور آپ سے محبت۔''

ہم دونوں ایک ساتھ ہنس دیے۔

''مذاق برطرف، سچ میں،'' میں نے بات جاری رکھی، یوں جیسے کوئی بے حد شان دار بات سوجھ گئی ہو، ''اگر میں آپ سے واقعی محبت کرتی ہوں تو آپ کیا کریں گے؟''

''لیکن تم مجھ سے واقعی محبت کرتی ہو،'' اس نے کہا، پھر سے آنکھیں بند کرتے ہوئے۔

''میرا مطلب ہے، اگر میں آپ کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں، اگر ہمہ وقت اپنے لیے آپ کی طلب گار رہوں...؟''

''تو میں بہت پریشان ہوجاؤں گا،'' وہ بولا، ''حتیٰ کہ مجھے اس پر خوش فہمی بھی نہیں محسوس ہوگی۔''

''اور مجھ سے کیا کہیں گے؟''

''میں یہ کہوں گا: ''دومی نیک، ہاں خیر... دومی نیک، مجھے معاف کردو۔''

میں نے آہ بھری۔ بہ ہر کیف اس کا ردعمل کسی محتاط، دوراندیش قسم کے آدمی کا سا پیش پا افتادہ اور ناخوش گوار نہیں تھا، جو کہتا ہے ''میں نے تمھیں پہلے ہی خبردار کردیا تھا۔''

''میں آپ کو پیشگی معاف کیے دیتی ہوں،'' میں نے کہا۔

''سگریٹ دینا،'' اس نے کاہلی سی کہا۔ ''تمھارے برابر پڑے ہیں۔''

ہم خاموشی کے عالم میں سگریٹ پیتے رہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: بس یہی ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ شاید یہ محبت صرف میرا واہمہ ہی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں؛ پھر بھی، اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں۔

اس تمام ہفتے میرے لیے کسی اور چیز کا وجود نہیں رہا تھا جب لُک نے ٹیلی فون پر کہا تھا: ''کیا تم پندرہ کی شب فارغ ہوگی؟'' رہ رہ کر مجھے اس کے الفاظ کا خیال آیا تھا، اس کے لہجے کی برجستگی یاد آئی تھی، اور ہر بار مسرت کی ایسی تند لہر محسوس کی تھی جو لگتا تھا کہ اٹھ کر میرا دم گھونٹ دے گی۔ اور اب میں اس کے ساتھ تھی، اور وقت گزرتا جا رہا تھا، آہستہ آہستہ اور بڑے ناگزیر طور پر۔

''مجھے افسوس ہے لیکن اب مجھے جانا ہی ہوگا،'' وہ بولا: ''پونے پانچ بج رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے،'' میں نے کہا۔ ''کیا فرانسواز گھر ہی پر ہے؟''

''اس سے یہ کہہ کر آیا ہوں کہ چند بیلجینس کے ساتھ مومارت جا رہا ہوں۔ لیکن اب کیبرے ختم ہو رہے ہوں گے۔''

''وہ کیا کہے گی؟ پانچ کا وقت بہت ہوتا ہے، بیلجینس کے حساب سے بھی۔''

اس کی آنکھیں ابھی تک مندی ہوئی تھیں: ''میں اندر داخل ہو کر کہوں گا: 'لعنت ہو ان بیلجینس پر!' اور لمبا ہو کر لیٹ جاؤں گا۔ وہ کروٹ لے کر کہے گی: 'ایلکا سیلزر غسل خانے میں ہے،' اور واپس سو جائے گی۔ بس، قصہ ختم۔''

''سمجھی، اور کل آپ کیبرے اور بیلجیئن اخلاق کے بارے میں کوئی کہانی گھڑ کر سنا دیں گے، وغیرہ وغیرہ؟''

''بس وہی جو پہلے کہتا رہا ہوں۔ مجھے جھوٹ گھڑنے کی ضرورت نہیں، یا کم از کم گھڑنے کے لیے وقت نہیں۔''

''پھر کس چیز کے لیے آپ کے پاس وقت ہے؟''

''کسی چیز کے لیے بھی نہیں۔ نہ وقت ہے نہ طاقت، اور نہ ہی رغبت۔ اگر مجھ میں کچھ بھی کرنے کی صلاحیت ہوتی تو تم سے پیار کرتا۔''

''تو اس سے کیا فرق پڑ جاتا؟''

''ہمارے لیے کوئی فرق نہیں۔ یا کم از کم میرا یہی خیال ہے۔ بس تمھاری خاطر اپنے کو دکھی محسوس کرتا، جب کہ اِس وقت خوش ہوں۔''

میں سوچنے لگی کہ اس کا تعلق کہیں اس سے تو نہیں تھا جو میں نے پہلے کہا تھا، لیکن اس نے اپنا ہاتھ تقریباً متانت کے ساتھ میرے سر پر رکھ دیا:

''میں جو چاہوں تم سے کہہ سکتا ہوں۔ مجھے یہ بے حد مرغوب ہے۔ میں فرانسواز سے کبھی نہیں کہہ سکتا کہ حقیقی معنوں میں مجھے اس سے محبت نہیں، کہ ہمارا تعلق کسی حقیقی اور دل کش بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ اور ان تمام باتوں کی جڑ میں میری واماندگی اور مجہولیت ہے۔ اپنے طور پر یہ وہ مستحکم اور پائیدار بنیادیں ہیں جن پر ایک دیرپا تعلق تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم یہ کہ ان میں تبدیلی نہیں ہوتی۔''

میں نے اس کے شانے سے اپنا سر اٹھا لیا: ''یہ سب...'' میں اضافہ کرنے ہی والی

تھی: ''بکواس ہیں،'' کیوں کہ میں احتجاج کرنا چاہتی تھی، لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔

''یہ کیا ہیں؟ کیا تم پچھتا کر رہی ہو؟'' وہ ہولے سے ہنسا۔ ''میری ننھی سی جانم، تم اتنی کم سن اور بے کس ہو، اور خوش قسمتی سے اتنی دل موہنی کہ مجھے تسلی ہو گئی ہے۔''

وہ مجھے 'پاں سیوں' پہنچانے آیا۔ اگلے دن میں اس کے، فرانسواز، اور ان کے کسی دوست کے ساتھ لنچ کھانے والی تھی۔ میں نے کار کی کھڑکی سے اسے چوم کر الوداع کہی۔ وہ عمر رسیدہ اور تھکا ماندہ لگ رہا تھا، اور میں اس سے متاثر ہوئی اور لمحہ بھر کے لیے اس سے میری محبت اور بھی گہری ہو گئی۔

۱٤

اگلی صبح جب نیند کھلی تو خود کو خوب چاق و چوبند محسوس کیا۔ نیند کی کمی مجھے ہمیشہ راس آتی ہے۔ بستر سے نکل کر دریچے کے پاس آئی، پیرس کی ہوا میں گہرے گہرے سانس لیے اور سگریٹ سلگائی، اگرچہ پینے کی کوئی خواہش محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ پھر، آئینے میں اپنے پر نظر ڈالتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئی۔ مجھے لگا میری تھکی ماندی آنکھوں نے مجھے دیکھنے میں قدرے دل چسپ بنا دیا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مکان کی مالکہ سے اگلے دن کمرا گرم کروانے کے لیے کہوں گی: ''بالکل سچ ہو رہا ہے!'' میں نے زور سے کہا، اور میری آواز عجیب اور بھرائی ہوئی سنائی دی۔ ''میری جان، دوی نیک،'' میں بولے گئی، ''تم پر جنون سوار ہے، تمھیں ضرور اس کا علاج کرنا چاہیے: بہت ساری چہل قدمی، باتوجہ مطالعہ، نوجوانوں کی صحبت، اور شاید تھوڑا سا ہلکا پھلکا کام...'' میں خود پر افسوس کیے بنا نہ رہ سکی، لیکن خوش قسمتی سے مجھ میں تھوڑی سی حسِ مزاح بھی تھی۔ میں توانا اور تندرست تھی، پھر مجھے کیوں محبت نہ ہو؟ اس کے علاوہ، میں اپنی چاہتوں کے ہدف کے ساتھ لنچ تناول کرنے والی تھی۔ تو میں لُک اور فرانسواز کے یہاں بالکل چاق و چوبند ہو کر پہنچی جس کا سبب مجھے معلوم تھا۔

میں نے چھلانگ لگا کر بس پکڑی، اور کنڈکٹر نے، بہ ظاہر اوپر چڑھنے میں میری مدد کے واسطے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اپنا ہاتھ میری کمر کے گرد ڈال دیا۔ میں نے ٹکٹ دکھایا اور ہم نے ایک سمجھی بوجھی مسکراہٹ کا تبادلہ کیا جو ایسے موقعوں پر ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان رونما ہو سکتی ہے۔ میں ریلنگ تھامے پائے دان پر کھڑی رہی، اور بس اچھلتی کودتی سڑک پر چلتی رہی۔ مجھے بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی: مجھے تناو کا وہ حسی تاثر اچھا

لگتا تھا جو ایک بے خواب رات کے بعد اپنے جبڑے اور معدے میں محسوس ہوتا تھا۔

ایک اجنبی دوست میری آمد سے پہلے ہی فرانسواز کے یہاں پہنچ چکا تھا۔ یہ ایک فربہ، سرخ چہرہ، خشک اطوار آدمی تھا۔ لُک موجود نہیں تھا۔ فرانسواز نے بتایا کہ اس نے رات چند بیلجینس کے ساتھ مومارت میں گزاری تھی اور دس بجے جا کر ہی بیدار ہوا تھا۔ وہ بیلجینس وبالِ جان بنے ہوئے تھے، جب دیکھو مومارت ہی جانا چاہتے ہیں! میں نے دیکھا کہ فربہ آدمی مجھے دیکھ رہا ہے، اور میں سرخ پڑ گئی۔

لُک داخل ہوا، تھکا تھکا لگ رہا تھا۔

''ہیلو، پیئیر، کیسے ہو؟'' اس نے کہا۔

''کیا تم میری آمد کے متوقع نہیں تھے؟''

اس کا رویہ کچھ جارحانہ تھا۔ شاید اس لیے کہ لُک نے میری موجودگی پر تو کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا تھا، اور کیا تھا تو صرف اسی کی موجودگی پر۔

''کیوں نہیں، بالکل، میرے عزیز دوست،'' لُک نے کہا، خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ جس میں برہمی کی آنچ تھی۔ ''کیا یہاں پینے پلانے کے لیے کچھ نہیں؟ تمھارے گلاس میں یہ پیلی پیلی خوب صورت سی کیا چیز ہے، دومی نیک؟''

''خالص وِسکی،'' میں نے جواب دیا؛ ''کیا آپ اب اور اسے نہیں پہچانتے؟''

''نہیں،'' اس نے ایک کرسی کے سرے پر یوں بیٹھتے ہوئے کہا جیسے لوگ اسٹیشن کی کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ پھر اس نے ایک نظر ہم سب پر ڈالی، ہنوز کسی مسافر کی طرح، غائب الذہن اور لاتعلق۔ اس کا انداز کسی بگڑے ہوئے بچے کا سا تھا۔ فرانسواز خندہ زن ہو گئی:

''میرے بے چارے لُک، تم تقریباً اتنے ہی بیمار نظر آ رہے ہو جتنی دومی نیک۔ اور جہاں تک تمھارا تعلق ہے، پیاری لڑکی، تو میں اس کا علاج کر کے رہوں گی۔ میں بیرتراں سے کہوں گی کہ...''

اس نے ہمیں بتایا کہ وہ بیرتراں سے کیا کہے گی ہے۔ میں نے لُک کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ خدا کا شکر کہ وہ اور میں فرانسواز کے خلاف کوئی ساز باز نہیں کر رہے تھے۔ اس کا اپنا مزاحیہ پہلو بھی تھا: ہم اپنے درمیان اس کا ذکر کسی ایسی محبوب بچی کی طرح کرتے جو ہمیں

تھوڑا بہت پریشان کردیتی ہو۔

''اس قسم کا مذاق کسی کے لیے بھی اچھا نہیں ہوتا،'' پیئر نے کہا۔ اچانک مجھے لگا جیسے وہ ہمارے بارے میں جانتا ہے، جس سے اس کے پہلے والے تنفر، اس کی روکھائی، اور ان دبے دبے سے کنایوں کی تشریح ہوجاتی تھی۔ تب مجھے یاد آیا کہ ہم نے اسے کیبن میں دیکھا تھا، اور لُک نے اس سے فرانسواز سے اپنی محبت کا تذکرہ کیا تھا۔ اب وہ بے عزتی کرنے پر تلا بیٹھا تھا، اور یقیناً فرانسواز کو سب کچھ بتا دینے والا تھا۔ کیتھرن کی طرح، وہ بھی اپنے دوستوں سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا ہوگا، ان کی بھلائی کرنا چاہتا ہوگا، ان کی مہمان نوازی کا بے جا استعمال نہیں کرنا چاہتا ہوگا۔ اگر اب فرانسواز پر راز فاش ہوجاتا ہے اور وہ مجھے غصے اور تنفر سے دیکھتی ہے، ان تمام احساسات کے ساتھ جو اس کے شایان نہیں اور جن کی، بہ ظاہر، میں مستحق نہیں، تو میں کیا کروں گی؟

''اب لنچ ہوجائے،'' فرانسواز نے کہا؛ ''میرا بھوک سے برا حال ہے۔''

ہم ایک قریبی ریستوراں کی طرف پیدل چل پڑے۔ فرانسواز نے میری بانہہ تھام لی، اور دونوں مرد ہمارے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

''موسم کتنا معتدل ہے،'' وہ بولی، ''میں خزاں کی عاشق ہوں۔''

جانے کس وجہ سے مجھے معاً ہمارا کیبن والا کمرا یاد آ گیا، اور لُک جو کھڑکی کے پاس کھڑا کہہ رہا تھا: ''غسل کرنے اور وہسکی کا ایک تند جام پینے کے بعد تم بہت بہتر محسوس کرنے لگو گی۔'' وہ پہلا دن تھا، اور میں بہت زیادہ خوش نہیں تھی؛ چودہ دن اور آنے والے تھے، چودہ دن اور راتیں لُک کے ساتھ۔ موجودہ لمحے میں یہی وہ چیز تھی جس کی مجھے سب سے زیادہ خواہش محسوس ہورہی تھی، اور یہ دوبارہ شاید کبھی نہیں ہونے والا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا... لیکن اگر معلوم ہوتا تو بھی کیا بدل جاتا۔ پروست نے ایک بار لکھا تھا: ''مسرت کا ٹھیک اسی وقت مل جانا جب اس کی خواہش کی جارہی ہو شاذونادر ہی ہوتا ہے۔'' اور ایسا میرے لیے اس رات ہوا تھا: جب میں لُک کے ساتھ تھی، پورا ہفتہ اس کی خواہش کرنے کے بعد، خوشی اتنی شدید تھی کہ میری طبیعت خاصی خراب ہوگئی تھی۔ شاید اس کی وجہ اس خالی پن کا دفعتاً ختم ہوجانا تھا جس سے میری زندگی عبارت تھی۔ اس خالی پن نے مجھے میری زندگی کے دونیم

ہوجانے کا شعور بخشتا تھا، جب کہ میری مسرت کی انتہا نے یہ احساس عطا کیا تھا کہ میری ذات اور اس کے منتشر حصے اس لمحے ایک وحدت میں ضم ہو گئے ہیں۔

''فرانسواز،'' پیئیر نے ہمارے عقب سے آواز دی۔ ہم پیچھے مڑیں اور اپنا اپنا ساتھی بدل لیا۔ میں آگے لُک کے ساتھ تھی، اور اس سے قدم ملائے سرخ پتھروں والی سڑک پر چل رہی تھی، اور شاید اس وقت ہمارے ذہن میں ایک جیسا ہی خیال تھا، کیوں کہ اس نے مجھے استفہامیہ، تقریباً سخت نظر سے گھور کر دیکھا۔

''ہاں،'' میں نے کہا۔

اس نے مایوسی سے اپنے کندھے جھٹکائے اور بھویں چڑھالیں۔ سگریٹ نکال کر چلتے چلتے سلگائی اور مجھے پکڑا دی۔ جب بھی کوئی بات اس کا سکون مضطرب کر دیتی، اس کا یہی چارۂ کار ہوتا۔ بایں ہمہ، وہ ایسا آدمی تھا جو کسی عادت سے یکسر تہی تھا۔

''یہ شخص ہمارے بارے میں جانتا ہے،'' وہ بولا۔

اس نے یہ بات تفکر کے عالم میں کسی ظاہری اندیشے کے بغیر کہی۔

''کیا یہ سنگین بات ہے؟''

''اس میں اتنی تاب و ضبط نہیں کہ فرانسواز کو تسلی دینے کے امکان کو ہاتھ سے جانے دے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ تسلی بہت زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو گی۔''

میں نے مرد ذات کی خود اعتمادی کی داد دی۔

''یہ نرا گدھا ہے،'' وہ بولا، ''فرانسواز کے کالج کے زمانے کا پرانا دوست۔ جانتی ہو میں کیا کہ رہا ہوں؟''

میں جانتی تھی۔

اس نے اضافہ کیا: ''مجھے پریشانی ہے تو اس لیے کہ اس سے فرانسواز کو تکلیف پہنچے گی۔ یہ بات کہ تم اس میں ملوث ہو...''

''ظاہر ہے،'' میں نے کہا۔

''اگر فرانسواز کو اس میں تمھارا جو حصہ رہا ہے برا لگا تو تمھاری خاطر مجھے افسوس ہو گا۔ جانتی ہو، وہ تمھارے ساتھ بہت بھلائی کر سکتی ہے، اور وہ ایک ایسی دوست ہے جس پر تم

بھروسا کر سکتی ہو۔"

''میرے کوئی قابل بھروسا دوست نہیں ہیں،'' میں نے اداسی سے کہا۔ ''میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر بھروسا کر سکوں۔''

''ناخوش ہو؟'' اس نے پوچھا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔

میں اس کے انداز اور اس واضح خطرے سے جو وہ مول لے رہا تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ٹھیک فرانسواز کی نگاہوں کے سامنے وہ میرا ہاتھ تھامے چل رہا تھا، لیکن خیر، وہ جانتی تھی کہ جس نے میرا ہاتھ تھاما ہوا ہے وہ لُک ہے، ایک تھکا ماندہ آدمی۔ شاید اسے یہ خیال گزرا ہو کہ اگر لُک کا دل صاف نہ ہوتا تو وہ کم از کم اس کے سامنے میرا ہاتھ نہ تھامتا۔ تو وہ بہت زیادہ خطرہ نہیں مول لے رہا تھا۔ وہ ایسا آدمی تھا جسے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ دبایا؛ وہ میرے ساتھ تھا؛ اس بات سے میرے تعجب میں کبھی کمی نہیں ہوتی کہ میرے دن اس کے خیال سے بھرے ہوں، صرف اسی کے خیال سے۔

''میں غمگین نہیں ہوں،'' میں نے کہا، ''بالکل نہیں۔''

میں جھوٹ بول رہی تھی۔ میں تو اس سے یہ کہہ دینا چاہتی تھی کہ میں ناخوش ہوں، کہ مجھے واقعی اس کی ضرورت ہے۔ لیکن جب میں اس کے ساتھ موجود ہی تھی تو یہ بات بڑی غیر حقیقی معلوم ہوئی۔ سچ تو یہ ہے کہ کچھ تھا ہی نہیں؛ سوائے ان پندرہ پر لطف دنوں، میرے خیالی سپنوں، اور میرے پچھتاووں کے۔ تو پھر میں کیوں اتنی اذیت کا شکار تھی؟ یہ چاہت کا دل گیر اسرار تھا، میں نے استہزا کے ساتھ سوچا۔ اصل میں مَیں اپنے پر جھلائی بیٹھی تھی، اس لیے کہ مجھے خوب معلوم تھا ایک کامیاب معاشقے کے لیے مجھ میں کافی طاقت، آزادی، اور صلاحیت موجود ہے۔

لنچ دیر تک جاری رہا۔ میں تمام وقت لُک کو تذبذب سے گھورتی رہی۔ وہ اس قدر شکیل اور ذہین اور ماندا تھکا تھا؛ میں اسے کھو دینا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے آنے والی سردیوں کے لیے مبہم سے منصوبے بنائے۔ لوٹتے وقت اس نے کہا کہ مجھے فون کرے گا۔ فرانسواز نے اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ بھی مجھے کہیں لے جا کر کسی سے ملوانے کے لیے فون کرے گی۔

دس دن تک دونوں میں سے کسی نے کوئی خیر خبر نہ لی۔ لُک کی بابت سوچنے کی مجھے

میں ذرا تاب نہ رہی۔ آخرکار اس نے یہ بتانے کے لیے فون کیا کہ فرانسواز کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ جس قدر جلد ہو سکا مجھ سے ملاقات کی کوشش کرے گا، لیکن ابھی وہ بہت سارے کام میں گھرا ہوا ہے۔ اس کی آواز نرم و گداز تھی۔ میں اپنے کمرے میں دم بہ خود رہ گئی، اس خبر کو پوری طرح جذب کرنے سے عاجز۔ شام کو مجھے الاں کے ساتھ ڈنر پر جانا تھا۔ وہ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ میری دنیا مسمار ہو چکی تھی۔

اگلے پندرھواڑے میں میری لُک سے دو بار ملاقات ہوئی، ایک مرتبہ 'کے ولتیر' کے ایک شراب خانے میں، دوسری مرتبہ ایک کمرے میں، جہاں ہمیں ایک دوسرے سے کہنے کے لیے کچھ سجھائی نہ دیا، نہ پہلے نہ بعد میں۔ ہر چیز خاک و خاکستر ہو چکی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ میں ایک شادی شدہ مرد کی خوش باش معشوقہ بننے کے قابل نہیں تھی۔ مجھے اس سے پریم تھا۔ مجھے یہ پہلے ہی سوچ لینا چاہیے تھا، یا کم از کم اس کا لحاظ کر لینا چاہیے تھا: محبت جو جنون ہوتی ہے، اور کرب جب شرمندۂ آسودگی نہ ہو۔ میں نے ہنسنے کی کوشش کی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مٹھاس اور کوملتا کے ساتھ بولتا رہا، جیسے عن قریب موت سے ہم کنار ہونے والا ہو۔۔۔ فرانسواز بے حد ناخوش تھی۔

اس نے پوچھا کہ کیا کر رہی ہوں۔ میں نے بتایا کہ کام اور مطالعہ۔ میں پڑھتی تو اس ارادے سے کہ اسے زیرِ مطالعہ کتاب کے بارے میں بتاؤں گی، یا سینما جاتی تو وہ فلم دیکھنے جس کی ہدایت کاری اس کے کہنے کے مطابق اس کے کسی دوست نے کی ہوتی۔ بڑی وارفتگی سے ہمارے باہمی بندھن تلاش کرتی پھرتی، کوئی ایسی شے جو اس شرم ناک اذیت کے سوا ہو جو ہم نے فرانسواز کو بخشی تھی، لیکن کچھ نہیں تھا، تاسف تک نہیں۔ میں اس سے نہ کہہ سکی: ''تمھیں یاد ہے؟'' یہ دھوکہ دہی کے مترادف ہوتا، اور وہ چوکنا ہو جاتا۔ میں اس سے نہ کہہ سکی کہ مجھے سڑکوں پر ہر طرف اس کی کار دکھائی، یا کم از کم دکھائی دیتی لگتی ہے، کہ میں مسلسل اس کا ٹیلی فون نمبر لگاتی رہتی ہوں گو کبھی مکمل نہیں کر پاتی، کہ ہر بار گھر لوٹنے پر میں بڑی بے تابی سے اپنی مالکۂ مکان سے پوچھ تاچھ کرتی ہوں، کہ ہر شے اسی پر مرکوز ہے، اور کہ مجھے اپنے سے اتنی شدید نفرت ہے کہ مرجانا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ باتیں اس سے کہنا کا کوئی حق نہیں تھا، میں تو اس کے چہرے، اس کے ہاتھوں، اس کی کومل آواز کی بھی مستحق نہیں تھی، اور

نہ ہی ناقابل برداشت ماضی کے کسی حصے کی... میں دن بدن لاغر ہوتی جا رہی تھی۔

الاں مجھے بے حد مہربان لگا، چنانچہ ایک دن میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ ہم ایک طویل چہل قدمی کے لیے نکلے ہوئے تھا اور اس نے میرے جذبۂ شوق پر اس طرح بات کی جیسے یہ کوئی ایسی چیز ہو جو کتابوں میں پائی جاتی ہو۔ اس سے مجھے اسے معروضی طور پر دیکھنے اور بات کرنے میں مدد ملی۔

''تم اچھی طرح جانتی ہو کہ یہ قصہ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔ چھ ماہ یا سال بھر بعد تم اس کا مذاق اڑانے کا قابل ہو جاؤ گی۔''

''لیکن میں یہ نہیں کرنا چاہتی،'' میں نے کہا۔ ''یہ محض میری ذات ہی کا سوال نہیں، بلکہ اس سب کا جو ہم ایک دوسرے کے لیے تھے؛ کین، ہمارے قہقہے، ہماری باہمی تفہیم۔''

''لیکن یہ باتیں تمھیں یہ جاننے سے نہیں روکتیں کہ ایک دن ان کی کوئی حیثیت نہ رہے گی۔''

''مجھے معلوم ہے، لیکن ابھی اس پر یقین نہیں آتا۔ بہرکیف، حال ہی اہم ہے، وقتِ موجود، ٹھیک یہ لمحہ۔''

ہم چلتے رہے۔ شام کو وہ میرے ساتھ 'پاں سیوں' تک آیا اور بڑی متانت سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔ جب میں اندر داخل ہوئی تو مالکۂ مکان سے پوچھا کہ موسیو لُک اینچ نے فون تو نہیں کیا تھا۔ اس نے کہا ''نہیں'' اور مسکرائی۔ میں بستر پر لیٹ گئی اور کین کو یاد کرنے لگی۔ میں نے اپنے سے کہا: لُک کو مجھ سے محبت نہیں؛ اور اس خیال سے میرے دل میں کند سا درد ہونے لگا۔ میں نے یہی جملہ دہرایا، اور درد کچھ اور شدت سے اٹھنے لگا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں نے کوئی دریافت کی ہو: یہی کہ درد، یوں کہنا چاہیے، میرے تصرف میں ہے اور، بالکل چاق و چوبند، میری ہر پکار پر دست بہ دست حاضر، میں جب چاہوں اسے حکم دے سکتی ہوں۔ میں نے کہا: ''لُک کو مجھ سے محبت نہیں،'' اور یہ حیران کن چیز واقع ہوئی۔ لیکن درد کو اپنی مرضی کے مطابق شروع اور روک دینے پر قدرت رکھنے کے باوجود، میں اسے کسی لیکچر یا لنچ کے دوران اچانک لوٹ آنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، جب وہ مجھ پر حملہ آور ہوتا اور مجھے جراحت پہنچاتا۔ میں روز روز کی درماندگی، بارش میں اپنے سڑے جیسے وجود، صبح

دم کے اضمحلال، اکتا دینے والے لیکچروں اور مکالموں کے دوران محسوس ہونے والی تھکن کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ میں درد و کرب سے گزر رہی تھی۔ میں اس کلمے کو بار بار دہراتی، تجسس کے ساتھ، طنز کے ساتھ، حتیٰ کہ ہر اس ذریعے سے جو ایک غم زدہ محبت کی دل گیر شہادت دے سکے۔

جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ لُک سے ایک بار شام کے وقت میری ملاقات ہوئی۔ ہم اس کی کار میں بَن سے ہو کر گزرے۔ اس نے بتایا کہ اسے ایک ماہ کے لیے امریکا جانا ہے۔ میں نے کہا ''کتنی دل چسپ بات ہے،'' پھر معاً مجھے خیال آیا: ایک پورا مہینہ! میں اضطراراً سگریٹ تلاش کرنے لگی۔

''جب میں لوٹوں گا، اس وقت تک تم مجھے بھلا بھی چکی ہو گی،'' وہ بولا۔

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''میری بے چاری جانم، یہ تمھارے لیے بہتر ہو گا، کہیں زیادہ بہتر،'' اور اس نے کار روک دی۔

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس پر تناؤ اور افسردگی کی کیفیت تھی، تو اسے معلوم تھا۔ اسے سب کچھ معلوم تھا! وہ محض ایسا آدمی نہیں تھا جس کی ناز برداری کے لیے ہاں میں ہاں ملائی جائے، وہ ایک دوست بھی تھا۔ یک بارگی میں اس سے چمٹ گئی۔ اس کے گال سے اپنا گال لگا دیا۔ میں باہر تاریک درختوں کو دیکھنے لگی اور خود کو بے حد ناقابل یقین باتیں کہتے ہوئے پایا:

''لُک، یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔ میں آپ کے بغیر نہیں جی سکتی۔ آپ یہیں رہیں۔ میں اتنی اکیلی ہوں، اتنے بھیانک طور پر اکیلی، برداشت نہیں ہوتا۔''

میں نے اپنی آواز کو تعجب کے ساتھ سنا۔ یہ کتنی بے شرم، نوخیز اور ملتجیانہ تھی۔ میں نے خود سے وہ سب باتیں دہرائیں جو لُک کہتا: ''بس، بس، تم قابو پا ہی لو گی، تسلی رکھو،'' لیکن اس کے باوجود میں بولتی رہی اور لُک خاموش۔

آخر کار، جیسے الفاظ کے اس سیلاب کو روکنے کی خاطر، اس نے میرا سر اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور نرمی سے میرے منہ کا بوسہ لیا:

''بے چاری جانم،'' بولا، ''میری پیاری میٹھی...!''

وہ اٹکی اٹکی آواز میں بول رہا تھا۔ میں نے سوچا: ''تو وقت آ گیا ہے،'' اور ''میں واقعی قابل رحم ہوں،'' اور میں اس کے ویسٹ کوٹ سے چمٹی چمٹی رونے لگی۔ وقت گزرتا جا رہا ہے، اور وہ جلد ہی مجھے تھکن سے چور گھر پہنچا دے گا۔ میں اسے روکنے کے لیے کچھ نہ کر سکوں گی، اور پھر وہ چلا جائے گا۔ نہیں! میں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔ ''نہیں!'' میں نے بہ آواز بلند کہا۔

میں اس سے چمٹی ہی رہی۔ میں نے چاہا کہ لُک ہوتی، غائب ہو جاتی۔

''میں تمھیں فون کروں گا۔ میں جانے سے پہلے تم سے پھر ملنے آؤں گا،'' وہ بولا۔ ''مجھے بے حد افسوس ہے، میری جان، بے حد افسوس۔ میں تمھارے ساتھ بے حد خوش تھا۔ یہ گزر جائے گا، تم جانتی ہو۔ ہر چیز گزر جاتی ہے۔ میں سب کچھ دینے کو تیار ہوں...'' اس نے بے چارگی کا اشارہ کیا۔

''میری محبت میں؟''

''ہاں۔''

میرے آنسوؤں سے اس کا رخسار نرم اور گرم ہو گیا تھا۔ میں ایک ماہ تک اسے نہ دیکھ سکوں گی، اسے مجھ سے محبت نہیں تھی۔ کیسی عجیب چیز تھی، یہ مایوسی، اور اس سے بھی عجیب یہ کہ کبھی آدمی اس سے جاں بر بھی ہو سکے۔ وہ مجھے گھر چھوڑنے آیا۔ میں رونا ختم کر چکی تھی۔ میں تھکن سے چور ہو چکی تھی۔ اگلے دن اس نے فون کیا، اور اس کے بعد والے دن بھی۔ اس کی رخصت کے دن میں انفلوئنزا میں مبتلا تھی۔ وہ لمحہ بھر مجھے دیکھنے کے لیے آیا۔ الاں بس ابھی ابھی آیا تھا، اور لُک نے میرے گال کا بوسہ لیا۔ وہ خط لکھے گا، اس نے کہا۔

۱۵

رات کے کسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ منہ خشک ہو رہا تھا۔ ابھی میں نیند سے پوری طرح بیدار بھی نہ ہونے پائی تھی کہ کسی چیز نے مجھے اسی گداز حرارت اور بے ہوشی میں خود کو گم کر دینے کے لیے کہا جو اب میری واحد جائے پناہ رہ گئی تھی۔ لیکن بے فائدہ۔ مجھے اپنی پیاس کا پہلے ہی سے احساس تھا اور ضروری تھا کہ اٹھوں اور پانی پینے کے لیے واش بیسن تک جاؤں۔ جب سڑک سے آتی ہوئی دھندلی سی روشنی میں مجھے آئینے میں اپنا عکس نظر آیا، اور کنکنا پانی میرے حلق سے اتر رہا تھا، تو مایوسی نے شدید درد کی طرح مجھے اپنی گرفت میں لے لیا، اور میں کپکپاتی ہوئی واپس بستر میں رینگ گئی۔ لیکن سو نہ سکی، اور جنگ شروع ہو گئی۔ میری یادیں اور میرا تخیل دو خوں خوار دشمن بن گئے۔ لُگ کا چہرہ تھا، کین، جو ہوا تھا اور جو ہو سکتا تھا، میرا جسم جسے نیند کی حاجت تھی، اور میرا ذہن جو اسے نیند سے باز رکھ رہا تھا۔ میں اٹھ بیٹھی اور استدلال کرنے کی کوشش کی: مجھے لُگ سے محبت تھی، جسے مجھ سے محبت نہیں تھی، چنانچہ میرا سوز و حرماں سے گزرنا لازمی تھا، اور واحد علاج یہی تھا کہ تعلق توڑ لیا جائے۔ میں نے اس کی ممکنہ سبیلوں پر غور و فکر کیا: مثلاً، شستہ و شائستہ زبان میں لکھا ہوا ایک شریفانہ خط، جس میں یہ وضاحت ہو کہ ہمارے مابین سب کچھ ختم ہو گیا ہے، لیکن مجھے پتا چلا کہ میری دل چسپی تو ایسا دل کش خط لکھنے میں تھی جو لامحالہ لُگ کو مجھ تک کشاں کشاں واپس لے آئے۔ ابھی میں نے بہ مشکل ہی اس سے اپنی ظالمانہ جدائی کا تصور کیا تھا کہ میں ہمارے تجدیدِ تعلق پر غور کرنے لگی۔

لوگ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ آدمی کو اپنے منہ زور جذبات پر قابو رکھنا چاہیے۔ لیکن آخر

میں کس کی خاطر ایسا کروں؟ مجھے کسی اور سے لگاؤ نہیں تھا، نہ خود اپنے سے، سوائے جہاں تک لُک سے میرے تعلق کے متاثر ہونے کا سوال تھا۔

میں نے الاں، کیترِن، سڑکوں، ایک لڑکا جس نے مجھے ایک برجستہ پارٹی میں چوم لیا تھا، جسے میں دوبارہ کبھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی، سوربون، قہوہ خانوں، امریکا کے نقشوں (مجھے امریکا سے نفرت تھی)، اور اپنی مجہولیت کی بابت سوچا؛ کیا یہ کبھی ختم نہیں ہونے والا تھا؟ لُک کو رخصت ہوئے ماہ سے اوپر ہو چکا تھا۔ مجھے صرف ایک چھوٹا سا اداس و مہر آمیز رقعہ اس کی جانب سے موصول ہوا تھا جو مجھے زبانی یاد ہو گیا تھا۔

میری واحد تسلی کا باعث یہ بات تھی کہ میری ذہانت، جو ابھی تک اس ہیجانی عشق کے مخالف رہی تھی، ہمیشہ میرا تمسخر اڑاتی اور مجھے خود کو مضحکہ خیز محسوس کراتی رہی تھی، مجھے اپنے سے زوردار بحثا بحثی پر اکساتی رہی تھی، اب آہستہ آہستہ میری طرف دار بنتی جا رہی تھی۔ اب میں اور اپنے سے یہ نہیں کہتی تھی: ''چلو یہ حماقت بند کرو،'' بلکہ ''اپنی ناخوشی سے نکلنے کی کیا سبیل ہو؟'' ہر شب یہی بے لطف تکرار شروع ہو جاتی، لیکن دن بعض اوقات تیز رفتاری سے گزر جاتے، اور میری توجہ لیکچروں میں لگی رہتی۔ میں لُک اور اپنے بارے میں یوں سوچتی جیسے ہم ایک ''کیس'' ہوں، لیکن ایسے ہول ناک لمحے بھی آتے جب میں فٹ پاتھ پر طیش اور تنفر کے احساس سے دم بہ خود ہو کر کھڑی ہو جاتی۔ میں کسی قہوہ خانے میں داخل ہوتی، جوک باکس میں بیس فرانک ڈالتی، اور اس دھن کے ذریعے جو ہم نے کین میں سنی تھی اپنے کو پانچ منٹ کے لیے آسودہ کر لیتی۔ الاں اس سے نفرت کرنے لگا تھا، لیکن میں اس کے ایک ایک سُر سے واقف تھی۔ یہ مجھے ہول کی مہک یاد دلا دیتی، اور میری کوڑی کوڑی وصول ہو جاتی۔ میں خود کو پسند نہیں تھی۔

''پُرسکون رہنے کی کوشش کرو، میری پیاری!'' الاں نے، جو ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتا تھا، کہا۔

مجھے عام طور پر خود کو ''میری پیاری'' کہلانا اچھا نہیں لگتا تھا، لیکن موجودہ صورت حال میں اس سے اطمینان پہنچا۔

''تم بے حد مہربان ہو،'' میں نے کہا۔

''بالکل نہیں،'' وہ کہتا۔ ''میں ہیجانِ عشق کے موضوع پر اپنا مقالہ لکھوں گا۔ تو یوں سمجھو کہ یہ میری دل چسپی کی چیز ہے۔''

لیکن موسیقی نے بالآخر مجھے قائل کر دیا کہ لُک میرے لیے ضروری ہے۔ مجھے خوب معلوم تھا کہ میرے لیے اس کی ضرورت میری محبت کا ایک حصہ اور اس سے علاحدہ دونوں ہی تھی۔ اس میں انسان، مددگار اور میرے جذباتی اشتعال کے ہدف، یعنی دشمن کو الگ الگ دیکھنے کی اہلیت مجھ میں اب بھی موجود تھی۔ اس سے بدترین تھوڑی بہت نفرت کرنے سے عاجز رہتا تھا، جیسا کہ آدمی عام طور پر اس شخص سے کرتا ہے جو اس کے ساتھ اپنے تعلق میں جوش و خروش سے عاری ہو۔ ایسے لمحے بھی آتے جب میں اپنے سے کہتی: ''بے چارہ لُک، میں اس کے لیے کتنی بے کیف اور باعث زحمت ہوں گی!'' اور میں نے ہمارے معاشقے کو ہلکا پھلکا نہ سمجھنے پر اپنی سرزنش کی، یوں اور بھی زیادہ کہ اس نے اُسے شاید غیرت کے مارے مجھ سے وابستہ کر دیا ہو۔ لیکن مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ اس قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ وہ ایک حریف نہیں تھا، وہ لُک تھا۔ اور میں اسی رو میں سوچے گئی۔

ایک دن جب میں دو بجے لیکچر کے لیے بس اپنے کمرے سے نکل ہی رہی تھی، مجھے ٹیلی فون وصول کرنے کے لیے بلایا گیا۔ جواب دیتے وقت میرے دل نے اب اور لمحہ بھر کے لیے دھڑکنا بند نہیں کیا، کیوں کہ لُک باہر تھا۔ مجھے فرانسواز کی پست اور متذبذب آواز سنائی دی:

''دومی نیک؟''

''ہاں،'' میں نے جواب دیا۔

زینے پر مطلق سناٹا تھا۔

''دومی نیک، میں تمھیں پہلے بھی فون کرنا چاہتی تھی۔ بہ ہر حال، تم مجھ سے ملنے نہیں آؤ گی؟''

''یقیناً، ضرور آؤں گی،'' میں نے کہا۔ میری آواز اتنے قابو میں تھی کہ یہ یقیناً مصنوعی معلوم ہوئی ہوگی۔

''تو آج شام چھ بجے آؤ گی؟''

''بہتر۔''

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کی آواز سن کر میں بہ یک وقت مضطرب اور مسرور ہوگئی۔ اس نے ہمارے ویک اینڈز، کار، ریستوراں میں لنچوں، ایک پورے حیاتِ زیست کی یاد تازہ کر دی تھی۔

۱۶

میں لیکچر سننے نہیں گئی۔ میں سڑکوں پر گھومتی رہی، یہ سوچتی رہی کہ وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہوگی۔ جو میں جھیل چکی تھی اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مجھے لگا کہ اب کوئی چیز مجھے بہت زیادہ تکلیف نہیں پہنچا سکتی تھی۔ چھ بجے ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی؛ سڑکیں نم اور روشنیوں میں سنگ ماہی کی پشت کی طرح چمک رہی تھیں۔ گھر میں داخل ہونے کے بعد میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ میں بہت دبلی ہو گئی تھی، اور میں نے مبہم سے انداز میں خطرناک طور پر بیمار پڑ جانے کی امید کی اور یہ کہ لُک میرے پلنگ کے پاس میرا دم نکلتے وقت آ کر سسکیاں لے گا۔ میرے بال گیلے تھے اور میں سراسیمہ نظر آ رہی تھی۔ مجھے فرانسواز کے بے انتہا مہر و کرم کا خواست گار ہونا چاہیے۔ میں ایک اور لمحے آئینے کے سامنے کھڑی رہی۔ شاید مجھے فرانسواز سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہیے تھا، لُک کے ساتھ مل کر ساز باز کرنی چاہیے تھی، کچھ زیادہ عیار ہونا چاہیے تھا، لیکن جب میرے جذبات اتنے گہرے طور پر ملوث تھے تو میں اس قسم کی کوئی بات کیسے کر سکتی تھی؟ میں اپنی محبت کی منہ زور قوت پر متحیر تھی اور اس پر خود کو قابلِ ستائش بھی سمجھتی تھی، لیکن میں یہ بھول گئی تھی کہ یہ مجھے سوائے غم زدگی کے کچھ اور نہیں دینے والی تھی۔

فرانسواز نے نیم تبسم کے ساتھ دروازہ کھولا، کافی خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے اندر آتے ہوئے اپنی برساتی اتاری۔

''آپ کیسی ہیں؟''

''بالکل ٹھیک،'' وہ بولی۔ ''آپ بیٹھ جائیں۔''

اس نے 'آپ' کہا: میں بھول گئی تھی کہ وہ مجھے 'تم' سے مخاطب کرتی تھی۔ میں بیٹھ گئی۔

اس نے مجھ پر انتقادی نظر ڈالی، اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میری قابلِ رحم حالت پر حیرانی ہو رہی ہے، جس کے باعث مجھے اپنے پر افسوس ہونے لگا۔

''کچھ پییں گی؟''

''ہاں، براہ کرم۔''

وہ وہسکی لائی۔ میں اس کا مزہ تک بھول گئی تھی۔ مجھے اپنے دل شکن کمرے، یونی ورسٹی کے ریستوراں، اور وہ زنگ کے رنگ کا کوٹ یاد آیا جو انھوں نے مجھے تحفتاً دیا تھا اور جو میرے خوب کام آیا تھا۔ اپنی تلخ اوقاتی میں مجھے دباو اور بے جگری، اور اپنے پر تقریباً خود اعتمادی محسوس ہوئی۔

''آخر کار ہم اکٹھے ہو گئے ہیں!'' میں نے کہا۔

میں نے نظریں اوپر کر کے اسے دیکھا۔ وہ بالمقابل دیوان پر فروکش تھی، اور مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی؛ ایک بھی لفظ کہے بغیر۔ ہم اب بھی بہت سی دوسری چیزوں کی باتیں کر سکتے تھے، اور میں رخصت کے وقت، بے حد ندامت کے ساتھ یہ کہہ سکتی تھی: ''امید ہے کہ آپ مجھ سے بہت زیادہ ناراض نہیں ہوں گی؟'' اس کا انحصار مجھ پر تھا: قبل اس کے کہ ہماری خاموشی دہرا اعتراف بن جائے، یہ کافی تھا کہ تیزی سے گفت گو شروع کر دی جائے۔ لیکن مین مہر بہ لب تھی۔ لمحہ آ چکا تھا: میں اس سے گزر رہی تھی۔

''میں آپ کو بہت پہلے ہی فون کرنا چاہتی تھی،'' بالآخر اس نے کہا، ''کیوں کہ لگ نے مجھ سے کہا تھا، اور اس لیے بھی کہ مجھے اس کا افسوس تھا کہ آپ پیرس میں اکیلی ہیں؛ لیکن ...''

''خود مجھے بھی آپ کو فون کر لینا چاہیے تھا،'' میں نے کہا۔

''کیوں؟''

میں یہ کہنے والی تھی: ''تاکہ اپنی معذرت پیش کر سکوں،'' لیکن الفاظ ناتواں معلوم ہوئے۔ میں نے حقیقت حال بے کم و کاست بیان کرنی شروع کر دی۔

''کیوں کہ میں یہ چاہتی تھی، کیوں کہ میں بے حد تنہائی محسوس کر رہی تھی، کیوں کہ مجھے یہ سوچنا ناپسند تھا کہ آپ سوچتی ہوں گی ...''

میں نے ایک مبہم سا اشارہ کیا۔

''آپ بیمار لگ رہی ہیں،'' اس نے شفقت سے کہا۔

''ہاں،'' میں نے ناگواری سے کہا۔ ''اگر یہ ممکن ہوتا، تو میں آپ سے ملنے ضرور آئی ہوتی؛ آپ نے مجھے بیف اسٹیکس کھلائے ہوتے، میں آپ کے قالین پر لیٹی ہوتی، آپ نے مجھے تسلی دی ہوتی۔ بدقسمتی سے، تنہا آپ ہی وہ ہستی ہیں جو میری مدد کرسکتی تھی، اور تنہا وہ جس سے میں درخواست نہیں کرسکتی تھی۔''

میں لرز رہی تھی، میرا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ فرانسواز کی ٹکٹکی ناقابل برداشت ہوگئی۔ اس نے گلاس اٹھالیا اور اسے میز پر رکھ کر دوبارہ بیٹھ گئی۔

''مجھے رقابت محسوس ہورہی تھی،'' اس نے آہستگی سے کہا۔ ''جسمانی رقابت میں مبتلا تھی۔''

میں مبہوت رہ گئی۔ میں کچھ بھی سننے کی متوقع تھی، لیکن یہ نہیں۔

''نری حماقت تھی،'' وہ بولی۔ ''مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ آپ اور لُک ... یہ کوئی ایسا گمبھیر معاملہ نہیں تھا۔''

جب اس نے میرا ردعمل دیکھا تو ہاتھ سے یوں اشارہ کیا جیسے اپنی براءت کر رہی ہو، جو مجھے قابل داد لگا۔

''میرا مطلب ہے،'' وہ بولی، ''کہ جسمانی بے وفائی حقیقت میں اہم نہیں؛ لیکن میں ہمیشہ ہی ایسی رہی ہوں، اور اب تو اور بھی زیادہ، اب جب کہ...''

لگ رہا تھا کہ وہ بڑے کرب سے گزر رہی ہو، اور میں جو وہ کہنے والی تھی اس سے خوف محسوس کر رہی تھی۔

''اب جب کہ میں جوان نہیں رہی،'' اس نے بات لپیٹی، اور، اپنا رخ دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا، ''اور کم قابل خواہش۔''

''نہیں،'' میں نے کہا۔

میں نے احتجاج کیا۔ مجھے اس کا سان وگمان بھی نہ تھا کہ اس کہانی کا ایک اور پہلو بھی ہوسکتا ہے، میرے لیے لامعلوم، پیش پا افتادہ، درد انگیز، شاید قابل ترحم۔ میں تو یہ سمجھے بیٹھی تھی

کہ یہ صرف میری کہانی ہے؛ لیکن مجھے ان کی زندگی کا ذرہ برابر بھی علم نہیں تھا۔

''یہ نہیں تھا،'' میں نے کہا اور کھڑی ہوگئی۔

میں اس کے پاس آئی اور بس کھڑی ہی رہی۔ اس نے رخ پلٹا اور میری طرف دیکھ کر خفیف سا مسکرائی۔

''میری بے چاری دومی نیک،'' اس نے کہا۔ ''کیا گورکھ دھندا ہے۔''

میں اس کے برابر بیٹھ گئی اور ہاتھوں میں سر ڈال دیا۔ میرے کان جھنجھنا رہے تھے۔ اپنے کو خالی محسوس کر رہی تھی۔ میں نے رونا چاہا ہوتا۔

''میں آپ کو بے حد پسند کرتی ہوں،'' وہ بولی۔ ''یہ نہیں سوچنا چاہتی کہ آپ ناخوش رہی ہیں۔ جب آپ کو پہلی بار دیکھا تھا تو آپ کے چہرے پر چھائی ہوئی شکست خوردگی کو دیکھ کر مجھے خیال آیا تھا کہ شاید ہم اسے پرمسرت اور بشاش بنا سکیں۔ لیکن بہت زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔''

''میں تھوڑی سی ناخوش ضرور رہی ہوں،'' میں نے کہا، ''لیکن لُک نے مجھے پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا۔''

بے اختیار میرا جی چاہا کہ اس کے بھاری بھرکم اور فیاض جسم سے لگ کر تحلیل ہو جاؤں، اس سے کہوں کہ مجھے کیسی حسرت ہے کہ وہ میری ماں ہوتی، کہ میں بے حد ناخوش ہوں؛ اور ریں ریں کرنے لگوں۔ لیکن اب میں یہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

''وہ دس دن میں لوٹنے والا ہے،'' وہ بولی۔

کیا مجھے اب بھی دھچکا لگا؟ لیکن فرانسواز کو بہ ہر حال لُک اور اپنی نیم مسرت ملنی چاہیے۔ مجھے خود کو قربان کر دینا ضروری ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں مسکرا دی۔ اپنی بے بضاعتی کو چھپانے کی یہ آخری کوشش تھی۔ قربانی کے لیے میرے پاس کچھ نہیں تھا، کوئی امید نہیں۔ مجھے تو صرف ایک عارضے کو ختم کرنا تھا، یا یہ کام وقت کے سپرد کرنا تھا۔ یہ تیغ سپر اندازی رجائیت سے یکسر عاری بھی نہیں تھی۔

''بعد میں، جب یہ سب ختم ہو جائے گا، مجھے امید ہے کہ آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی، فرانسواز، اور لُک سے بھی۔ اب صرف انتظار کرنا ہی باقی رہ گیا ہے۔''

دہلیز پر اس نے بے حد شفقت سے مجھے چوما۔

''اچھا، تو میں آپ سے جلد ملوں گی۔''

گھر پہنچ کر میں اپنے بستر پر گر پڑی۔ یہ میں نے اس سے کیا کہہ دیا تھا؟ اچرا! کچرا! لُک لوٹ آئے گا۔ مجھے اپنی آغوش میں لے کر چومے گا۔ اسے مجھ سے محبت نہ بھی سہی، کم از کم قریب موجود تو ہوگا، اور بھیانک خواب ضرور ختم ہوجائے گا۔

دس دن بعد لُک واپس ہوا۔ یہ مجھے ایسے معلوم ہوا کہ اس کی آمد والے دن میں بس میں اس کے گھر کے پاس سے گزر رہی تھی کہ مجھے اس کی کار نظر آئی۔ میں 'پاں سیوں' لوٹ آئی اور اس کے فون کا انتظار کرنے لگی۔ فون نہیں آیا۔ نہ اس دن، نہ اس کے بعد والے دن، اور میں بستر میں گھسی اس کا انتظار کرتی رہی، یہ ڈھونگ رچائے کے مجھے انفلوئنزا ہوگیا ہے۔

وہ موجود تھا اور مجھے فون نہیں کیا تھا۔ ڈیڑھ ماہ کی غیر حاضری کے بعد بھی! میری کپکپاہٹ، نیم ہسٹریائی قہقہہ اور مجنونانہ بے حسی کا مل جل کر ایک ہی مطلب نکلتا تھا۔ مایوسی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اتنی تکلیف نہیں اٹھائی تھی۔ میں نے اپنے سے کہا: یہ آخری ضرب ہے، اور سخت ترین!

تیسرے دن میں اٹھی اور لیکچر سننے گنیک کی طرح میرے ہم راہ آیا۔ میں نے بڑے غور سے اس کی ہر بات سنی۔ میں ہنسی۔ نامعلوم کیوں رہ رہ کر ایک مخصوص فقرہ میرے ذہن میں گونج رہا تھا:

''ڈنمارک کے ملک میں کوئی شے بگڑ گئی ہے!''[1]

میں اسے مسلسل دہراتی رہی۔

پندرھویں دن جب میں بیدار ہوئی تو صحن میں کسی رحم دل پڑوسی کے ریڈیو سے موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ یہ موتزارٹ کا ایک حسین اندانتے تھا، ہمیشہ کی طرح فجر کی یاد آوری کر رہا تھا، مرگ کی، اور مسکرانے کے ایک اور سے انداز کی۔ میں بستر میں بنا ہلے جلے کچھ دیر اسے سنتی رہی۔ مجھے تھوڑی بہت خوشی محسوس ہوئی۔

---

[1] "Something is rotten in the state of Denmark!": شیکسپیر کے ڈرامے ہیملیٹ کا مشہور فقرہ۔

مالکۂ مکان نے مجھے آواز دی۔ ٹیلی فون آیا تھا۔ میں نے کسی جلد بازی کے بغیر ڈریسنگ گاؤن پہنا اور زینے سے نیچے آئی۔ خیال گزرا کہ لُک ہوگا، اور کہ یہ اب ایسی کوئی اہم بات نہیں تھی۔

''کیسی ہو؟''

مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ آواز اسی کی تھی، لیکن یہ سکون، یہ اطمینان کا احساس کہاں سے آ گیا تھا؟ میرے اندر کچھ بدل گیا تھا۔ اس نے مجھے اگلے دن پینے پلانے کی دعوت دی۔ ''ہاں، ٹھیک ہے،'' میں نے کہا۔

میں گہرے غور وفکر میں ڈوبی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ موسیقی تھم چکی تھی، اور مجھے اس کا اختتامی حصہ نہ سن سکنے کا افسوس ہوا۔ خود کو آئینے میں متبسم دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ میں نے مسکرانا بند نہ کیا، کر ہی نہ سکتی تھی۔ بار دگر، میں جانتی تھی، جانتی تھی کہ اکیلی ہوں۔ میں اس لفظ کو دہرانا چاہتی تھی: اکیلی، اکیلی۔ لیکن اس سے کیا حاصل؟ میں عورت تھی، میں نے ایک مرد سے محبت کی تھی۔ سادہ سی کہانی تھی۔ اس پر اتنا ہنگامہ کیوں کھڑا کیا جائے۔

گرتی بادل

فرانسواز ساگاں

حیرتی بادل

ناول

انگریزی سے ترجمہ:

محمد عمر میمن

اپنے دوست فی لیپ کے لیے—

بے گانہ

— بتاؤ، حیرت میں ڈالنے والے آدمی، تم کسے فوقیت دیتے ہو؟

اپنے باپ کو، اپنی ماں کو، اپنی بہن، یا اپنے بھائی کو؟

— میرا باپ نہیں، نہ ماں، نہ بہن، نہ بھائی۔

— تمہارے دوست؟

— اب یہ ہے، تم ایسا لفظ بول رہے ہو جس کے مفہوم سے میں تا وقت نا آشنا ہوں۔

— ملک؟

— مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس عرض البلد میں واقع ہے۔

— حسن؟

— میں بہ خوشی اس سے محبت کروں گا، دیوی اور لازوال۔

— طلا؟

— مجھے اس سے نفرت ہے، جس طرح تمہیں خدا سے ہے۔

— اچھا، تو تمہیں کس کی چاہت ہے، طرفہ آدمی؟

— مجھے بادلوں سے محبت ہے... بادل جو گذر جاتے ہیں... وہاں دور...

حیرتی بادل!

— چارلز بودلیر

ککوڑا

1

'کی لارگو کے بھڑکیلے نیلے آسمان کے سامنے چرنگ بڑے نمایاں طور پر سیاہ نظر آ رہا تھا، اور اس کی باقاعدہ خشک شدہ شکل وصورت کسی درخت کی کم اور کسی منحوس کیڑے کی زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ ژوزی نے آہ بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں موند لیں۔ اصلی درخت موجودہ لمحے میں کہیں بہت دور تھے، خاص طور پر اس کے بچپن کے دنوں کے سفیدے، وہ سفیدا جو گھر کے پاس والے میدان میں کونے میں اکیلا کھڑا تھا۔ وہ اس کے نیچے لیٹا کرتی تھی، پاؤں اوپر تنے پر ٹکا کر، اور ہوا سے ہلتی ہوئی سینکڑوں پتیوں کو دیکھتی تھی، سب کی سب ایک ہی رخ پر جھکتی ہوئی، اور، بہت اوپر ہوا میں، درخت کی منحنی سی چوٹی، اتنی لطیف کہ بس کسی لمحے پرواز کر جائے گی۔ تب اس کی کیا عمر رہی ہوگی؟ چودہ، پندرہ؟ یا پھر وہ تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھتی، ہاتھوں میں سر دے کر، منہ کھردری چھال سے بھڑا کر، سرگوشیوں میں اپنے سے وعدے کرتی، اپنی سانس اندر کو کھینچتی، نوخیز جوانی سے پریشان، مستقبل کی دہشت سے، اس کی ناگزیریت سے۔ اس نے کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اسے اپنا سفیدا چھوڑنا پڑے گا، یا یہ کہ دس سال بعد لوٹنے پر وہ اسے زمین کی سطح تک کٹا ہوا ملے گا، کلھاڑی کے لگائے ہوئے زخم تنے پر سخت اور خشک۔

''کیا سوچ رہی ہو؟''

''ایک درخت کے بارے میں۔''

''کون سا درخت؟''

''ایک درخت جسے تم نہیں جانتے،'' اس نے کہا، اور ہنسنے لگی۔

''ظاہر ہے۔''

آنکھیں کھولے بغیر ہی اسے وہ بڑھتا ہوئے تناؤ محسوس ہوا جو ہمیشہ اس وقت محسوس ہوتا تھا جب ایلن کی آواز ایک خاص قسم کا لہجہ اختیار کر لیتی تھی۔

''میں ایک سفیدے کے بارے میں سوچ رہی ہوں، جب میں آٹھ سال کی تھی۔''

پھر اسے تعجب ہوا کہ اس نے اپنی عمر بتاتے ہوئے گھٹا کیوں دی تھی۔ شاید اس لیے کہ اسے وقت میں اور پیچھے دھکیل دینے سے ایلن کی رقابت میں تھوڑی سی کمی آ جائے۔ یقیناً اسے آٹھ سال کا تصور کرتے ہوئے وہ یہ نہیں پوچھے گا، ''تم کس کی اسیرِ الفت تھیں؟''

ایک وقفہ سا آ گیا۔ لیکن ایلن کا تجسس بیدار ہو گیا تھا، وہ اسے اپنے پہلو میں سوچتے ہوئے محسوس کر سکتی تھی، اور اس کی چند لمحوں پہلے والی لاتعلقی اب شدید دلچسپی میں بدل گئی تھی۔ اسے ڈیک چیر کا کینوس بھی اپنی پشت سے مس ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور گدی پر پھسلتی ہوئی پسینے کی بوند۔

''تم نے مجھ سے کیوں شادی کی؟'' اس نے پوچھا۔

''اس لیے کہ تم سے محبت تھی۔''

''اور اب؟''

''اب بھی ہے۔''

''کیوں؟''

یہ اسی طرح شروع ہوا تھا۔ یہ تین سوال اس روایتی سہ گانہ دستک کی طرح تھے جو فرانسیسی تھیٹروں میں پردہ اٹھنے سے پہلے بلند ہوتی ہے: ایک نوع کی رسم جسے انھوں نے رفتہ رفتہ ایک ناگفتہ مسلکے کے طور پر قبول کر لیا تھا، اس سے پہلے کہ ایلن نے اپنے بخیے ادھیڑنے شروع کر دیے۔

''خدارا اس وقت نہیں، ایلن،'' اس نے عاجزی کی۔

''آخر کس چیز نے تمھیں مجھ سے محبت کرنے پر مائل کیا؟''

''میں تمھیں ایک خاموش طبع امریکن سمجھی تھی — سینکڑوں بار بتا تو چکی ہوں — اور تم

مجھے دل کش بھی لگے تھے۔"

"اور اب؟"

"ایک بے چین امریکی، لیکن اب بھی پہلے جتنے ہی دل کش۔"

"دنیا جہان کے نیورات کا شکار امریکی، یہی نا؟ اور ایسی ماں کا بیٹا جو بہت زیادہ پیسے والی ہے..."

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ میں نے اس پیکر سے شادی کی جو میں نے تصور میں تمہارا بنایا تھا؛ یہی کہلوانا چاہتے ہو نا؟"

"میں چاہتا ہوں تم مجھ سے محبت کرو۔"

"یہ تو میں کرتی ہی ہوں۔"

"نہیں۔"

"کاش دوسرے لوٹ آتے،" اس نے سوچا، "اور جلد لوٹ آتے۔ اس بلا کی گرمی میں مچھلیاں پکڑنے جانا، یہ بھی ایک رہی! یہ کچھ زیادہ ہی چڑھا لے گا، گاڑی بہت تیز چلائے گا، اور لٹھے کی طرح سوئے گا۔ مجھ سے اتنے قریب سوئے گا کہ میرا کچومر نکل جائے گا، اور میں خود کو کوئی گھنٹا بھر اس سے پیار کرتا ہوا پاؤں گی کیوں کہ وہ اتنا کھویا کھویا نظر آتا ہے۔ کل صبح، وہ مجھ سے اپنے سارے ڈراونے خواب بیان کرے گا۔ وہ بڑے غیر معمولی تخیّل کا مالک ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور سفید جیٹی کو دیکھنے لگی۔ کہیں ایک متنفس بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ کرسی پر بدن ڈھیلا کر کے بیٹھ گئی۔

"کہیں دور تک ان کا نام و نشان نہیں،" اس نے ترشی سے کہا۔ "کتنی بری بات ہے۔ تم بور ہو رہی ہو، ہو رہی ہو نا؟"

اس نے اپنا سر اس کے رخ کیا۔ وہ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ وہ واقعی کسی ویسٹرن فلم کے نوجوان ہیرو سے بہت زیادہ ملتا جلتا لگ رہا تھا: ہلکے رنگ کی آنکھیں، کانسی جیسا بدن، بے کم و کاست لب و لہجہ۔ مجسم سادگی، بہ ظاہر۔ ایلن۔ ہاں، اس نے اسے چاہا تھا، تھوڑا سا اب بھی چاہتی ہے، جب اسے قریب سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن اب وہ اکثر و بیش تر

اس سے نظریں بچانے لگی تھی۔

''کیا خیال ہے؟ ہم چلیں؟''

''اگر تم جانے پر مصر ہو۔''

''تمہیں اس وقت کیسا لگا تھا جب میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ مجھ سے شادی کرلو؟''

''مجھے خوشی ہوئی تھی۔''

''بس اتنا ہی؟''

''مجھے لگا جیسے میری جان بچائی جارہی ہو۔ میں ...میں نڈھال ہوچکی تھی، تمہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے۔''

''نڈھال... کس نے نڈھال کردیا تھا؟''

''یورپ نے۔''

''یورپ میں کس نے؟''

''میں تمہیں بتا چکی ہوں۔''

''پھر بتاؤ۔''

''میں چلی جاؤں گی،'' ژوزی نے معاً سوچا۔ ''یہ بات مجھے مضبوطی سے اپنی گرہ میں باندھ لینی چاہیے۔ میں چلی جاؤں گی۔ پھر یہ جو چاہے کرتا رہے، خودکشی ہی کیوں نہ؛ وہ اس کا کافی بار ذکر کرچکا ہے۔ اور اس کا جعلی سائی کائٹرسٹ، وہ بھی اس کا بار بار ذکر کرچکا ہے۔ اور اس کی ماں بھی کرچکی ہے۔ ٹھیک ہے، خود کو مار ڈالے۔ اپنے بدبخت باپ کی طرح پاگل ہوجائے۔ اپنی احمقانہ شراب میں دھت زندگیاں گزارے جائیں۔ ویولفرانس [فرانس زندہ باد] اور بینجامن کونسٹینٹ!''

اس کے باوجود ایلن کو مردہ تصور کرنے سے اسے مالش ہونے لگی، ایلن جس پر موت کا بھوت اتنا سوار تھا۔ ''سب سے پہلے جو عذر بھی چلا آئے، وہی درست ہوگا، اور میں وہ عذر نہیں بننا چاہتی۔''

''یہ بلیک میل ہے،'' وہ بولی۔

''تو کیا ہوا؟ مجھے معلوم ہے کیا سوچ رہی ہو۔''

''جب تک تم اس قسم کا بلیک میل کرتے رہوگے، میں تمہاری کوئی عزت نہیں کرسکتی،'' اس نے بودے پن سے کہا۔

''میری بلا سے۔''

''ہاں، ظاہر ہے۔''

اس کی عزت کرنے کی اسے کیا پروا تھی؟ علاوہ ازیں، اپنے بارے میں اس کی جو پست رائے تھی وہ متعدی بنتی جارہی تھی۔ اس کا کردار بس ایک نجات دہندہ رتی جتنا رہ گیا تھا، تباہی کے خلاف ایک حفاظتی کل پرزے جتنا۔ ستائیس سال کی عمر میں۔ صرف تین سال پہلے، پیرس میں، اکیلے یا جس کسی کے ساتھ اس کا دل چاہتا رہتے ہوئے، وہ آزادی سے سانس لے سکتی تھی۔ اب، اس مصنوعی ماحول میں وہ ایک نوجوان نیوراتی شوہر کے ساتھ پسینے میں شرابور ہوگئی تھی جو نہیں جانتا تھا کہ اس سے کس چیز کا طالب ہے۔ وہ ہنسنے لگی اور وہ تن کر بیٹھ گیا، آنکھیں سکیڑ کر۔ ایسے موقعوں پر اسے اپنی بیوی کا ہنسنا بڑا ناگوار گزرتا تھا، گو بعض اوقات اس میں حسِ مزاح کی جھلک نظر آجاتی۔

''یوں مت ہنسو۔''

لیکن وہ آہستگی سے ہنسے گئی اور پیرس میں اپنے اپارٹ مینٹ، رات کے وقت سڑکوں، بے مہار اور بے فکر زمانے کی ایک نوع کی گدازی کے ساتھ یادآوری کرتے ہوئے۔ ایلن کھڑا ہوگیا۔

''تمہیں پیاس نہیں لگی؟ گرمی کا دورہ پڑ جائے گا، میری جان۔ تمہارے لیے اورنج جوس لے آؤں؟''

وہ گھٹنوں کے بل ہوگیا، سر اس کی بانہہ پر رکھ دیا، اور اوپر اس کی طرف دیکھا۔ یہ اس کا دوسرا ہتھیار تھا: وہ جب بھی اس کی رقابت سے فرار ہوجاتی، تو وہ مہربانی کا اظہار کرنے لگتا۔ اس نے اس کے ہموار خط و خال پر اپنا ہاتھ پھرایا، اس کے گٹھے ہوئے منہ اور بڑی بڑی آنکھوں کے حلقوں کے گرد اپنی انگلیاں پھرائیں، اور ایک بار حیرانی سے سوچا کہ آخر کس چیز نے اس کے چہرے کی خاموش مردانگی کو اتنا بے تاثیر کردیا تھا۔

''اس کے بجائے اگر 'بکارڈی'[1] لا دو تو بہتر ہوگا،'' اس نے کہا۔

وہ مسکرا دیا۔ اسے شراب نوشی پسند تھی اور اسے یہ بھی پسند تھا کہ وہ اس کے ساتھ پیا کرے۔ اسے اس سے بھی خبردار کر دیا گیا تھا۔ لیکن اگرچہ وہ الکحل کی ایسی خاص شیدائی نہیں تھی، بعض اوقات اس کا جی چاہتا تھا کہ پی کر مدہوش ہو جائے اور اپنی بقیہ زندگی یوں ہی مدہوش رہے۔

''اچھا تو دو 'بکارڈیاں،''' وہ بولا۔

اس نے اس کا ہاتھ چوما۔ ایک سفید مو عورت نے جو پھولوں والی چڈی پہنے ہوئے تھی ان کی طرف ایک میٹھی سی تائیدی نگاہ ڈالی، لیکن ژوزی جواباً نہیں مسکرائی۔ اس کی آنکھیں ایلن کا تعاقب کرتی رہیں، جو بڑے وقار کے ساتھ ایک ایسے پر اعتماد آدمی کی چال چلتا ہوا دور ہوتا جا رہا تھا جس کے لیے زندگی ہمیشہ ہی بہت آسان رہی ہو، اور، جیسا کہ ہر بار اس کے جانے پر ہوتا تھا، وہ اداسی سے مغلوب ہو گئی۔ ''اس کے باوجود مجھے اب اور اس سے محبت نہیں،'' اس نے سرگوشی کی اور تیزی سے بانہہ سے چہرہ ڈھک لیا، یوں جیسے کہ آفتاب خود اس کی تردید نہ کر دے۔

~

جب دوسرے لوگ واپس ہوئے تو دیکھا دونوں ریت پر لیٹے ہوئے ہیں، ژوزی کا سر ایلن کے کندھے پر رکھا ہوا ہے، اور بڑے جوش کے ساتھ کتابوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ کئی گلاس آس پاس بکھرے ہوئے تھے، اور برینڈن کینل کی گونگی نگاہ نے اس بات کی طرف اپنی بیوی کی توجہ دلائی۔ ایو کینل ذہین اور بدصورت دونوں ہی تھی، لیکن اتنی نہیں کے نظر میں کھب جائے۔ اسے ژوزی پسند تھی اور، برینڈن کی طرح، ایلن سے خوف زدہ۔ سچ تو یہ ہے کہ میاں بیوی کینل ہر چیز کے بارے میں ایک سی رائے رکھتے تھے، ہر چیز میں ایک دوسرے کے شریک تھے، سوائے، ظاہر ہے، ژوزی سے برینڈن کی لاطائل اور خفیہ فریفتگی کے۔

''کیسا عجیب دن ہے!'' ایو نے چلا کر کہا۔ ''سمندر کے کنارے تین گھنٹے اور وہ بھی

---

[1] ایک طرح کی ویسٹ انڈیز کی رم۔

ایک ناہنجار 'بیراکوڈا' مچھلی کی خاطر..."

"سمندر پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟" ایلن نے پوچھا۔ "مسرت تو یہیں کنارے پر موجود ہے۔"

اس نے ژوزی کے بالوں کا بوسہ لیا۔ اس نے سر اوپر کیا اور برینڈن کی نگاہوں کو خالی گلاسوں پر مرتکز پایا اور اسے جہنم واصل کیا۔ اس کا ایک گھنٹا خوش گوار گزرا تھا۔ اس نے مسرت محسوس کی تھی، منظر بے مثال تھا، ایلن ذہانت سے بھرپور اور پرسکون: اگر اس میں دو چار 'بکارڈیوں' کی مدد شامل رہی تھی تو اس سے کون سا لمبا چوڑا فرق پڑ جاتا تھا؟ اس نے اپنا ہاتھ ایلن کی کانسی جیسی ٹانگ پر رکھ دیا۔

"مسرت تو ٹھیک یہیں کنارے پر موجود ہے،" اس نے دہرایا۔

برینڈن نے نظریں ہٹا لیں۔ "میں نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچا دی ہے،" ژوزی کو خیال آیا۔ "لگتا ہے مجھ سے محبت ہوگئی ہے۔ عجیب بات ہے، میرا اس طرف خیال بھی نہیں گیا تھا۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا:

"برینڈن، ذرا مدد کرنا، سورج کی وجہ سے مجھے چکر آ رہے ہیں۔"

اس نے "سورج" کے لفظ پر زور دیا۔ برینڈن نے ہاتھ آگے کر دیا۔ بہت سے لوگوں کو اس پر تعجب تھا کہ برینڈن کینل نے، جو کسی غائب دماغ سمندری قزاق کی طرح نظر آتا تھا، آخر کس طرح ایو سے شادی کر ڈالی تھی، جو دیکھنے میں کوئی چچی خالہ لگتی تھی۔ اس نے شادی دو وجہ سے کی تھی: ایک تو یہ کہ وہ اس کے احساسات کا لحاظ رکھتی تھی اور دوسرے برینڈن دبّو واقع ہوا تھا۔ اس نے ژوزی کو کھڑے ہونے میں مدد کی۔ وہ لڑکھڑائی اور اس سے چمٹ گئی۔

"میرا کیا ہوگا، ایو؛" ایلن نے شکایت کی، "کیا تم مجھے ساحل پر ساری رات بالکل اکیلا چھوڑ دوگی؟ خود دیکھ سکتی ہو میں بھی اتنا ہی مدہوش ہوں جتنی ژوزی۔ چوں کہ ہم نشے میں دھت ہیں۔ اس نے تم سے کہا تھا کہ ہم شادماں ہیں، کہا تھا نا؟"

وہ ریت پر لیٹا ہوا اوپر ان کی طرف کچھ مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ژوزی نے برینڈن کی بانہہ چھوڑ دی اور پھر دوبارہ مضبوطی سے پکڑ لی۔

''اگر ایک دو جام کا یارا نہیں، تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ میں بالکل باہوش ہوں اور، اس پر مستزاد، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں بریڈن کے ساتھ ڈنر کھانے جارہی ہوں۔''

وہ گھومی، ایو کو نظر انداز کرتے ہوئے۔ سال بھر میں پہلی بار اسے یاد آیا کہ دنیا میں ایلن کے علاوہ دوسرے مرد بھی ہیں۔

''وہ بالکل گھامڑ ہے،'' اس نے عیاں طور پر سوچا۔ ''ہر چیز کا ستیاناس کر کے رکھ دیتا ہے۔''

''تمہیں چاہیے کہ اسے چھوڑ دو،'' بریڈن بولا۔

''پھر تو بالکل ہی تباہ ہو جائے گا، یعنی، میرا مطلب ہے...''

''وہ پہلے ہی سے تباہ ہو چکا ہے۔''

''جانتی ہوں۔''

''لیکن ایک دل کش تباہ حال، ایسا نہیں؟''

اس نے احتجاج میں اپنا منہ کھولنا چاہا، پھر بس شانے اچکا کر رہ گئی۔

وہ دھیرے دھیرے ریستوراں کے طرف چلنے لگے۔ بریڈن کو اپنی بانہہ پر ژوزی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہو رہا تھا اور وہ سوچنے لگا کہ بہتر نہ ہوگا کہ ریستوراں پہنچنے سے پہلے اسے ہٹا دے۔ اس کی بانہہ ایک بے تکی حالت میں پہنچ گئی تھی اور ایک طرح کی مروڑ نے اسے مفلوج کر دیا تھا۔

''مجھے تمہاری شراب نوشی بری لگتی ہے،'' وہ بولا۔

یہ اس نے بڑی اونچی آواز میں کہا، بڑی تاکید کے ساتھ کہا، اور اس کا اسے علم بھی تھا۔ ژوزی نے اپنا سر اوپر کیا۔

''ایلن کی ماں کو بھی یہ ناپسند ہے۔ خود مجھے بھی ہے۔ لیکن تمہیں اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے؟''

اس نے اپنی بانہہ چھڑا لی، اور کسی قدر آرام محسوس کیا۔ یہ ان نادر موقعوں میں سے تھا جب اس نے تنہائی میں اس سے بات کی تھی اور اس نے اسے برہم کر کے دکھ دیا تھا۔

''ہاں، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔''

ژوزی نے مڑ کر اسے دیکھا، اپنے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے، ہاتھ لٹکائے ہوئے۔ وہ ایک صاف سیدھے، اطمینان بخش چہرے کا مالک تھا۔ جب اس نے ایلن سے شادی کی تھی تو اسے بھی ایسا ہی صاف سیدھا آدمی خیال کیا تھا۔

''تم ٹھیک ہی کہتے ہو، برینڈن۔ معاف کردو۔ تمہارے دلائل اتنے عملی ہیں، اور یہ عام طور پر ایک یورپی صفت نہیں۔ میں ایلن کے ساتھ رہتی ہوں، خیال کرو۔ میں اپنے سے یہ نہیں کہہ سکتی، 'مجھے اسے چھوڑ دینا چاہیے' بالکل ایسے ہی جیسے یہ کہہ سکتی ہوں 'مجھے اپنی اپینڈکس نکلوا دینی چاہیے۔'''

''بایں ہمہ، تمہیں یہ کرنا ہی چاہیے، ژوزی، اور اگر میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں تو....''

''شکریہ، برینڈن۔ میں جانتی ہوں۔ تم اور ایو بہت مہربان لوگ ہو۔''

''ایو اور میں نہیں، میرا مطلب تھا صرف میں ہی۔''

وہ سرخ پڑ گیا تھا۔ ژوزی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تاہم، پیرس میں، اسے مردوں کو تنگ کرنے میں مزا آتا تھا اور اس قسم کے موقعے کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیا ہوتا۔ ''میری عمر بڑھ گئی ہے،'' اس نے سوچا۔ ریستوراں کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ فاصلے میں ساحل پر ایو اور ایلن کی دھندلی پرچھائیاں ان کے پیچھے آہستہ آہستہ چلی آرہی تھیں۔

ایک بار پھر وہ تنہا تھے اور گھر پر۔ بنگلا تین مستطیل کمروں پر مشتمل تھا، جن کا ساز و سامان ہلکے رنگ کے بانس کا تھا، اور آرائشی اشیا میں حبشی نقاب، عجیب و غریب چیزیں، گندھے ہوئے پھونس، مچھلی مار برچھیاں، تقریباً ہر وہ چیز شامل تھی جو ایلن کی والدہ کے تصور میں بدیسی غرائب میں شمار ہوسکے۔ اگرچہ ایلن بڑے زمانے تک یہاں اکیلا رہا تھا، مکان کے طول و عرض میں اس کی موجودگی کا ادنا سا اشارہ بھی موجود نہیں تھا۔ کتابیں اور رکارڈ جو وہ اپنے ہم راہ نیو یارک سے لائے تھے۔ وہ کبھی کسی ایسے شخص سے واقف نہیں رہی تھی جسے اپنے ماضی

سے اتنی کم دل چسپی ہو۔ وہ اپنی ذات کو صرف اس سے اپنے تعلق میں ہی دیکھ سکتا تھا، جس میں اس نے اتنی سرگرمی سے اپنے لیے اذیت رساں کے کردار کا انتخاب کیا تھا کہ بعض اوقات ژوزی کا جی ہنس دینے کو چاہتا۔ حقیقت میں، اس نے بیوی سے تعلق کو ایسے بے لوچ نمونے پر ڈھال لیا تھا اور خود کو اتنے شدید طور پر ناپسند کرتا تھا کہ بسا اوقات ژوزی کا سر چکرانے لگتا، جیسے کسی واہیات ڈرامے یا کوئی اڈعائی فلم دیکھنے کے بعد چکرانے لگتا ہے۔ لیکن اس معاملے میں برے ڈرامے یا اڈعائی فلم کا حوصلہ مند لکھنے والا خود ایلن تھا، اور وہ بس یہی کر سکتی تھی کہ ڈرامے کے ٹھپ ہوجانے کا انتظار کرے، جو ناگزیر تھا، اور ایلن کے ساتھ مل کر اس پر رنج کرے۔

وہ اس کے سامنے چکر لگا رہا تھا۔ ساری کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور فلوریڈا کی گرم ہوا، اپنے ساتھ سمندر کی میٹھی، دور افتادہ بو باس، دھویں کے بخارات اور دائمی گرمی کی لپک لیے ہوئے، ہلکے ہلکے ان کے چہروں سے مس ہو رہی تھی۔ وہ اسے آگے پیچھے حرکت کرتے دیکھتی رہی، ذہن میں بس یہی خیال تھا کہ اس نے خود کو اپنی زندگی اور اپنے ماحول سے پہلے کبھی اس درجہ بے گانہ نہیں محسوس کیا ہے۔ اور کسی کے معاملے میں اتنا حساس اور غیر محفوظ۔

"برینڈن تمہارے عشق میں مبتلا ہے،" اس نے بالآخر کہا۔

وہ مسکرادی۔ ایلن کی توجہ میں بھی ہر بات ٹھیک اس وقت آجاتی تھی جب خود اس کی اپنی توجہ میں۔ دو دن پہلے، وہ اس کے بیان پر ہنس دی ہوتی اور اسے جنونی ہونے کا الزام دیا ہوتا۔ دو دن بعد اندھے پن کا۔ تاہم اسے معلوم تھا کہ وہ ان باتوں پر اس کے ساتھ یوں مذاق نہیں کر سکتی تھی جس طرح دوسرے مردوں کے ساتھ۔

"آخر برینڈن میں کیا ہے؟" ایلن نے خواب ناکی سے پوچھا، اور کھڑکی سے ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کی خاطر چلنا بند کر دیا۔

"بہت کچھ نہیں،" اس نے جواب دیا۔

"ذرا دیکھیں تو سہی..." اس نے بات جاری رکھی۔ "بڑا نفیس مردانہ چہرہ ہے، ٹھوس، اطمینان بخش۔ پورے 'کی لارگو' میں، وقتِ موجود میں ممکنہ مرد۔ اس کی بیوی ذہین عورت ہے جو اپنے کو تمیز سے برتنے کا سلیقہ جانتی ہے۔ میں بالکل دیکھ سکتا ہوں کہ اگر تمہاری بے عزتی

کروں تو وہ مجھے گھونسا مار دے گا۔ تم جانو، ایک کامل شریف زادہ: 'بعض چیزیں آدمی برداشت نہیں کرسکتا، جناب، اور ڑوزی خانم ہر شک وشبے سے بری ہیں،... وغیرہ۔"

وہ ہنسنے لگا۔

"تم کچھ کہتی کیوں نہیں؟ تمہارے خیال میں اس قسم کا واقعہ ناممکن ہے؟"

"نہیں۔ مجھے کوئی بات ناممکن نہیں معلوم ہوتی۔"

"حتیٰ کہ اس کے ساتھ ہم خوابی بھی؟"

"وہ بھی نہیں۔ لیکن یہ مجھے اتنی مرغوب نہیں معلوم ہوتی۔"

"اچھا، لیکن معلوم ہونے لگے گی، وقت آنے پر۔ تم دیکھنا۔"

وہ کھڑکی سے ہٹ گیا، اور ڑوزی ایک بار پھر اس کے ناٹکی انداز سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ اپنے مکالمے ادا کرنے سے پہلے ایک رویہ اختیار کرنا پسند کرتا تھا، اور وہ اپنی خاموشیوں کا حساب تقریباً پیشہ ورانہ احتیاط سے لگانے کا عادی تھا، یوں جیسے جو کہنے والا ہو اس کے لیے مناسب 'کاروبار' پر متوجہ کرنے کی ضرورت کو محسوس کرتا ہو۔ وہ کینوس کی لاؤنج کرسی پر دراز، سر کے پیچھے ہاتھ باندھے، اسے نیم بستہ آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ اسے نیند آنے لگی تھی پھر بھی وہ یہ سوچنے سے باز نہ رہ سکی وہ اور کب تک یہ سب سہ سکے گی۔ وہ اپنے پر مسکرائی۔ آج پہلی بار اس نے اپنے احساسات کو بے ٹوک انداز میں منظم کیا تھا: "مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"ہوسکتا ہے برینڈن تمہیں بہت بور کرتا ہو، لیکن تمہیں اس بات پر اتنی رازداری نہیں برتنی چاہیے،" ایلن نے بات جاری رکھی۔ "تم اسے بڑے کرّوفر سے ساحل پر گھسیٹ لے گئی تھیں، بے چاری ایو کو میرے ساتھ تنہا چھوڑ کر۔ تم دونوں کو ساتھ ساتھ جاتے دیکھ کر وہ بڑی ابتر لگ رہی تھی۔"

"یہ خیال مجھے نہیں آیا۔ تمہارے خیال میں..."

وہ بس پوچھنے ہی والی تھی، "تمہارے خیال میں مَیں نے اس کے جذبات کو تکلیف پہنچائی ہے؟" لیکن اپنے کو روک لیا۔ بہ ہر کیف، وہ یقیناً یہی جواب دیتا، "بالکل۔" اس کا سارا مقصد یہی تھا کہ اس میں احساسِ جرم کو ابھارے۔ اچانک وہ طیش میں آ گئی۔

"میں نے اس کے جذبات کو تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ ایو مجھ پر بھروسا کرتی ہے۔ اسی طرح بریڈن بھی۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ میں چت لیٹی اور اپنی بانہیں پھیلائے کسی مرد کے انتظار میں پڑی رہتی ہوں۔ وہ نارمل لوگ ہیں۔"

"یعنی میں نہیں ہوں؟"

"تمھیں خوب پتا ہے کہ نہیں ہو، اور اس پر فخر کرتے ہو، کیا نہیں؟ صبح سے شام تک بیٹھے اپنے نیورات کو پالتے پوستے رہتے ہو۔ اگر تمھیں زمین پر آ کر عام انسان کی طرح برتاو کرنا پڑ جائے تو تمھاری مصیبت آجائے گی۔۔۔"

"یا خدا،" اس نے یہ کہتے ہوئے سوچا، "میں ریڈرز ڈائجیسٹ کی طرح بول رہی ہوں۔ میں، جسے اوروں کے مقابلے میں عام سوجھ بوجھ سے سب سے زیادہ گھن آتی ہے، اسے کسی بھاری بھرکم چچا کی طرح وعظ کر رہی ہوں۔ انجام کار وہ مجھے ایک بے زار کن عورت بنا کر رکھ ہی دے گا۔ اور اس پر حد درجہ فرحت محسوس کرے گا۔"

اور بلاشبہ، وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

"ژوزی، یاد ہے ایک مرتبہ تم نے مجھ سے کیا کہا تھا: 'لوگوں کو جیسے ہوں قبول کرنا چاہیے، میں نے کبھی کسی کو بدلنے کی خواہش نہیں کی ہے، یہ حق کسی کو نہیں پہنچتا کہ کسی متنفس کے بارے میں کچھ کہے۔' یاد ہے؟"

وہ اس کے پاس بیٹھ گیا، اتنی نرمی سے بات کرنے لگا کہ اسے اب اور یقین نہیں رہا کہ آیا وہ خود ژوزی ہی کے الفاظ کسی آسمانی صحیفے کی طرح دہرا رہا تھا جس پر اس کی خوشیوں کا دارومدار ہو، یا صرف اسے شرم دلا رہا تھا۔ اسے اپنے حلق میں کچھ اینٹھن سی محسوس ہوئی۔ ہاں، یہ اس نے کہا تھا، زمستان کے ایک دن نیویارک میں۔ انھوں نے ایک گھنٹا ایلن کی والدہ کے ساتھ گزارا تھا، پھر وہ اس کے ساتھ لوٹ آئی تھی، گدازی، ترحّم اور اعلا اصولوں سے لدی پھندی۔ وہ گھنٹا بھر 'سینٹرل پارک' میں گھومتے رہے تھے، اور وہ اس قدر بدحواس نظر آ رہا تھا، اس کا اس قدر محتاج۔۔۔۔"

"ہاں، یہ میں نے ہی کہا تھا۔ میں نے ہی یہ سوچا تھا۔ اور اب بھی یہی سوچتی ہوں۔" وہ رک گئی، پھر اور زیادہ ملائمت سے بات جاری رکھی: "ایلن، تم میری کوئی مدد نہیں کر رہے

ہو۔''

''تو تمہارے خیال میں میں جان بوجھ کر بے رحمی سے پیش آ رہا ہوں؟''

''ہاں۔''

اور ژوزی نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ وہ جیت گیا تھا، اس سے یہ اقرار کروا کر کہ وہ اسے تکلیف پہنچا رہا ہے، یہی تو وہ ٹھیک ٹھیک چاہتا تھا: اس کے دفاع میں چیر ڈال دے، اسے شدید تکلیف پہنچائے، اس سے غرض نہیں کہ کس طرح۔ اس نے ژوزی کو اپنی بانہوں میں لے لیا، اُسے فرش سے اوپر اٹھایا، پھر گر جانے دیا، اور اس کے برابر دراز ہوگیا، اس کے شانے پر اپنا سر رکھ دیا۔ بڑی عاجزی سے اس کا نام سرگوشیوں میں لینے لگا، اس سے پیار دلار کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ رو دے۔ لیکن ژوزی روئی نہیں۔ پھر اس نے اس کے ساتھ جفتی کی، اسی حالت میں جس میں وہ پڑی ہوئی تھی، نیم ملبوس، اس لذت سے بیر محسوس کرتے ہوئے جو انھیں پہنچ رہی تھی۔ بعد میں، اس نے اس کے بقیہ کپڑے اتارے اور اسے سوئی ہوئی حالت میں اٹھا کر خواب گاہ میں لایا۔ اور وہاں، وہ خود بھی سو گیا، اسے مضبوطی سے پکڑے پکڑے۔ فجر کے وقت ژوزی نے اسے ہنوز بستر پر آڑا پسرا ہوا پایا: قرینے سے لیٹنے سے پہلے ہی اسے نیند آ گئی تھی۔

سونے والے کی ایک عجیب تصویر ...ایک ہاتھ چادر پر کھلا پڑا تھا، چہرہ بکھرا ہوا، ٹانگیں اوپر سینے سے چپکی ہوئیں۔ اس حالت کا ایک نام تھا— کیا نام تھا بھلا؟ حالتِ جنین۔ کیا ایلن کو اپنی والدہ کی کمی محسوس ہوتی تھی، اپنی ناقابلِ برداشت والدہ کی کمی؟ کیسا عجیب خیال تھا۔ کیا فرونڈ نے ایلن کی ماں کی پیش بینی کرلی تھی؟ وہ ہنسنے لگی، اور پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''مجھے 'بکارڈی' سے نفرت ہے۔ مجھے حلق سے اترتے ہوئے اس بے مزاء جراثیم سے پاک پانی سے نفرت ہے۔ مجھے اس کی بند کھڑکی اور اس کی ایر کنڈیشنگ سے نفرت ہے۔ مجھے بانس اور ان دو ڈالر والی بھاگوان افریقی اشیا سے نفرت ہے۔ مجھے سیاحت اور استوائی مناظر سے نفرت ہے۔ کیا مجھے اس اجنبی سے نفرت ہے جو میرے بستر پر ترچھا پڑا سو رہا ہے؟

''یہ بہت خوب صورت ہے۔ اس کی رانیں لمبی اور ہموار ہیں، کسی نوجوان کی دبلی پتلی

رانیں، رانیں جن کا لمس میرے ہونٹوں کو اتنا ہموار معلوم ہوتا ہے۔ میں اس جوان سے نفرت نہیں کرسکتی۔ میں اپنا سر ذرا سا بھی پھیرتی ہوں تو اجنبی آہ بھرنے لگتا ہے، جب میرا منہ اس کی جلد سے مس ہوتا ہے تو جنبش کرنے لگتا ہے، پوری طرح بیدار ہونے سے قبل۔ لیکن اب نہیں، کیوں کہ اسے جبراً نیند سے جدا کیا جارہا ہے، وہ لذّت سے آہیں بھر رہا ہے۔ اس کی ٹانگیں آگے کو پھیلی ہوئی ہیں، وہ اپنی ماں سے جدا ہوگیا ہے، اپنی داشتہ کو دوبارہ پالیا ہے۔
Mere des souvenirs, maitresse des maitresses ... بودلیر؟ ویرلین؟ مجھے کبھی نہیں معلوم ہوگا کہ کس نے کہا تھا۔ اس نے مجھے میری گردن کے پیچھے سے پکڑ لیا ہے، مجھے الٹا دیا ہے، اور بڑے پیار سے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ وہ سرگوشی میں میرا نام لیتا ہے: کیا یہ سچ ہے کہ میں ژوزی کہلاتی ہوں اور وہ ایلن۔ یہ ناممکن ہے کہ ان سب باتوں کا کچھ مطلب نہ نکلتا ہو، ایلن، یہ ناممکن ہے اس کے بعد اشیا پہلے جیسی ہی رہیں، یہ ناممکن ہے میں اب کبھی تمہارے نام کے علاوہ کوئی اور نام لینا چاہوں۔"

2

''تم اپنا ہیٹ بھول گئے ہو۔''

ایلن نے شانے اچکائے۔ کار پہلے ہی سے گھڑگھڑا رہی تھی یا بل کہ خرخرا رہی تھی۔ یہ ایک پرانی گہرے سرخ رنگ کی 'شیور لے' تھی۔ ایلن کو اسپورٹس کاروں سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔

''سخت گرمی ہونے والی ہے،'' ژوزی نے اصرار کیا۔

''چلو اندر آؤ۔ بریڈن مجھے اپنا ہیٹ مستعار دے دے گا۔ اس کی کھوپڑی خاصی دبیز ہے۔''

بریڈن ہی تنہا وہ موضوع تھا جس پر وہ بات کرنا چاہتا تھا، اور کینل ہی تنہا وہ لوگ تھے جن سے ملنے کا خواہش مند تھا۔ یہ ایلن کا تازہ کھیل تھا۔ وہ اس تماشائی کا انداز اختیار کرتا جو کوئی بہت جولاں معاشقے کو بے چارگی سے دیکھ رہا ہو، ایو کو ''میری بے چاری ہم معتذب'' کہتا اور جب بھی بریڈن ژوزی سے بات کر رہا ہوتا تو بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتا۔ صورتِ حال بہ تدریج ناقابلِ برداشت ہوتی جارہی تھی، ژوزی اور کینلز کی اسے ایک مذاق میں بدل دینے کی مشترکہ کوششوں کے باوجود۔ ژوزی نے سب کچھ آزما کر دیکھ لیا تھا: غصہ، بے حسی، منت سماجت۔ یہاں تک کہ اکیلی چلی گئی تھی، کینل جوڑے سے ملنے کی انکاری، لیکن ایلن نے اسے ڈھونڈ نکالا اور ساری دوپہر پینے اور بریڈن کے گن گانے میں گزار دی۔ وہ اُس دن مچھلی پکڑنے اکٹھے جانے والے تھے۔ ژوزی ٹھیک سے نہیں سو پائی تھی

اور ایک قسم کی خوں خوار شادمانی کے ساتھ اس لمحے کی تمنا کر رہی تھی جب ایو، برینڈن یا وہ خود ہسٹریائی انداز میں پھٹ پڑے گی۔ اگر تھوڑی بہت خوش قسمتی شاملِ حال رہی، تو یہ آج ہی ہو سکتا ہے۔

کینل جوڑا گودی پر کھڑا ہوا تھا، اسی دل شکستہ نظری کے ساتھ جو پچھلے پورے ہفتے ان پر طاری رہی تھی۔ ایو کے ہم راہ سینڈوچز کی ٹوکری تھی، اور اس نے اپنے خالی ہاتھ سے ایک ہلکا پھلکا سا اشارہ کیا۔ برینڈن کے لبوں پر پھیکا پھیکا سا تبسم پھیل گیا۔ دیو ہیکل کرس کرافٹ (Chris-Craft) کاہلی سے ڈولتا ہوا چھوٹی سی بندرگاہ میں داخل ہوا؛ ملاح انتظار کرنے لگا۔

ٹھیک اسی لمحے ایلن نے ٹھوکر کھائی اور ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ لیا۔ برینڈن اس کی طرف بڑھا، اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا:

''کیا ہوا؟''

''سورج،'' ایلن نے کہا۔ ''مجھے ایک ہیٹ ساتھ لے آنا چاہیے تھا۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔''

وہ ایک پتھر کے کھونٹ پر بیٹھ گیا اور سر جھکا لیا۔ بقیوں نے ایک دوسرے کی طرف مذبذب سے دیکھا۔

''اگر طبیعت ٹھیک نہیں تو ہم یہیں ٹھہر جاتے ہیں،'' ژوزی بولی۔ ''اتنی شدید دھوپ میں سمندر میں نکلنا نری دیوانگی ہوگا۔''

''نہیں، نہیں، تم سب مچھلی کے شکار کے شوقین ہو، میرے بغیر چلے جاؤ۔''

''میں تمھیں پہلے گھر پہنچا آتا ہوں،'' برینڈن بولا۔ ''تم شاید تھوڑی سے دھوپ کھا گئے ہو اور یہ بہتر ہوگا کہ کار نہ چلاؤ۔''

''لیکن اس میں تمہارا گھنٹا بھر ضائع جائے گا اور تم اس قدر پرجوش مچھلی باز ہو۔ نہیں، یہ کہیں بہتر ہوگا کہ ایو مجھے گھر چھوڑ آئے۔ اسے مچھلی کا شکار بالکل پسند نہیں۔ اس کے بجائے وہ میری تیمار داری کرنا یا بہ آوازِ بلند مجھے کوئی کتاب پڑھ کر سنانا زیادہ پسند کرے۔''

خاموشی چھا گئی۔ برینڈن دور ہٹ گیا اور ایو کو، جو اس کی طرف دیکھ رہی تھی، محسوس

ہوا جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔

''یہ بہترین خیال ہے۔ میں شارکس اور جانے کیا اور الا بلا سے تنگ آ ئی ہوئی ہوں۔ اور بہ ہر کیف، تم جلد لوٹ آ ؤ گے۔''

وہ سکون سے بول رہی تھی، اور ژوزی، جو بس احتجاج کرنے ہی والی تھی، کچھ کہنے سے معذور رہی۔ لیکن وہ اندر ہی اندر طیش سے کھول رہی تھی۔ ''بس یہی تو وہ چاہتا ہے، الو۔ اور وہ کوئی خطرہ بھی مول نہیں لے رہا... خوب جانتا ہے کہ کشتی صرف تیس فٹ کی ہی ہے، اور اس پر کشتی بان بھی موجود ہے۔ اور پھر ایو ہے، جو محتاط نظر آ رہی ہے، اور برینڈن جو سرخ پڑ رہا ہے.... وہ آخر چاہتا کیا ہے؟'' وہ ایڑیوں پر گھومی اور چڑھنے اترنے والے تختے پر چلنے لگی۔

''ایو، تمہیں یقین ہے ...'' برینڈن نے جسارت کی۔

''ہاں، ہاں، بالکل، میری جان۔ میں ایلن کو گھر لے جاتی ہوں۔ توقع ہے کہ شکار اچھا رہے گا اور، ہاں، سمندر میں زیادہ دور مت جانا؛ طوفانی ہوتا جا رہا ہے۔''

کشتی ران نے بے صبری سے سیٹی بجائی، جیسے اپنے لیے۔ چاروناچار برینڈن کشتی میں سوار ہوا اور جنگلے پر ژوزی کے برابر کہنیاں ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔ ایلن سر اٹھا کر دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا: وہ بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آ رہا تھا۔ کشتی آہستہ آہستہ عرشے سے دور ہونے لگی۔

''برینڈن،'' اچانک ژوزی نے کہا، ''کود و۔ فوراً کنارے پر کود پڑو۔''

اس نے ژوزی کی طرف دیکھا، عرشے کو دیکھا جو اب کوئی گز بھر دور ہو گیا تھا، جنگلے کے اوپر سے چھلانگ لگائی، پھسلا اور توازن بہ حال کر لیا۔ ایو نے چیخ ماری۔

''کیا معاملہ ہے؟'' کشتی بان نے پوچھا۔

''بس اب چل پڑو،'' ژوزی نے بغیر مڑے ہوئے کہا۔ اس نے ٹھیک ایلن کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر دیکھا۔ برینڈن عرشے پر شدید اضطراب کے عالم میں کھڑا کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ ایلن اب اور نہیں مسکرا رہا تھا۔ وہ جنگلے کو چھوڑ کر مستک پر آ بیٹھی۔ سمندر شان دار تھا اور وہ اکیلی تھی۔ اتنی فرحت اس نے زمانوں سے محسوس نہیں کی تھی۔

نوکری ظاہر ہے عرشے پر ہی رہ گئی تھی، تو وہ کشتی بان کے لنچ میں شریک ہوگئی۔ مچھلی کا شکار بہت اچھا رہا: دو 'بیراکوڈا'، جن میں سے ہر ایک کوئی آدھ گھنٹے کی مسلسل جدوجہد کے بعد پکڑی گئی تھی۔ وہ اپنے کو تھکن سے چور محسوس کر رہی تھی، فاقہ زدہ، محظوظ۔ لگتا تھا کہ کشتی بان صرف ٹماٹروں اور اینچوویز پر گذر اوقات کر رہا تھا۔، اور وہ دونوں ایک بڑے سے رسیلے اسٹیک کے خیال پر لطیفے بازی کرنے لگے۔ وہ اچھا خاصا دراز قامت تھا، ڈھیلا ڈھالے اعضا والا، تمازت سے سیاہ، اور اس کی آنکھیں کسی اسپینیل کتے جیسی تھیں۔

آسمان پر بادل امڈ آئے، سمندر میں ہلچل مچنے لگی، اور تاپو کے ختم تک پہنچنے پر انھوں نے کشتی موڑ لینے کا فیصلہ کیا۔ کشتی بان نے ڈور سمندر میں ڈال دی، اور ژوزی فشنگ چیر پر براجمان ہوگئی۔ پسینا بنا تھمے ان کے جسموں سے فوارے کی صورت ابل رہا تھا، اور دونوں خاموشی سے سمندر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایک بار اسے لگا جیسے کسی مچھلی نے چارے پر منہ مار ہو، لیکن اس نے جھٹکا دینے میں دیر کر دی اور کانٹا خالی ہی باہر آیا۔ اس نے کشتی بان کو تازہ طعمے کے لیے آواز دی۔

"میرا نام رکارڈو ہے،" وہ بولا۔

"اور میرا، ژوزی۔"

"آپ فرانسیسی ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور جو آدمی عرشے پر ہے، وہ؟"

اس نے "جو آدمی" کہا، "آپ کا شوہر" نہیں۔ واضح طور پر 'کی لارگو' ایسا جزیرہ نہیں تھا جہاں جوڑوں کا شادی شدہ ہونا ضروری ہو۔ وہ ہنس پڑی۔

"وہ امریکی ہے۔"

"اسے مچھلی کا شکار پسند نہیں؟"

"یہ بات نہیں۔ اسے دھوپ لگ گئی ہے۔"

صبح سمندر میں نکلنے کے وقت سے انھوں نے اپنی عجیب وغریب روانگی کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ کشتی بان نے اپنا سر جھکا لیا۔ اس کے بال بہت کوتاہ ترشے ہوئے اور بہت

موٹے موٹے تھے۔ اس نے بڑے سے کانٹے پر جلدی جلدی طعمہ چڑھایا۔ پھر ایک سگریٹ سلگائی اور ژوزی کو پکڑا دی۔ اسے یہ ہلکی پھلکی بے تکلفی پسند تھی جو اس خطۂ ارض کے لوگ ایک دوسرے سے برتتے تھے۔

''تمہیں اکیلے مچھلی پکڑنے اچھا لگتا ہے؟''

''بعض اوقات مجھے اکیلا رہنا پسند ہے۔''

''میں ہمیشہ ہی اکیلا ہوتا ہوں۔ یہ مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے۔''

وہ اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اسے مبہم سا احساس ہوا کہ وہ شاید بڑی تیزی سے پہیا گھمارہا تھا اور سمندر کے بڑھتے ہوئے تلاطم میں یہ کوئی دانش مندی کی بات نہیں تھی۔

''آپ گرمی سے تپ رہی ہیں،'' وہ بولا اور اپنا ہاتھ ژوزی کے کندھے پر رکھ دیا۔ وہ مڑی۔ وہ اداسی سے اسے کسی کتے کی طرح نظر جما کر دیکھنے لگا اور اس کے بشرے سے کسی ایسی چیز کا اظہار نہیں ہو رہا تھا جو خوف دلانے والی یا مبہم ہو۔ ژوزی نے اپنے شانے پر پڑے ہوئے ہاتھ کا جائزہ لیا: بڑا، چوکور سا، اور جفاکشی سے کھردرایا ہوا ہاتھ۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ جو چیز اسے مضطرب کیے دے رہی تھی وہ اس کی خاموش، نگراں نظر تھی، جس میں شرم وجھجک کا شائبہ تک نہ تھا۔ ''میں کہوں گی تو وہ اپنا ہاتھ ہٹا لے گا اور بس معاملہ ختم۔'' اسے منہ میں خشکی محسوس ہوئی۔

''پیاس لگی ہے،'' اس نے کم زوری آواز میں کہا۔

اس نے ژوزی کا ہاتھ تھام لیا۔ عرشے سے دو قدم ہی پر کیبن تھی۔ چادریں صاف ستھری تھیں اور رکارڈو سخت بے درد۔ بعد میں، انھیں ڈور میں ایک بدبخت مچھلی پھنسی ہوئی ملی، اور رکارڈو کسی بچے کی طرح ہنسنے لگا۔

''بے چاری... ہمیں کب اس کی اتنی پروا تھی...''

اس کی ہنسی متعدی نکلی اور وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہنسنے لگی۔ اس نے ژوزی کو شانوں سے پکڑا ہوا تھا۔ وہ بڑی تازگی محسوس کر رہی تھی اور اس نے خود کو یہ یاد نہیں دلایا کہ یہ ایلن سے بے وفائی کی پہلی دفعہ تھی۔

''کیا فرانسیسی مچھلیاں بھی اتنی ہی احمق ہوتی ہیں؟'' رکارڈو نے پوچھا۔

''نہیں۔ یہ نسبتاً چھوٹی اور کہیں زیادہ مکار ہوتی ہیں۔''

''میں فرانس جا کر پیرس دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اور 'ایفل ٹاور' بھی؟''

''اور فرانسیسی لڑکیاں۔ میں اب پھر سے انجن چلاتا ہوں۔''

وہ سست رفتاری سے لوٹنے لگے۔ سمندر کی ہلچل میں سکون آ گیا تھا؛ اور اس طوفان کے باعث جو آتے آتے رہ گیا تھا آسمان سرمئی گلابی پڑ گیا تھا۔ رکارڈو کشتی رانی کرتا رہا، اور اس دوران کبھی کبھی مڑ کر اس کی طرف دیکھتا اور مسکرا دیتا۔

''ایسی بات زندگی میں پہلے میرے ساتھ کبھی نہیں ہوئی ہے،'' ژوزی نے سوچا، اور وہ بھی جواباً مسکرادی۔ اترنے سے پہلے اس نے پوچھا کہ وہ دوبارہ اس کے ساتھ مچھلی پکڑنے آنا چاہے گی اور اس نے نا کر دی، کیوں کہ وہ جلد ہی وہاں سے رخصت ہو رہی تھی۔ وہ لحہ بھر کے لیے عرشے پر کھڑا رہا اور ژوزی نے ایک بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

کنارے پر اترنے کے مقام پر اسے بتایا گیا کہ اس کا شوہر اور مسٹر اور مسز کینیل Sam's میں بار کے پاس اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ 'شیور لے' ہنوز اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی تھی۔ شاور کرنے اور کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ ان سے جا ملی۔ آئینہ دیکھتے وقت اسے محسوس ہوا کہ وہ عمر میں دس سال چھوٹی لگ رہی ہے اور پیرس میں کبھی کبھار جو نیم شرارت اور نیم خجالت کا تاثر اس پر طاری ہو جاتا تھا اب پھر لوٹ آیا ہے۔ ''ایک تنگ آئی ہوئی عورت بڑی آسان سے شکار ہو جاتی ہے،'' اس نے آئینے سے اپنے قریبی دوست، بیرنار پی۔ کا یہ پرانا قول دہرایا۔

انھوں نے پرتپاک خاموشی سے اس کا استقبال کیا، دونوں مرد کچھ زیادہ شتابی سے کھڑے ہو گئے تھے۔ ایو اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی، جو بہ مشکل ہی مسکراہٹ نظر آتی تھی۔ انھوں نے ساری دوپہر تاش کھیل کر گزاری تھی اور لگتا تھا کہ بالکل مزا نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنی دونوں 'بیراکوڈا' مچھلیوں کا ذکر کیا، جس پر اسے مبارک باد دی گئی، اور گفتگو ختم ہو گئی۔ اس نے اس کے احیا کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔ وہ سر جھکائے بیٹھی ان کے ہاتھوں کو گھور رہی تھی اور اضطراراً ان کی انگلیوں کو گن رہی تھی۔ جب آگاہ ہوئی کہ کیا کر رہی ہے، تو ٹھٹھا مار کر ہنسنے

لگی۔ وہ سب اپنی اپنی نشستوں پر اچھل پڑے۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔ میں بس تم لوگوں کی انگلیاں گن رہی تھی۔''

''خیر، بہ ہر کیف، تم خوب ہشاش بشاش لوٹی ہو، جب کہ برینڈن ساری دوپہر بہت بے کیف رہا ہے۔''

''برینڈن؟'' وہ ایلن کے کھیل کو بھول بھال گئی تھی۔ ''کیوں؟''

''تم نے اسے کشتی چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یاد نہیں؟''

عجیب بات ہے، تینوں کے تینوں برافروختہ لگ رہے تھے۔

''ارے ہاں، بالکل۔ بات یہ ہے کہ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ ایو کو تمہارے ساتھ پورا دن تنہا گزارنا پڑے۔ ظاہر ہے، کچھ نہیں کہا جا سکتا....''

''تم پانسہ پلٹنے کی کوشش کر رہی ہو،'' ایلن نے کہا۔

''ہم چار جنے ہیں،'' اس نے زندہ دلی سے کہا، ''یعنی دو عدد مخلوط جوڑے بن سکتے ہیں۔ کیا خیال ہے، ایو؟''

ایو نے اسے مبہوت ہو کر دیکھا اور جواب نہیں دیا۔

''لیکن چوں کہ تمہیں رقابت کھائے جا رہی تھی، اور یہ خیال بھی تم پر بھوت کی طرح سوار تھا کہ برینڈن اور میں ساتھ ساتھ مزے سے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پکڑ رہے ہوں گے، تم نے ایو کی طرف کوئی توجہ نہ دی ہوتی، اور وہ بری طرح بے کیف ہو گئی ہوتی۔ چناں چہ میں نے برینڈن کو واپس بھیج دیا۔ بس اتنی سی بات ہے۔ ہم کیا کھائیں گے؟''

برینڈن نے بے چینی سے اپنی سگریٹ رگڑ کے بجھا دی۔ اسے ژوزی کا اس دن کا مذاق اڑانا — حتیٰ کہ خیال میں بھی — پسند نہیں آیا جو وہ ساتھ گزار سکتے تھے۔ ایک لمحے کے لیے ژوزی کو اس پر افسوس ہوا، لیکن وہ اپنی رو میں بہہ نکلی تھی اور اسے روکنا مشکل تھا۔

''تمہارے مذاق بڑے شایستہ ہیں،'' ایلن نے کہا۔ ''امید ہے کہ یہ ایو کو پر لطف لگیں گے۔''

''میں نے ایک کہیں بہتر سنبھال رکھا ہے،'' ژوزی بولی۔ ''مجھے یقین ہے کہ یہ تمہیں

بے حد مزے دار لگے گا۔ میں اسے میٹھے کے طور پر بچائے ہوئے ہوں۔"

اس نے خود پر قابو رکھنے کی مزید کوشش نہیں کی۔ اسے اپنا بے مہار جنونی انبساط پھر سے مل گیا تھا، اپنی تند و تیز، لاعلاج حرکتیں کرنے کی دل لگی بازی جو برسوں تک اس کی فطرت کا مستقل عنصر رہی تھی۔ اسے اپنے سابقہ وجود کے قہقہے، آزادی، اور ایک شان دار علاحدگی پھر سے اپنی گہرائیوں میں زندہ ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ اپنی نشست سے اٹھی اور کچن میں گئی۔

انھوں نے بڑی دبیز خاموشی میں کھانا کھایا جو بس ٹوٹی بھی تو ژوزی کی لطیفہ بازی سے، اس کے سفر کے قصوں اور کھانے کی بابت اس کے خیالات سے۔ انتہائے کار کینل جوڑے کی سرد مہری زائل ہونے لگی اور وہ بھی ہنسنے لگے۔ ایلن بالکل خاموش رہا۔ بس ٹکٹکی باندھے ژوزی کو دیکھتا رہا اور لاتحاشا پیتا رہا۔

"لو میٹھا آ رہا ہے،" ژوزی نے اچانک کہا، اور سفید پڑ گئی۔

ویٹر نے ایک گول کیک جس پر صرف ایک موم بتی لگی ہوئی تھی لا کر میز پر رکھ دیا۔

"صرف ایک موم بتی،" ژوزی بولی۔ "اور یہ پہلی بار تم سے بے وفائی کرنے کے جشن میں۔"

وہ اپنی جگہوں پر یوں بیٹھے رہے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، ژوزی کو دیکھتے، اور پھر موم بتی کو، جیسے کوئی معما حل کر رہے ہوں۔

"کشتی بان،" اس نے بے صبری سے کہا۔ "رکا رڈو۔"

ایلن کھڑا ہو گیا، ہچکچایا۔ ژوزی نے اس کی طرف دیکھا اور نظریں نیچے کر لیں۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا باہر چلا گیا۔

"ژوزی..." ایو نے کہا۔ "یہ بڑا برا مذاق تھا۔"

"ارے کہاں۔ ایلن اسے بالکل سمجھ گیا ہے۔"

اس نے ایک سگریٹ اٹھائی، اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ بریڈن کو اپنا لائٹر ڈھونڈنے اور اسے کھٹ سے کھولنے میں پورا ایک منٹ لگا۔

"ہاں تم ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟" ژوزی نے پوچھا۔

وہ اپنے کو مضمحل محسوس کر رہی تھی۔

کار کا دروازہ دھڑ سے بند ہوا اور ژوزی ڈھلمل یقینی سے اس کے برابر کھڑی رہی۔ کینل جوڑے نے اسے خاموش نظروں سے دیکھا۔ گھر بھر میں کہیں کوئی بتی نہیں جل رہی تھی۔ تاہم 'شیور بلے' اپنی جگہ موجود تھی۔

''سو رہا ہوگا،'' ایو نے کہا، لیکن بہت زیادہ یقین سے نہیں۔

ژوزی نے کندھے ہلائے۔ نہیں، وہ سو نہیں رہا تھا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ زبردست جذباتی مظاہرہ ہونے والا تھا۔ اس قسم کے مظاہروں سے اس کی روح فنا ہوتی تھی، کسی بھی قسم کے تنازعے اور، جہاں تک ایلن کا تعلق ہے، الفاظ سے۔ لیکن اس کا سارا الزام خود اسی کے سر آتا تھا۔ ''میں بے وقوف ہوں،'' اس نے سوچا، جیسے اکثر پہلے بھی سوچ چکی تھی، ''پرلے درجے کی بے وقوف۔ میں نے اپنا منہ بند کیوں نہیں رکھا...؟'' اس نے مایوسی سے برینڈن کی طرف دیکھا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ اسے برداشت کرسکوں گی،'' وہ بولی۔ ''مجھے ہوائی اڈے پہنچادو، برینڈن، ٹکٹ کے پیسے ادھار دے دو، میں فرانس واپس جا رہی ہوں۔''

''تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے،'' ایو نے کہا۔ ''یہ... نہایت بزدلانہ حرکت ہوگی۔''

''بزدلانہ، بزدلانہ... آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ میں ایک بے کار سے جذباتی مظاہرے سے دامن بچا رہی ہوں، بس اتنا ہی ہے۔ تم کسی بوائے اسکاوٹ کی طرح سوچ رہی ہو۔ بزدلانہ...''

وہ بڑی دبی زبان سے بول رہی تھی، کوئی چارہ تلاش کر لینے کی جان توڑ کوشش میں۔ جلد ہی کوئی اس کی تہمت ملامت کرنے والا تھا، کوئی جسے اس کا ہر حق پہنچتا تھا۔ یہ وہ بات تھی جو وہ کبھی قبول نہیں کرسکی تھی۔

''وہ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا،'' برینڈن بولا۔ ''جو کچھ ہوا ہے اس نے اسے ہلا کر رکھ

دیا ہوگا۔''

تینوں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ وہ دہشت زدہ سازشیوں کی طرح لگ رہے تھے۔

''اچھا تو ٹھیک ہے،'' ژوزی نے کہا۔ ''کب تک ہچر مچر کروں گی۔ بہتر ہوگا کہ اندر چلی جاؤں۔''

''ہم کچھ دیر یہیں باہر ٹھہرے رہیں؟''

بریںٹن کے چہرے پر ایسی شرافت طاری تھی۔ ''میرے قدیم بانکے چھبیلے نے مجھے معاف کردیا ہے،'' ژوزی نے سوچا، ''لیکن خون آلود دل کے ساتھ۔'' وہ تیزی سے مسکرائی۔

''وہ مجھے مار نہیں ڈالے گا،'' وہ بولی، اور کینیل جوڑے کی دہشت کو دیکھ کر بڑی شدومد سے یہ اور کہا: ''اور اگر کبھی ...''

اس نے ہاتھ ہلا کر خدا حافظی کی اور دور ہوگئی، خواہی نہ خواہی۔ پیرس میں، یہ سب مختلف انداز میں ہوتا: اس نے رات زندہ دل اور بے فکرے دوستوں کی صحبت میں گزاری ہوتی اور صبح گھر لوٹ گئی ہوتی، اتنی خستہ و مضمحل کے اسے کسی مظاہرے کا خوف نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں، وہ دو کٹر ناقدین کے ساتھ ٹھہری رہی تھی، اور جس قدر جرأت کی بھی اہل ہوسکتی تھی، سب کی سب رفتہ رفتہ زائل ہوگئی تھی۔ ''شاید وہ مجھے مار ہی ڈالے،'' اس نے سوچا، ''اچھا خاصا پاگل تو ہے ہی۔'' لیکن حقیقت میں اسے اس کا یقین نہیں تھا۔ اندر اندر، اسے لطف آرہا ہوگا، وہ خود کو ایذا پہنچانے کے اس نادر بہانے کو بڑے حرص و طمع سے دبوچ لے گا۔ وہ ہر ہر تفصیل کے سننے پر اصرار کرے گا، ہر ہر...

''میرے خدا،'' اس نے آہ بھری، ''آخر میں یہاں کیا کر رہی ہوں؟''

اسے اپنی ماں کو دیکھنے کی خواہش ہوئی، اپنے گھر، اپنے پرانے ماحول اور دوستوں کو۔ اس نے خود کو شایستہ بنانے کی کوشش کی تھی، سیاحت کرنے کی، شادی کرنے کی، اپنا ملک چھوڑ دینے کی۔ اسے یقین تھا کہ دوبارہ شروعات کی جاسکتی ہے۔ اور اب، فلوریڈا میں ایک گرم رات کے دوران، اس بانسوں سے بھرے مکان کے دروازے سے لگے کھڑے ہوئے، اس کا بے اختیار سسکیاں بھرنے کو جی چاہا، مدد کے لیے کسی کو پکارنے کا، کسی دس سالہ بچی کی طرح۔

اس نے دروازے کو دھکا دے کر کھولا، اندھیرے میں توقف کیا۔ شاید وہ واقعی سو رہا تھا۔ شاید وہ اس کی سماعت میں آئے بغیر پنجوں کے بل چلتی ہوئی بستر تک جا سکے۔ امید کا ایک وحشی احساس اس پر چھا گیا، جیسا اسکول سے تباہ کن رپورٹ لے کر آنے پر ہوا کرتا تھا، جب وہ سنگِ در پر استادہ گھر کے اندر سے آتی ہوئی گڈمڈ آوازوں کو سنتی تھی۔ کیا والدین کوئی ڈنر پارٹی دے رہے تھے؟ اگر ایسا تھا تو پھر اس کی جاں بخشی ہو گئی تھی۔ تاثر ٹھیک ویسا ہی تھا، اور اسے مبہم سا احساس ہوا کہ اسے طیش میں آئے ہوئے شوہر سے اب اور اس سے زیادہ ڈر نہیں لگ رہا تھا جتنا، پندرہ سال پہلے، والدین سے لگا تھا جنھیں جغرافیہ میں صفر ملنے پر کوئی زیادہ تشویش نہیں ہوتی تھی، اگرچہ یہ ان کی اکلوتی بیٹی کو ملا تھا۔ شاید مضطرب ضمائر اور نتائج کے خوف کے لیے بھی حد موجود تھی، اور شاید بارہ سال کی عمر میں آدمی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس تک پہنچ جاتا تھا۔ اس کا ہاتھ اوپر بجلی کے کھٹکے کی طرف اٹھا اور روشنی کر دی۔ ایلن صوفے پر بیٹھا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

''اخاہ، یہاں ہو،'' ژوزی نے احمقوں کی طرح کہا۔

اور اس نے اپنا ہونٹ کاٹا۔ وہ جواب میں بہ آسانی کوئی کاٹ دار بات کہہ سکتا تھا، لیکن ژوزی کی جاں بخشی کر دی۔ وہ زرد نظر آ رہا تھا اور کسی بوتل کا دور و قریب نام و نشان نہیں تھا۔

''اندھیرے میں پڑے کیا کر رہے ہو؟'' اس نے بات جاری رکھی۔

اور وہ اس سے چند گز پرے مسکینی سے بیٹھ گئی۔ ایلن نے آنکھوں پر ہاتھ پھرایا، جیسے اکثر کیا کرتا تھا، اور ژوزی کے دل میں بے اختیار لہر اٹھی کہ اپنی بانہیں اس کے گردن کے گرد حمائل کر دے، اسے دلاسا دے، اس سے کہے کہ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ لیکن اس نے جنبش نہ کی۔

''میں نے اپنے وکیل کو فون کیا ہے،'' ایلن نے پرسکون آواز میں کہا۔ ''اس سے کہا ہے کہ میں طلاق چاہتا ہوں۔ اس نے 'رینو' یا کہیں اور جانے کا مشورہ دیا ہے۔ وجہ باہمی بدچلنی، یا صرف میری ہی، اگر تم چاہو۔''

''اوہ،'' ژوزی نے کہا۔

اسے بہ یک وقت سکتہ اور سکون دونوں ہی محسوس ہوئے، لیکن اس سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکی۔

''جو ہوا ہے اس کے بعد یہی کرنا سب سے بہتر ہے،'' ایلن نے کہا۔

وہ اٹھا اور ایک رکارڈ لگا دیا۔

ژوزی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اتنی تیزی سے مڑا کہ وہ اچھل پڑی۔

''تمہیں اتفاق نہیں؟''

''میں نے 'ہاں' کہا تو؛ کم از کم سر ہلا کر 'ہاں' کی۔''

کمرا موسیقی سے بھر گیا اور اس نے اضطراراً خود کو اسے پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے پایا۔ گریگ، شومان؟ دو 'کنچر' تو وہ ہمیشہ خلط ملط کر دیتی تھی۔

''میں نے اپنی ماں کو بھی فون کیا۔ میں نے اسے بتا دیا ہے — بے حد اختصار کے ساتھ — کہ کیا پیش آیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ میں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے صاد کر دی ہے۔''

ژوزی نے جواب نہیں دیا۔ اس کی طرف دیکھا، اور اس کے چہرے کا تاثر جس بات پر دلالت کر رہا تھا وہ یہ تھی: ''مجھے اس پر تعجب نہیں۔''

''اس نے تو یہاں تک کہا کہ آخر کار مجھے ایک مرد کی طرح عمل کرتے دیکھ کر اسے خوشی ہو رہی ہے،'' ایلن نے تقریباً ناقابلِ سماعت آواز میں اضافہ کیا۔

اس کی پیٹھ ژوزی کی طرف تھی؛ وہ اس کے چہرے کے تاثر کو نہیں دیکھ سکتی تھی، لیکن تصور کر سکتی تھی کہ کیسا رہا ہوگا۔ وہ تذبذب کے عالم میں اس کی طرف بڑھی، لیکن پھر رک گئی۔

''ایک مرد کی طرح!...'' سوچ میں غرق ایلن نے دہرایا۔ ''ذرا تصور تو کرو۔ مجھے تو جیسے آگ لگ گئی۔ سچ سچ —'' اور اس کی طرف مڑ کر — ''سچ سچ، تمہارے خیال میں یہ مرد کی طرح عمل کرنا ہے کہ اس واحد عورت کو جس سے آدمی نے محبت کی ہو صرف اس لیے چھوڑ دے کہ اس نے آدھا گھنٹا ایک شارک کے شکاری کی آغوش میں گزارا؟''

اس نے بڑے بے لاگ انداز میں سوال کیا، بالکل اسی طرح جیسے اس نے اپنے کسی

پرانے دوست سے کیا ہوتا، آواز میں برہمی یا طنز کے ادنا سے شائبے کے بنا۔ "اس میں کوئی بات ایسی ضرور ہے جو مجھے بھاتی ہے،" ژوزی نے سوچا، "کوئی باولی سی چیز جو مجھے اچھی لگتی ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم،" اس نے جواب دیا۔ "نہیں، میرے خیال میں تو نہیں، سچ مچ۔"

"تم معروضیت برت رہی ہو، برت رہی ہو نا؟ مجھے پورا یقین ہے۔ تم سبھی چیزوں کے بارے میں معروضیت برتنے کی اہل ہو۔ یہ ایک اور وجہ ہے کہ میں تمہیں اس قدر چاہتا ہوں۔ اور اتنے گہرے طور پر۔"

وہ کھڑی ہوگئی۔ دونوں ایک دوسرے کے دو بہ دو کھڑے ہوئے تھے، ایک دوسرے کو زیادہ گہری شناسائی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ اس نے اپنی بانہیں ژوزی کے کندھوں پہ ڈال دیں اور وہ ان میں پھسل آئی، تاکہ اپنا رخسار اس کے سویٹر پر رکھ سکے۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو۔ ظاہر ہے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا،" وہ بولا۔ "میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

"میں جانتی ہوں،" اس نے جواب میں کہا۔

"میں نے زخم کو نہیں کریدا ہے۔ واپسی نہیں ہونے والی اور آغاز سے شروعات، جو ہوا ہے اس سے درگذر نہیں کی جائے گی۔ میری ماں مرد سے جو مراد لیتی ہے میں وہ نہیں ہوں، اور تم یہ جانتی ہو؟"

"ہاں، جانتی ہوں،" وہ بولی، اور اس کا جی چاہا کہ رو پڑے۔

"تم تھک گئی ہو، اور میں بھی۔ اور تو اور، میری آواز بھی جاتی رہی ہے۔ مجھے اتنی زور سے چلّانا پڑا تھا کہ میری آواز نیویارک تک سنی جاسکتی تھی۔ کیا تم مجھے چلّاتا ہوا تصور کرسکتی ہو: 'میری بیوی نے میرے ساتھ جنسی بے وفائی کی ہے۔ نہیں، نہیں، جنسی بے وفائی۔ U for ...' کیسی واہیات بات ہے، ہے نا؟"

"ہاں،" وہ بولی، "واہیات۔ میں اب صرف سونا چاہتی ہوں۔"

اس نے ژوزی کو اپنی آغوش سے رہا کردیا، رکارڈ ہٹایا اور اسے احتیاط سے رکھنے کے بعد اس کی طرف مڑا:

''بستر میں کیسا تھا؟ مجھے ضرور بتاؤ... کیسا تھا؟''

ستمبر کا آخر ہو چلا تھا۔ انھیں اب تک نیویارک لوٹ آنا چاہیے تھا، لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی بھول کر اس کا ذکر نہیں کیا۔ ایلن کو 'دوسرے لوگوں' سے کراہت محسوس ہوتی تھی، اور ژوزی یقیناً اس کے ساتھ تنہا رہنے کو اس بات پر ترجیح دیتی تھی کہ اس کی رقابت کی پھٹن کو برداشت کرنا پڑے جو اس میں دوسروں کی ادنا سی نگاہ یا ادنا سی بات سے ابھر آتی تھی چاہے اس کا رخ بہ راہ راست اس کی طرف نہ بھی ہو۔ اس لحاظ سے اس کا منصوبہ کام یاب رہا تھا۔ امریکا، یورپ دھند میں تحلیل ہو کر رہ گئے تھے، اور اس کی زندگی کا کچھ باقی نہ رہا سوائے ایلن کا متوحش چہرہ، چہرہ جو تیزی سے کھوکھلا اور سنولاتا جا رہا تھا۔ کینئل جوڑا ابھی وہیں رکا رہا، لیکن مکالموں کی رفتار میں سستی آ گئی تھی۔ رکارڈو والے معاملے کے بعد سے ایلن برینڈن کے لیے عجیب سا تنفر ظاہر کرنے لگا تھا: ''اگر وہ گدھا تمھارے کہنے پر فوراً ہی گودی کے کتے کی طرح نہ کود پڑا ہوتا...'' اور ژوزی اس کی دلیل کی مہملیت کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش تک نہ کرتی۔ اس کے علاوہ، وہ رکارڈو کے بارے میں گفتگو کرتے کرتے تنگ آ گئی تھی، رکارڈو کے کردار کی بابت ایلن کے ہزارہا سوالوں کا جواب دیتے دیتے، اور بار بار اس کے یہ پوچھنے پر کہ کیا وہ رکارڈو کا سوچ رہی ہے جھک کر جواب میں ''نہیں!'' کہتے کہتے عاجز آ چکی تھی۔ اس نے تو سرے سے سوچنا ساچنا ہی ترک کر دیا تھا، وہ سورج سے بے زار ہو چکی تھی، بڑی تلخی سے افسوس کرتی کہ ایلن نو سے پانچ تک کسی آفس جانے کا پابند نہیں تھا؛ اسے شمال کے دبیز سویٹروں کی بڑی کمی محسوس ہوتی، اور اپنے ایرکنڈیشنڈ کمرے کے نیم اجالے میں جاسوسی کہانیاں پڑھ کر اپنا وقت گزارتی۔ اس سے قطع نظر، وہ پرسکون تھی، متبسم، بے حس۔ وہ سوچتی کہ وہ فلوریڈا میں مر جائے گا، ایک بڑے نفیس دن، کسی کو، اور خود اسے بھی، یہ معلوم ہوئے بغیر کہ کیوں۔ ایلن اس کے اردگرد منڈلاتا رہتا، اس کی گذشتہ زندگی اور پیرس کے بارے میں سوال کرتا، جن کی انتہا رکارڈو، بدزبانی اور اہانت سے ہوتے ہوئے بانس کے

پلنگ پر ہم بستری میں ہوتی۔ سب کچھ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ وہ جانتی تھی کہ ہوگا۔ وہ یہ سب ہوتا ہوا یوں دیکھتی جیسے چڑیا کہاوتی سانپ کو دیکھتی ہے ۔ بس اس کے معاملے میں چڑیا دل سرد تھی، اگر چڑیاں دل سرد ہو سکتی ہوں تو۔

''تمہیں 'یہ' ضرور اچھا لگا ہوگا، کہیں بہت نیچے اپنے دل کی گہرائیوں میں،'' اس نے ایک بار ژوزی سے کہا۔ اس خیال پر اسے شدید نفرت محسوس ہوئی۔ شاید آخر آخر میں اسے 'یہ' واقعی اچھا لگنے لگا تھا، کسی مدقوق محبت کا مزاحمت سے عاجز ہدف بننا، تا کہ خود مختار انسان کی طرح برتے جانے سے حظ اٹھانا۔ وہ ساری رات اس کے بارے میں سوچتی رہی، اور تسلیم کیا کہ وہ حالتِ نوم میں تھی اور جوابی حملے کی اب اور طاقت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن یہ اسے پسند تھیں تھا۔ نہیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی بھی آدمی پر اس کا سودا سوار ہو جائے: وہ تو بس یہی چاہتی تھی کہ اس کی زندگی میں شریک ہو سکے۔ وہ یقیناً اب اور وہ بے معنی فخر محسوس نہیں کر رہی تھی جس کو اس قسم کے دیوانگی نے پہلے کبھی ابھارا تھا۔

ایک شام، اس نے اتنی ہمت اکٹھی کر لی کہ ایلن سے عاجزی کے ساتھ کہے کہ وہ اسے ایک دو ہفتوں کے لیے کہیں تنہا جانے دے، اس سے غرض نہیں کہ کہاں۔ اس نے انکار کر دیا۔

''میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر تم مجھے چھوڑنا چاہتی ہو، تو چھوڑ دو۔ مجھے کاملاً چھوڑ دو، یا بالکل نہیں۔''

''میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔''

''اس میں کیا کلام ہے کہ تم یہ ضرور کرو گی، ایک نہ ایک دن۔ دریں اثنا، میں بلا وجہ اذیّت کے دو ہفتے اپنے پر مسلط نہیں کروں گا۔ تم میرے ساتھ ہو، اور میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی نیّت رکھتا ہوں۔''

وہ ہنسا۔ ژوزی اس سے نفرت کرنے پر خود کو آمادہ نہ کر سکی۔ وہ اسے چھوڑنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ خوف زدہ تھی۔ اس نے اپنی ساری زندگی میں کوئی اہم کام نہیں کیا تھا جو اپنے لیے کسی کی موت یا زوال کی ذمے داری کے تعیش کا جواز بہم پہنچا سکے۔ حتیٰ کہ مایوسی کا۔ اس میں کیا شک تھا کہ وہ، بہ قول بریڈن، اپنی زندگی ''تباہ'' کر رہی تھی، لیکن کیا

اس نے اب تک اس کے علاوہ بھی کچھ اور کیا تھا؟ ”تاہم میں بہت خوش رہی ہوں،“ اس نے خود سے کہا، لیکن اس کی کیا قدرو قیمت ہے؟ ایک نسبتاً اچھی زندگی، وفادار احباب، خوش گوار مزاج؛ یہ سب ایک تیس سالہ آدمی کے جنون کا مقابلہ کرنے کے لیے بہ مشکل ہی کافی تھا۔

”یہ سب ہمیں کہاں لے جارہا ہے؟ ایسا نہیں ہے کہ ہم خوش رہے ہوں۔“

”ہم خوش ہوتے ہیں، کبھی کبھی، تھوڑے سے،“ اس نے کہا، اور یہ صحیح بھی تھا۔ ”کچھ بھی سہی، ہم اسے اختتام تک پہنچائیں گے۔ میں تمہیں تھکا ماروں گا، میں خود کو بھی تھکا ماروں گا، لیکن دباؤ کبھی کم نہیں کروں گا، ایک لمحے کے لیے بھی نہیں۔ دو انسانوں کو بڑی پیوستگی کے ساتھ رہنا چاہیے، سانس روکے ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے۔ اسی کا نام محبت ہے۔“

”دو انسان جن کے پاس شرم ناک حد تک پیسے کی ریل پیل ہو،“ وہ بولی۔ ”اگر تمہیں کام دھام کرنا پڑتا...“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، خدا کا شکر۔ اور اگر مجھے محنت مزدوری کرنی ہی پڑتی، تو کشتی بان ہوتا اور کشتی میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ ویسے بھی تمہارا دل کشتی بانوں کے لیے خاص گدازی محسوس کرتا ہے، لگتا تو یہی ہے...“

ہر چیز پھر سے شروع ہوجاتی۔ ہر چیز پھر شروع ہوتی، لیکن یہ کبھی ایسی نہ ہوتی جو پہلے کبھی اس کے تجربے میں آئی ہو۔ ایلین میں تمام خامیوں کے مقابلے میں ایک کہیں زیادہ اثر انگیز خوبی تھی: وہ لاتعلق تھا۔ اپنے سے اس حد تک لاتعلق کہ ایک زمستان میں اس نے خودکشی کی کوشش کر ڈالی تھی — بس ادنا سے سوءِ اتفاق کے باعث کام یاب نہ ہوسکا۔ پھر یہ بھی کہ اسے اپنے سے ذرہ برابر بھی محبت نہیں تھی، دوسروں کی طرح کراہت انگیز انداز میں اپنا مان نہیں کرتا تھا۔ اسے تو اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی بھی نہیں تھی۔ اس کے پاس ژوزی سے اپنی مدافعت کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ سادہ سے انداز میں اس کا رویہ بس یہ تھا: ”مجھے تمہاری ضرورت ہے اور اگر تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی تو کوئی چیز مجھے دلاسا نہیں دے سکے گی، حتیٰ کہ آہ و زاری کی لذت بھی۔“ وہ اسے ہراساں کردیتا تھا۔ اس لیے کہ اسے اپنے خوش جمالی سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، جب کہ ژوزی کو اس میں مزا آتا تھا کہ پرکشش نظر آئے،

پیسے سے لاتعلق تھا، جب کہ ژوزی کو پیسا خرچ کرنے میں لطف آتا تھا، زندہ رہنے سے لاتعلق تھا، جب کہ ژوزی زندگی سے حظ اٹھاتی تھی۔ صرف ژوزی کے سامنے ہی اس کی لاتعلقی کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا تھا۔ اور وہ بھی اتنے بھوکے... اتنے مریضانہ انداز میں۔

''تمہیں ہم جنس ہونا چاہیے تھا'' وہ بولی۔ ''تمہاری ماں بہ طور سبب، تمہارا حسن اور پیسا بہ طور ذرائع، تم سارے 'کیپری' میں قیامت ڈھا دیتے۔''

''اور تمہیں ایک پرسکون زندگی مل جاتی۔... اب کیا کیا جائے، مجھے عورتیں ہمیشہ سے پسند رہی ہیں۔ یا بل کہ... مجھے عورتیں ہمیشہ میسّر رہی ہیں۔ تمہارے آنے تک۔ تم سے پہلے، حقیقت میں مجھے کسی چیز سے محبت نہیں تھی۔ تو یوں کہہ لو کہ تم وہ پہلی جنی ہو جس کی حقیقت میں کوئی اہمیت ہے۔''

ژوزی نے قدرے سٹپٹا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے ایلن کے علاوہ یقیناً دوسرے مردوں سے محبت کی تھی، خاص طور پر دوسرے جسموں سے۔ پیرس اور بحیرہ روم کے ریتیلے ساحلوں کی راتیں اس پر اپنا نشان چھوڑ گئی تھیں: استعمال کے نازک نشانات جن سے وہ نفرت کرتا تھا لیکن جن کو تسلیم نہ کرنے کی وہ انکاری تھی۔ جس چیز کو وہ ایلن کے رویے میں ناشایستہ گردانتی تھی وہ اس کا اپنے سرد اور آرام دہ ماضی سے نقاب کشائی کرنا اور اس پر ایک خاص قسم کا فخر محسوس کرنا تھا۔ نہیں، سچ پوچھو تو وہ اس پر فخر نہیں کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے پاس سمت کا کوئی احساس نہیں تھا، کوئی خیال نہیں کہ اپنی زندگی کا کیا بنائے۔ وہ ایک بحران سے چکراتا ہوا دوسرے بحران تک پہنچ جاتا، ایک حسّی تجربے سے دوسرے کی طرف، کسی اپاہج یا پورے ایمان دار آدمی کی طرح۔ اور ژوزی کے لیے یہ تعین کرنا دوبھر ہو جاتا کہ ان دونوں میں سے وہ کون سا ہے؛ نہ یہ کہ پہلی صورت میں کیا اسے یہ کہنے کا حق ہوگا: ''دیکھو، تم ایک انسان ہو، تمہیں چاہیے کہ صحت یاب ہو جانے کی کوشش کرو۔'' اور نہ دوسری صورت میں، وہ اسے قائل کر سکتی تھی کہ اس معاملے میں وہ غلط انداز اختیار کر رہا ہے، کہ معاشرے کے ساتھ چھوٹی موٹی رعایتیں کرنی ہی پڑتی ہیں، نیک طینت جعل سازیوں کا ارتکاب بھی کرنا ہوتا ہے — اور اگرچہ یہ جعل سازیاں یقیناً ضروری ہوتی ہیں، اسے یہ یقین نہیں تھا کہ آیا یہ جائز بھی تھیں۔ وہ لوگ جو 'مطلق' کی بات کرتے تھے، اسے ان لوگوں کے

مقابلے میں زیادہ متنفر کرتے تھے جو اسے بالکل ہی درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک ایلن ہی ایسا تھا جو اس کے بارے میں کبھی بات نہیں کرتا تھا۔

ان کے بہترین لمحات ہمیشہ اس وقت آتے تھے جب رات آدھی گزر چکی ہو، جب وہ پیٹ بھر کر ایک دوسرے کی چمڑی ادھیڑ چکے ہوتے، ایک معینہ طرز کے مطابق، جب اضمحلال ایلن کے چہرے کو گداز کر دیتا، بارِ دگر اسے ہکلاتے ہوئے ننھے سے بچے میں بدل چکا ہوتا جو اسے ہمیشہ رہنا چاہیے تھا۔ اس وقت وہ اس سے بڑی نرمی کے ساتھ بات کرتی، تا کہ اپنے الفاظ کو اس کی غنودگی میں جاگزیں کر سکے، ایک ایسی کیفیتِ وجود میں جس میں وہ ژوزی کے بغیر چند ساعتوں کے لیے رہنے پر مجبور تھا۔ وہ اس سے اس کے بارے میں بات کرتی۔ اس سے کہتی کہ وہ کس قدر طاقت ور اور حساس اور دل کش اور غیر معمولی ہے؛ وہ کوشش کرتی کہ اس کی ذات سے اس کی صلح کرادے، اور اس میں دل چسپی لینے لگے۔ ''تمہارا یہ خیال ہے؟'' وہ بہجت سے کسی بچے کی سی آواز میں پوچھتا اور اس کے قریب سو جاتا۔ کسی صبح، وہ سوچتی، وہ اپنے سے محبت کرتا ہوا بیدار ہوگا، خودمختار، اور ایک ادنا سی تفصیل سے اسے اس بات کا ثبوت مل جائے گا: وہ جمائی لے کر پہلے اس کی طرف دیکھے بغیر اپنی سگریٹیں تلاش کرے گا۔ کبھی وہ سوانگ رچاتی کہ سو رہی ہے تا کہ اس کی حرکات کا جائزہ لے سکے۔ لیکن جوں ہی وہ جنبش کرتا، تو تشنج کے عالم میں ہاتھ یہ یقین کرنے کے لیے دراز کرتا کہ ژوزی وہاں موجود تو ہے نا، اور پھر، مطمئن ہو کر، آنکھیں کھولتا، کہنی کے بل خود کو بلند کرتا تا کہ اسے محوِ خواب دیکھ سکے۔ ایک صبح جب وہ طلوعِ فجر کا نظارہ کرنے کے لیے سویرے ہی اٹھ گئی تھی، ایلن نے خالص کرب ناک چیخ ماری جس کی وجہ سے وہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو بغیر ایک لفظ کہے تکتے رہے اور وہ دوبارہ بستر پر آ گئی۔

''تم مرد نہیں ہو،'' وہ بولی۔

''مرد... یعنی؟ اگر اس کا مطلب دلیری ہے، تو میں دلیر ہوں۔ رجولیت بھی رکھتا ہوں۔ اور خودغرض بھی ہوں۔''

''مرد میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ ہمہ وقت کسی اور، جیسے اپنی ماں یا بیوی، کی احتیاج کے بغیر بھی زندہ رہ سکے۔''

"میں نے اپنی ماں کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی ہے، اور میں تم سے عشق کرتا ہوں۔ تمھیں بس پروست کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر تمھیں ایک مرد کی نگہ بانی کی ضرورت ہے، تو میں موجود ہوں۔"

"مجھے نگہ بانی کی ضرورت نہیں؛ اس وقت مجھے کسی چیز کی حاجت ہے تو وہ کھلی ہوا ہے۔"

"کھلے سمندر کی ہوا؟ رکارڈو؟"

وہ کمرے سے نکل گئی۔ جا کر آمدورفت کے راستے میں کھڑی ہوگئی، گرمی سے لجلجی سی۔ کبھی کبھی مارے واماندگی کے اس کے آنسو نکل آتے، اور کسی اسکول کی بچی کی طرح گالوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو زبان سے چاٹ لیتی۔ اس کے بعد وہ واپس اندر چلی جاتی۔ ایلن کوئی رکارڈ لگا دیتا جو دونوں کو پسند ہوتا، موسیقی کی بابت دونوں باتیں کرتے، ایلن موسیقی کے بارے میں بہت باخبر تھا، اور آخر میں وہ اسے جواب دینے لگتی۔ وقت گذر جاتا۔

ستمبر کے ایک دن، مہینے کے ختم پر، انھیں ایک تار ملا۔ ایلن کی ماں کا آپریشن ہونے والا تھا۔ انھوں نے سامان باندھا، اور بھاری دل کے ساتھ اس گھر سے رخصت ہوئے جہاں وہ اتنے خوش رہے تھے۔

وقفہ

3

سفید کمرے میں ہر طرف سیلوفین کے ڈبے پھیلے ہوئے تھے جن میں آرکڈز کے پھیکے پھیکے پھول اب مرجھانے سے لگے تھے۔ ہیلن ایش نے بہو کو شکرے کی نظر سے دیکھا جس کے لیے وہ مشہور تھی — اسے یاد نہ آسکا کہ کس صحافی نے اسے یوں بیان کیا تھا، لیکن گذشتہ دس سال میں اس نے سنگین موقعوں پر ہمیشہ ہی آنکھیں خوب کشادگی سے کھلی رکھی تھیں اور نتھنے سکیڑے تھے۔ ژوزی نے علامت کو پہچانتے ہی ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

''ہاں تو تمہاری کیا خیر خبر ہے؟ میں نے صبح ایلن کو دیکھا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک لگ رہا تھا، لیکن سارے اعصاب کھچا ہنے ہوئے تھے۔''

''میرے خیال میں تو ہمیشہ ہی ایسا رہا ہے۔ بہ ہر کیف، اماں، ہم بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ آپ اپنی سنائیں۔ لگتا ہے آپریشن معمولی سا ہی ہوگا، ٹھیک ہے نا؟''

شکرے والی ٹکٹکی تسلیم و رضا کے تاثر میں بدل گئی۔

''دوسروں کے آپریشن کبھی سنگین نہیں معلوم ہوتے۔ قریبی رشتے داروں کو بھی نہیں۔''

''اور موجودہ صورت میں تو سرجنوں کو بھی نہیں،'' ژوزی نے سکون کے ساتھ کہا، ''اور اس سے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا ہوگیا ہے۔''

ایک خاموشی در آئی۔ ہیلن ایش کو ناپسند تھا کہ کوئی اس کا ناٹک بگاڑ دے۔ اور اُس دن کے ناٹک میں یہ شامل تھا کہ کاری آپریشن پر جانے سے پہلے اپنے نازک سپوت کو بہو کو ودیعت کر جائے۔ اس نے ہاتھ ژوزی کے بانہہ پر رکھا اور ژوزی نے خود کو اس کی انگشتریوں

کی داد دیتے ہوئے پایا۔

''کتنا شان دار نیلم ہے!'' وہ بولی۔

''جلد ہی یہ سب تمہارے ہو جائیں گے۔ یقیناً ہو جائیں گے،'' اور ژوزی کی جنبش کے دوران بات جاری رکھی، ''ہاں بالکل، اور بہت جلد۔ اور یہ تمہیں سرعت کے ساتھ ایک بے لطف کردینے والی بڑھیا کی موت سے جان چھڑانے میں مدد دیں گے۔''

وہ متوقع تھی کہ ژوزی احتجاج کرے گی، اس کی صحت، عمر، کردار، اور وہ لگاو جو وہ دوسروں میں ابھارتی تھی کے بارے میں کوئی خوش گوار بات کہے گی، لیکن اسے جو ملا وہ اس سے مختلف تھا۔

''ارے نہیں،'' ژوزی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا، ''خدا کے واسطے اب آپ بھی یہ قصہ تو نہ شروع کردیں۔ میں آپ پر آہ وزاری کرنے والی نہیں۔ اور میرے خیال میں خاندان میں کوئی بوڑھا بچا کھچا نہیں بچا ہے جسے بھی کسی قدر ہم دردی کی ضرورت ہو؟''

''بے شک، میری پیاری، ...تمہارے اعصاب پر بے چینی سوار ہے، ہم بقیوں کی طرح۔''

''ہاں،'' ژوزی بولی، ''میرے اعصاب پر بھی بے چینی سوار ہے۔''

''فلوریڈا...''

''فلوریڈا کی آب وہوا آفتابی ہے، بس یہی بات ہے۔''

''واقعی، یہی بات؟''

اس کے لہجے نے ژوزی کو چونکا دیا۔ اس نے ہیلن کو گھورا، جو نیچے کی طرف دیکھنے لگی۔

''ایلن نے ایک شام مجھے فون کیا تھا۔ اب تم مجھ سے سب کچھ کہہ سکتی ہو، بیٹا — بات ہم دونوں سے آگے نہیں جائے گی۔''

''آپ کا اشارہ ریکارڈ کی طرف ہے؟''

''اس کا یہ نام تھا؟ ایلن نیم دیوانہ ہو رہا تھا اور... ژوزی...''

وہ پہلے ہی وہاں سے رخصت ہو چکی تھی۔ باہر پہنچنے کے بعد ہی سکون بہ حال ہوا۔

نیویارک کی سڑکیں روشن اور پرشور تھیں، ہوا میں کاٹ اور ہمیشہ کی طرح ولولہ خیزی تھی۔ ''رکارڈو'' وہ بڑبڑائی، مسکراتے ہوئے، ''رکارڈو... یہ نام مجھے پاگل کردے گا۔'' اس نے رکارڈو کے چہرے کو یاد کرنے کی کوشش کی، اور ناکام رہی۔ ایلن اپنی ماں کے لیے کاغذات پر دستخط کر رہا تھا، وہ واحد کام جسے کرنا اسے گوارا تھا، ظاہر ہے، اور اس نے سڑک پر آگے چلنے کا فیصلہ کیا۔

اس نے نیویارک کی مخصوص بو باس کی بازیافت کرلی، اژدحام کی تیز روی اور گہما گہمی، ایک بار پھر اونچی ایڑی کے جوتوں میں چلنے کا احساس، اور جب اس کی بیرنارد سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس وقت اس کے لبوں پر مسرت انگیز تبسم تھا۔ ایک دوسرے کی آغوش میں سمانے سے پہلے وہ ایک دوسرے کی طرف یک ساں حیرت سے گھورتے رہے۔

''ژوزی... میں تو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ مر مرا گئی ہوگی۔''

''نہیں، بس شادی شدہ ہوں۔''

وہ ہنسنے لگا۔ چند سال پہلے پیرس میں وہ بری طرح اس کی محبت میں گرفتار تھا اور ژوزی نے اسے اس کی سابقہ حالت میں یاد کیا، نحیف ونزار اور یاس گرفتہ، اپنی پرانی برساتی پہنے ہوئے، اسے الوداع کہتے وقت آبدیدہ چشم۔ اور اب وہ یہاں کھڑا ہوا تھا، نسبتاً زیادہ چوڑا چکلا، گہری رنگت والا، متبسم۔ اچانک اسے لگا جیسے اس نے اپنے پورے کے پورے خاندان کو یک بارگی ہی پالیا ہو، اپنے سارے ماضی کو، اپنی ذات کی بازیافت کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ ہنسنے لگی۔

''بیرنارد، بیرنارد... کیسی اچھی بات ہے کہ تم سے ملاقات ہوگئی۔ نیویارک میں کیا کر رہے ہو؟''

''میری کتاب یہاں سے چھپی ہے۔ تمہیں پتا ہے، مجھے انعام دیا گیا ہے— آخر کار۔''

''اور اب تم اپنے کو سنجیدگی سے برتنے لگے ہو؟''

''زبردست سنجیدگی سے، اور میرے ہاتھ پیسا بھی آ گیا ہے، اور عورت باز بھی بن گیا ہوں۔ تم جانو، ایک ادیب جس نے بس ابھی ابھی ایک شاہ کار تخلیق کیا ہے۔''

''شاہ کار؟''

''نہیں، بس ایک بیسٹ سیلر، لیکن میں اس کا کبھی اعتراف نہیں کرتا ہوں اور مشکل ہی سے کبھی اس کی پروا کرتا ہوں۔ چلو کہیں چل کر کچھ پئیں ویں۔''

وہ اسے ایک بار میں لایا۔ جب وہ پیرس، مشترکہ دوستوں اور اپنی کام یابی کی باتیں کررہا تھا تو وہ اسے دیکھتی اور مسکراتی رہی، اور ایک بار پھر اسی مانوس زندہ دلی اور تلخی کا امتزاج اس میں نظر آیا جو اسے اس قدر دل بھاؤنا لگتا تھا۔ اس نے ہمیشہ اسے بھائی جیسا خیال کیا تھا۔ یہ وہ نہیں تھا جو وہ چاہتا تھا اور ایک بار ژوزی نے اس کی خواہشات کی تکمیل بھی کرنی چاہی تھی لیکن یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ اس بیچ میں ایلن آ گیا تھا۔ ژوزی نے تیوری چڑھائی، اور اس نے توقف کیا۔

''اور تمہارے کیا حال چال رہے؟ تمہارا شوہر؟ امریکی ہے؟''

''ہاں۔''

''اچھا، ایمان دار، خاموش، چاہنے والا؟''

''کبھی میرا یہی خیال تھا۔''

''ہیری، غیر متوازن، بے اصولا، ظالم، بے درد؟''

''نہیں، وہ یہ بھی نہیں۔''

بیرنارد ہنسنے لگا۔

''اچھا اب سنو، ژوزی، میں نے تمہارے لیے دو مثالی خاکے کھینچ دیے ہیں۔ مجھے اس پر تعجب نہیں کہ تمہیں ان میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی، لیکن کچھ وضاحت تو کرو۔''

''بات یہ ہے،'' وہ بولی، ''وہ...''

معاً وہ پھوٹ پھوٹ کر سسکیاں لینے لگی۔

وہ دیر تک بیرنارد کے شانے پر سر رکھے روتی رہی، ایک پریشان، حیران بیرنارد۔ وہ دیر تک ایلن اور اپنے پر روتی رہی اور اس پر کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو کتنے عزیز تھے اور اس پر جو ختم ہو گیا تھا یا ختم ہونے والا تھا۔ کیوں کہ اس ملاقات نے اسے اُس بات کا احساس دلا دیا تھا جس کا سامنا کرنے سے وہ پچھلے چھ ماہ سے گریز کرتی رہی تھی: یہی کہ اس نے غلطی

کی ہے۔ اور اس نے اپنے لیے بہت بلند معیار مقرر کیا تھا، اور وہ اتنی زیادہ مغرور تھی کہ اب اور خود کو بے وقوف نہیں بنا سکتی تھی۔ وہ حد درجے کا نرم و گداز کا بوس ختم ہو گیا تھا۔

دریں اثنا، بیرنارد نے اپنے رومال سے اس کا منہ پونچھا، ہر طرف سے، اور اُس غلیظ، کمینے نکتے کے خلاف مبہم الفاظ میں جانے کیا کیا فقرے بڑبڑاتا رہا اور اسے دھمکیاں دیتا رہا، وغیرہ۔۔۔۔

''میں اسے چھوڑ دوں گی،'' ژوزی نے آخر کار کہا۔

''تمہیں اس سے محبت ہے؟''

''نہیں۔''

''تو ٹسوے بہانا بند کرو۔ بولو مت؛ کچھ پی لو ورنہ جسم کی ساری رطوبت بالکل سوکھ جائے گی۔ تم بے حد حسین ہو، پتا ہے؟''

وہ ہنسنے لگی، پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''کب واپس جا رہے ہو؟''

''دس دن میں۔ کیا تم میرے ساتھ واپس چل رہی ہو؟''

''ہاں۔ مجھے اگلے دس دن اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا، یا کم از کم جس قدر کم ہو سکے۔''

''مجھے جوتوں کے دو اشتہاروں کے درمیان ایک براڈ کاسٹ سنانی ہے، ورنہ اس کے علاوہ میری کوئی مصروفیت نہیں۔ میرا ارادہ بھاگ دوڑ کرنے کا نہیں تھا۔ تم مجھے نیویارک کی سیر کرا سکتی ہو۔''

''ٹھیک ہے۔ شام کو آؤ اور کچھ پیو۔ تم ایلن کو دیکھ لو گے۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ یہ سب سلسلہ اب اور جاری نہیں رہ سکتا۔ شاید وہ تمہاری بات سن لے، اور۔۔۔''

بیرنارد اچھل پڑا۔

''تم پہلے جتنی ہی پاگل ہو۔ اس سے بات تو تمہیں کرنی چاہیے۔''

''میں نہیں کر سکتی۔''

''سنو، امریکا میں طلاق کوئی سنگین معاملہ نہیں ہے۔''

پھر اس نے اس سے ایلن کے بارے میں گفتگو کرنے کی کوشش کی، لیکن بیرنارد، جو اپنے فرانسیسی منطقی ذہن کا اسیر تھا، عقلِ سلیم، سائیکو پیتھالوجی اور فوری طلاق کی باتوں میں بہہ نکلا۔

"میں اس کی ساری پونجی ہوں،" اس نے مایوس ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ احمقانہ بات ہے،" بیرنارد نے بات شروع کی، پھر رک گیا، اور ایک لمحے کے بعد جاری ہو گیا:

"معاف کرنا، معلوم ہوتا ہے مجھ میں اب بھی تھوڑی بہت رقابت باقی بچی ہوئی ہے۔ میں شام کو تم سے ملنے آؤں گا۔ اور پریشان مت ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

دو سال پہلے اس کے آخری فقرے نے اسے ہنسا دیا ہوتا، لیکن فی الوقت باعثِ تسلی تھا۔ بلاشبہ کام یابی نے، چاہے وہ اس پر یقین رکھتا ہو یا نہ ہو، بیرنارد کو استقامت بخشی تھی۔ اور یہ بھی، ژوزیے اس سے اپنی حفاظت کرنے کے لیے کہا تھا اور وہ اسے ہمیشہ کی طرح دل کش نظر آئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے، دونوں ہی ایک دوسرے سے متاثر۔

ایلن آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا، گہرے رنگ کے سوٹ میں حیرت انگیز طور پر پرکشش نظر آ رہا تھا۔ وہ اس سے پہلے تیار ہو گئی تھی اور اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ژوزی کو کپڑے بدلتے اور سنگار کرتے دیکھنا اس کا خبط تھا، اس کی راہ میں روڑے اٹکانا، اور مدد کے بہانے اس کے لیے رکاوٹیں پیدا کرنا، پھر بڑی نرگسیت کے ساتھ خود اپنے کپڑے بدلنا، اس حال میں کہ وہ اسے دیکھ رہی ہو۔ ایک بار پھر اس نے کانسی رنگ کے دھڑ کو سراہا، تنگ کولھوں کو، مضبوط گردن کو، یہ سوچتے ہوئے کہ کوئی دن جاتا ہے یہ اس کی ملکیت نہ رہیں گے، اور ایک طرح کی شرم کے ساتھ سوچا کہ وہ اس تمام حسن اور ساتھ ہی ساتھ بقیہ دوسری چیزوں کی کمی تو نہ محسوس کرے گی۔

"ڈنر کہاں کھائیں گے؟"

''جہاں بھی تم چاہو۔''

''اچھا یہ بات ہے، میں تمہیں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ میری اپنے پیرس کے دوست، بیرنارد پیلی، سے ملاقات ہوئی۔ وہ ناول لکھتا ہے، اور اس کی تازہ کتاب یہاں سے شائع ہوئی ہے۔ میں نے اسے ڈنر پر بلایا ہے۔''

مختصر سی خاموشی چھا گئی۔ اسے حیرت ہوئی کہ ایلن کے ردِعمل اسے کیوں اہم معلوم ہو رہے تھے جب کہ دس دن میں وہ اسے چھوڑنے والی تھی۔ لیکن اس پر نظر ڈالتے ہی یہ حقیقت اسے اتنی ہی ناممکن معلوم ہوئی جتنی چند گھنٹے پہلے ناگزیر معلوم ہوئی تھی۔

''پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''میں بالکل بھول گئی تھی۔''

''یہ تمہارے پرانے عاشقوں میں سے تو نہیں؟''

''نہیں۔''

''تم دونوں کے درمیان کبھی کچھ نہیں رہا؟ کیا چکر ہے اس کے ساتھ؟ کانا وانا تو نہیں، یا اسی قسم کی کوئی اور چیز؟''

اس نے لمحے بھر کے لیے اپنی سانس روک لی۔ اسے اپنے اندر برافروختگی کا جال سمٹتا اور تنگ ہوتا ہوا محسوس ہوا، اور اس نے اپنی گردن کی شریان میں دھڑکنوں کا شمار کیا جو اچانک بری طرح دھڑدھڑانے لگی تھی۔ اس نے کسی طرح خود کو سپاٹ اور فیصلہ کن لہجے میں یہ کہنے سے باز رکھا، ''میں طلاق لے رہی ہوں۔'' پھر اسے یاد آیا کہ آدمی محض بیر کی خاطر کسی کو چھوڑ کر نہیں چلا جاتا اور ویسے بھی وہ ایلن کو بے حد تکلیف پہنچانے والی تھی۔

''وہ کانا نہیں ہے،'' ژوزی نے جواب دیا؛ ''بہت پیارا آدمی ہے اور میں جانتی ہوں تم اسے پسند کرو گے۔''

ایلن بے حرکت کھڑا رہا، بے ڈھنگے پن سے گرہ پڑی ٹائی کو انگلیوں میں تھامے ہوئے۔ اس نے آئینے میں اپنی آنکھیں اوپر ژوزی کی طرف اٹھائیں، اس پر حیرت زدہ کہ اس کی آواز اس قدر ملائم تھی۔

''معاف کرنا،'' وہ بولا۔ ''یہی کیا کم افسوس کی بات ہے کہ رقابت مجھے احمق بنا دے،

کہ یہ مجھے اس قدر بدتمیز بنادے، یہ سراسر ناقابلِ معافی ہے۔''

''اتنے انسان نہ بنو'' ژوزی نے سوچا، ''بدلو نہیں، مجھے نہتا نہ کرو اور مجھ سے تمہیں چھوڑنے کا عذر نہ چھین لو۔ میرے ساتھ یہ نہ کرو۔'' پھر یہ بھی کہ اسے چھوڑنے کی ہمت اور نہیں رہے گی، اور اسے چھوڑنا ہی ہوگا۔ قطعی طور پر۔ اب کہ اس نے فیصلہ کر ہی لیا تھا، کہ اس نے اس کے بغیر زندگی کا مزا چکھ لیا تھا، وہ ایسی مدہوشی کے عالم میں تھی جو الفاظ تک میں چھلک آنا چاہتی تھی۔ جب تک وہ لفظ زبان سے ادا نہ ہو گئے ہوں، کوئی چیز بھی حتمی قرار نہیں دی جاسکتی تھی، اس کے فیصلے کا حقیقتاً وجود نہیں تھا۔

''حقیقت میں، میرا اس سے معاشقہ چلا تھا۔ تین دن تک رہا۔''

''آہ!'' ایلن نے کہا، ''وہ کوئی صوبائی ادیب ہے، میں نام بھول گیا۔''

''''بیرنارد پلیگ۔''

''ایک شام تم نے اس کا ذکر کیا تھا۔ تم اس سے ملنے گئی تھیں، یہ بتانے کے لیے کہ اس کی بیوی کو اس کی ضرورت ہے، اور پھر ہوٹل ہی میں ٹھہر گئیں تھیں۔ وہی نہیں ہے؟''

''ہاں،'' اس نے جواب دیا، ''وہی۔''

اچانک 'پوئٹیئے' پر ایک سرمئی چوک کی تصویر اس کے یاد میں تیر گئی، کمرے کی دیواروں پر منڈھا ہوا بوسیدہ کاغذ اور، بارِ دگر، اس نے صوبوں کی فضا کی بوباس میں سانسیں لیں۔ وہ مسکرادی۔ وہ سب پھر سے اس کا ہونے والا تھا: 'اِل دُفرانس' کی مخملیں پہاڑیاں، صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے باغ، قدیم گھروندے، پیرس کے راستوں کو بوباس، سنہرا بحیرۂ روم، وہ تمام پیکر جو اس کی یاد میں ہجوم کر رہے تھے۔

''یاد نہیں رہا تم سے ذکر کیا تھا۔''

''تم نے مجھ سے بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے، بہت سی باتوں کا۔ وہ چیزیں جو مجھے تمہارے بارے میں معلوم نہیں ہیں تنہا وہی ہیں جو تم خود بھول گئی ہو۔ میں نے ہر بات تمہارے اندر سے کھینچ نکالی ہے۔''

وہ اس کی طرف مڑا۔ اسے سوٹ پہنے ہوئے دیکھے ژوزی کو مدت ہوگئی تھی، اور گہرے نیلے سوٹ میں یہ آدمی، بچے جیسے چہرے میں یہ سخت آنکھیں، اچانک اس کے لیے

اجنبی بن گئے تھے۔ ''ایلن،'' ایک آواز نے اس کے اندر کہا، لیکن اس نے کوئی جنبش نہیں کی۔

''کسی کے اندر سے کچھ نکال لینا ناممکن ہے،'' وہ بولی۔ ''پریشان نہ ہو۔ اور مہربانی سے بیرنارد کی بے عزتی نہ کرنا۔''

''تمہارے دوست میرے دوست ہیں۔''

انھوں نے ایک دوسرے سے اپنی نگاہیں نہیں ہٹائیں۔ وہ ہنسنے لگی۔

''بیری... ہم یہی بن گئے ہیں۔ ایک دوسرے کے بیری۔''

''ہاں، لیکن 'میں' تمھیں چاہتا ہوں،'' ایلن نے بڑی شائستگی سے کہا۔ چلو، چل کر لائبریری میں تمہارے دوست کا انتظار کرتے ہیں۔''

اس نے اس کی بانہہ تھام لی اور وہ بے اختیارانہ اس کے کندھے سے لگ گئی۔ وہ کتنی مدت سے اس شانے سے لگی رہی تھی؟ ایک سال، دو سال؟ اب یہ اسے بالکل یاد نہیں رہا تھا اور وہ اچانک خوف زدہ ہوگئی کہ کہیں اس کی بانہہ ایلن کی بانہہ کی کمی نہ محسوس کرنے لگے، کہ اب کبھی نہ جان سکے کہ اپنا ہاتھ کہاں رکھے۔ مامونیت... ستم ظریفی تو دیکھو، یہ تیوراتی آدمی اس کی مامونیت کا ضامن تھا۔

بیرنارد وقت سے پہنچ گیا۔ انھوں نے کاک ٹیل نوش کیے اور نیویارک کی باتیں کیں۔ ژوزی اپنے تصور میں دو دنیاؤں کا تصادم مشاہدہ کرنے والی تھی، اپنی دونوں دنیاؤں کا، لیکن ہوا یوں کہ بس دو آدمیوں کے معیت میں بیٹھی مارٹینی ہی پیتی رہی، دو ایسے آدمی جن کی باڑ کم وبیش ایک جیسی تھی، ایک ہی جتنے تمیز دار تھے، جنھیں اس سے کبھی شدید لگاؤ رہا تھا، یا اب بھی تھا۔ ایلن مسکرایا، اور بیرنارد کا ظاہری تاثر، جو آمد کے وقت مربیانہ سا تھا، جلد ہی برہمی میں بدل گیا تھا۔ وہ یہ بھول جانے پر مائل تھی کہ ایلن کس قدر غیر معمولی طور پر شکیل تھا اور اس بات پر عجیب سا فخر محسوس کیا۔ اتنا زیادہ کہ وہ کاک ٹیل ملانے والے برتن پر نظر رکھنے سے غافل ہوگئی، اور بیرنارد کا معنی خیز اشارہ ملنے پر ہی کہیں اس نے مڑ کر دیکھا کہ ایلن کیا کر رہا ہے۔ وہ بڑے اَن گھڑ پن سے پیکٹ سے سگریٹ نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اب چل کر کھانا نہ کھائیں؟'' ژوزی نے کہا۔

''بس ایک آخری جام،'' ایلن نے خوش گواری سے تجویز کیا، اور وہ بیرنارد کی طرف متوجہ ہوا، جس نے انکار کر دیا۔

''لیکن میں اصرار کرتا ہوں،'' ایلن جاری رہا۔ ''لیکن میں اصرار کرتا ہوں۔'' یک بارگی فضا میں تناؤ آ گیا۔ ''میں واقعی اصرار کرتا ہوں۔'' بیرنارد کھڑا ہو گا۔

''نہیں، شکریہ۔ میں جا کر کھانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

''نہیں، جب تک میرے ساتھ ایک ٹوسٹ کا جام نہیں پی لیتے،'' ایلن نے کہا۔ ''تم انکار نہیں کر سکتے۔''

''اگر بیرنارد کی خواہش نہیں،'' ژوزی نے بات شروع کی، لیکن ایلن نے قطع کلامی کی۔

''اچھا تو بیرنارد؟''

دونوں کھڑے ہو گئے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے۔ ''ایلن زیادہ کسرتی جسم والا ہے لیکن پیے ہوئے ہے،'' ژوزی نے پھرتی سے سوچا۔ ''اور یہ ہر کیف، مجھے یاد نہیں کہ بیرنارد مضبوط ہے یا نہیں۔ لیکن تقابلِ ابدان کے مطالعے کا یہ وقت نہیں۔'' اس نے ایلن کے ہاتھ سے وہ گلاس لے لیا جو اس نے ژوزی کے لیے پر کیا تھا۔

''میں تمہارے ساتھ پیتی ہوں۔ اسی طرح بیرنارد بھی پیے گا۔ ہاں تو کس کی خوشی منانے کا جام؟''

''''پوچھیے؛'' ایلن نے کہا، اور ایک ہی گھونٹ میں مشروب چڑھا گیا۔

بیرنارد نے اپنا گلاس اوپر اٹھایا۔

''''کی لارگو کی،'' وہ بولا۔ ''ایک مہربان خیال دوسرے مہربان خیال کا حق دار ہے۔''

''اس دل کش ملن کی خوشی میں،'' ژوزی بولی، اور کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

علی الصباح کہیں جا کر تینوں 'ہیرلم' سے واپس ہوئے۔ فلک بوس عمارتیں 'سینٹرل پارک' سے اٹھتی ہوئی دھند کے مقابل بڑے نمایاں طور پر استادہ تھیں، اور زرد پتوں کو خنک ہوا میں گویا تازہ توانائی مل گئی تھی۔

''کتنا حسین شہر ہے!'' بیرنارد نے دبی آواز میں کہا۔

''ژوزی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ دونوں کے درمیان سینڈوچ بنی بیٹھی تھی، جیسے پوری شام بیٹھی رہی تھی۔ انھوں نے اسے اپنے درمیان ڈال رکھا تھا، باری باری مسلسل اس کے ساتھ خودکار پُتلوں کی طرح رقص کرتے رہے تھے۔ کم از کم اس موقعے پر ایلن اعتدال سے پی رہا تھا اور بھونڈے موضوعات پر مزید اشارے بازی سے محترز رہا تھا۔ بیرنارد کے اعصاب میں اب قدرے کم تناو نظر آ رہا تھا، لیکن ژوزی کو یاد نہ آ سکا کہ اس نے اس سے براہِ راست بات کی ہو — یا اس نے ژوزی سے۔ ''یہ ایک کتے کی زندگی ہے،'' اسے خیال آیا، ''ایک حقیقی کتے کی زندگی۔ ایسی زندگی جس پر لوگ شاید مجھ سے رشک کریں۔'' ایلن نے سگریٹ پھینکنے کے لیے کھڑکی نیچے کی، اور یخ بستہ ہوا ٹیکسی میں در آئی۔

''ٹھنڈ ہے،'' وہ بولا۔ ''ہر جگہ ٹھنڈ ہے۔''

''سوائے فلوریڈا کے،'' ژوزی نے کہا۔

''فلوریڈا میں بھی۔'' وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف مڑا کہ بیرنارد اچھل پڑا۔ ''میرے عزیز بیرنارد،'' وہ بولا، ''چلو اپنے درمیان میں بیٹھی ہوئی جوان عورت کو لمحہ بھر کے لیے فراموش کر دیں۔ میں یہ فراموش کر دوں کہ تم ایک منطقی فرانسیسی ہو، اور تم یہ فراموش کر دو کہ میرا تعلق مراعات یافتہ طبقے سے ہے۔''

بیرنارد نے کندھے اچکائے۔ ''کیسی عجیب بات ہے،'' ژوزی کو خیال آیا، ''جانتا ہے کہ میں ایلن کو چھوڑ رہی ہوں اور اس کے ساتھ پیرس واپس جا رہی ہوں، تاہم کوئی جھنجھلایا ہوا ہے تو یہ۔''

''اچھا،'' ایلن بولا، ''ہر چیز فراموش کر دی گئی ہے اور ہم تھوڑی سی باتیں کر سکتے ہیں۔ ڈرائیور!'' وہ چلایا، ''کوئی بار ڈھونڈ نکالو، جہاں کہیں بھی ہو سکے۔''

''میں اونگھنے لگی ہوں،'' ژوزی بولی۔

''بعد میں اونگھتی رہنا۔ مجھے اب اپنے دوست بیرنارد سے باتیں کرنی ہیں، جو لاطینی محبت سے واقف ہے اور ہماری گھر گرہستی پر کچھ روشنی ڈال سکتا ہے۔ پھر مجھے پیاس بھی لگ رہی ہے۔''

وہ 'براڈوے' کی ایک چھوٹی سی سنسان بار پہنچے جو 'دی بوکاژ' (The Boccage) کہلاتی تھی، اور ژوزی اس نام اور اس کے غلط ہجوں پر مسکرادی۔ اس کے مالک کے ذہن میں نارمنڈی کے بنوں کی نرم رو پہاڑیوں کا بھلا کیا تصور رہا ہوگا جو بوکاژ (bocage) کہلاتی تھیں؟ کیا اس کا سبب ان دو لفظی رکنوں کا آہنگ تھا جو اسے بھا گیا تھا؟ ایلن نے برانڈی کے تین گلاسوں کا آڈر دیا اور دھمکی دی اگر انھوں نے اس کے علاوہ کوئی اور مشروب چاہا تو وہ تینوں کے تینوں خود ہی چڑھا جائے گا۔

''اچھا، تو اب ہم نے ژوزی کو بھلا دیا ہے،'' وہ بولا۔ ''میں تمھیں نہیں جانتا، میں صرف ایک شرابی ہوں جس سے کسی بار میں تمھاری مڈبھیڑ ہوگئی ہے اور جس نے اپنی زندگی کی کتھا سنا کر تمھاری جان اجیرن کردی ہے۔ فرض کرو میں تمھیں 'ژاں' کہہ کر مخاطب کرتا ہوں، جو ایک مثالی فرانسیسی نام ہے۔''

''اچھا، ژاں ہی سہی،'' بیرنارد بولا۔

وہ بس سو جانے کے قریب تھا۔

''محبت کے بارے میں تمھارے کیا نظریات ہیں، میرے عزیز ژاں؟''

''کچھ نہیں،'' بیرنارد بولا، ''بالکل کچھ نہیں۔''

''یہ صحیح نہیں، ژاں۔ میں نے تمھاری نگارش پڑھی ہے یا کم از کم اس کی ایک جلد۔ تمھارے پاس محبت سے متعلق نظریات کا خزانہ ہے۔ خیر، مجھے محبت ہے۔ ایک عورت سے۔ اپنی بیوی سے۔ میں اس سے ایک سادیت پسندانہ، تڑپ کر جانے والے اشتعال کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ وہ مجھے چھوڑ دینے کا سوچ رہی ہے۔''

ژوزی نے اس کی طرف دیکھا، بیرنارد کو دیکھا، جو اپنی اونگھ سے بیدار ہونے لگا تھا۔

''اگر وہ چھوڑ کر جارہی ہے اور تمھیں معلوم ہے کہ کیوں، تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں میرے کہنے کے لیے کچھ ہے۔''

''میں جو سمجھتا ہوں اس کی وضاحت کرنے دو۔ محبت وہ چیز ہے جس کی جستجو کرنی پڑتی ہے۔ لوگ اسے جوڑوں میں تلاش کرتے ہیں، اور عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ یہ ایک ہی زوج کے ہاتھ آتی ہے۔ زیر نظر معاملے میں، یہ جوڑ میں ہوں۔ میری بیوی کو شادمانی محسوس ہوئی

تھی۔ وہ میرے ہاتھ سے یہ نرم و گداز، کبھی نہ ختم ہونے والا پھل لینے کے لیے کسی ہرنی کی طرح میری طرف بڑھی تھی۔ صرف یہی وہ ہرنی تھی جسے میں کھلا پلا سکتا تھا۔"

اس نے ایک ہی گھونٹ میں اپنی برانڈی حلق سے اتار لی، ژوزی کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"اس قسم کی تشبیہوں سے درگذر کرو، میرے عزیز ژاں۔ امریکیوں میں شعریت پسندی کا میلان پایا جاتا ہے۔ بہ ہرکیف، میری بیوی نے خوب شکم سیری کی، اب وہ کچھ اور چاہتی ہے یا زبردستی کھلایا جانا برداشت نہیں کرسکتی۔ اس کے باوجود، وہ پھل اب بھی میرے پاس موجود ہے، یہ میرے ہاتھوں کو بھاری پڑ رہا ہے اور میں یہ اسے دے دینا چاہتا ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تم یہ تصور بھی کرسکتے ہو کہ اس کے ہاتھ میں بھی ایک پھل ہے اور کہ... بہ ہرکیف، تمہاری تشبیہیں میری جان کا عذاب بن گئی ہیں۔ اس پر اصرار کرنے کے بجائے کہ ہمیشہ تم ہی دو، تم نے یہ سوچا ہوتا کہ اس کے پاس بھی دینے کے لیے کچھ ہے، تم نے اسے سمجھنے کی کوشش کی ہوتی، مجھے کیا پتا..."

"تم شادی شدہ ہو، ہیں نا، میرے عزیز ژاں؟"

"ہاں،" بیرنارد نے کہا، اور اکڑ سا گیا۔

"اور تمہاری بیوی تم سے محبت کرتی ہے اور تمہیں کھلاتی پلاتی ہے۔ اور تم اسے چھوڑ کر نہیں چلے جاتے، حالاں کہ وہ تمہیں اکتا دیتی ہے۔"

"تم بڑے باخبر معلوم ہوتے ہو۔"

"اور وہ جسے ترحم کہتے ہیں اس کی خاطر چھوڑ کر نہیں چلے جاتے ہو، ٹھیک ہے نا؟"

"اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے،" بیرنارد نے کہا۔ "ہم تمہارے بارے میں گفتگو کررہے ہیں۔"

"میں محبت کے بارے میں گفتگو کر رہا ہوں،" ایلن بولا۔ "اور اس کا جشن منانا چاہیے۔ بارمین ..."

"پینا بند کرو،" ژوزی نے مدھم آواز میں کہا۔

ژوزی کی طبیعت اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ یہ درست ہے کہ اس نے خود کو ایلن کی محبت کے سہارے زندہ رکھا تھا، اس میں زندہ رہنے کا جواز پایا تھا— یا وقت گزاری کا ذریعہ، اس نے چوری چوری سوچا۔ اور یہ بھی درست تھا کہ وہ نڈھال ہو چکی تھی، کہ اب اور، ایلن کے قول کے مطابق، ''زبردستی کھلائے جانے'' کی خواہش مند نہیں رہی تھی۔ ایلن نے کلام جاری رکھا:

''اور یوں ہے کہ تم اپنی بیوی سے اکتا گئے ہو، میرے عزیز ژاں۔ زمانہ پہلے تم نے ژوزی سے محبت کی تھی، یا کم از کم اپنے خیال میں کی تھی، اور وہ تمہارے آگے سپر انداز ہو گئی تھی اور تم دونوں نے ایک ہی لے میں کوئی جذباتی اور اداس دوسازہ بجایا تھا۔ کیوں کہ تمہارے وائلنوں کے سُر کاملاً ہم آہنگ ہیں، یعنی، میزانِ صغیر میں۔''

''جیسے تم چاہو،'' بیرنارد نے کہا۔

''اس نے ژوزی کی طرف دیکھا، اور دونوں میں سے کوئی بھی نہیں مسکرایا۔ اس لمحے ژوزی نے اس سے بڑی اشتعال انگیز محبت کی خاطر اپنا سب کچھ نثار کر دیا ہوتا، تا کہ ایلن کے ملاحظات کے خلاف کچھ مدافعت ہو جاتی۔ بات بیرنارد کی سمجھ میں آ گئی اور وہ جھینپ گیا۔

''اور اپنی بھی تو کہو، ایلن؟ تم نے کیا کیا ہے؟ تم نے ایک عورت سے محبت کی ہے، اور اس کی زندگی میں زہر گھول کر رکھ دیا ہے۔''

''خیر، یہ کچھ نہ کچھ تو ہے، بہ ہر حال۔ تمہارے خیال میں کوئی اور اسے پُر کر سکتا تھا؟''

دونوں نے ژوزی کی طرف رخ کیا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھی۔

''یہ بحث مجھے بڑی دل ربا لگ رہی ہے۔ نمٹتے جاؤ، چوں کہ تمہارے حساب سے تو میں یہاں ہوں ہی نہیں۔ میں سونے جا رہی ہوں۔''

ان کے کھڑے ہونے سے پہلے ہی وہ بار سے باہر جا چکی تھی اور فوراً ہی ٹیکسی بھی مل گئی۔ اس نے ڈرائیور کو ایک ہوٹل کا پتا بتایا جس کے بارے میں کبھی سنا تھا۔

''بہت دیر ہو گئی ہے،'' ڈرائیور کسی صاحبِ نظر کے انداز میں بڑبڑایا، ''اب سونے کا

وقت نہیں رہا۔''

''ہاں،'' اس نے تسلیم کیا، ''بہت زیادہ دیر ہوگئی ہے۔''

اور اچانک، اس نے خود کو ٹیکسی میں فرار ہوتے ہوئے دیکھا، ستائیس سال کی عمر میں، پیچھے ایک خاوند کو چھوڑ کر جس سے محبت کرتی تھی، علی الصباح نیو یارک کے پار جاتے ہوئے اور بڑی گمبھیرتا سے کہتے ہوئے: ''بہت دیر ہوگئی ہے۔'' اس نے اپنے سے کہا کہ جب تک زندہ ہے، وہ کبھی مختلف صورتوں کو دہرانے سے باز نہیں رہے گی، اسٹیج پر انھیں پیش کرنے سے، اور باہر سے 'خود کو دیکھنے' سے۔ اسے ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے رونا چاہیے تھا، ہول کھانا چاہیے تھا، بجائے مبہم طریقے پر یہ سوچنے کے کہ آیا— نشست پر چسپاں ضوابط کے مطابق— ڈرائیور کا نام واقعی سلوئیس مارکس ہی تھا۔

پیرس کے لیے ہوائی ٹکٹ، ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ کا آڈر دینے کے بعد، جو سب کے سب اسی دوپہر تک اسے پہنچا دیے جائیں، ہی کہیں جا کر جب وہ بستر میں سکڑی ہوئی پڑی تھی، اور دن کی روشنی چوری چھپے اس گم نام کمرے میں داخل ہو رہی تھی، کہ وہ سردی، تھکن اور تنہائی کے مارے کپکپانے لگی۔ وہ ایلن کے پہلو میں سونے کی عادی تھی، اور اس آدھے گھنٹے کے دوران جو اسے سونے میں لگا اسے اپنی زندگی ایک عظیم تباہی کے طور پر نظر آئی۔

4

ایک طوفانی جھکڑ نے درختوں کی شاخوں کو چٹاخ چٹاخ توڑ ڈالا، نیچے گرانے سے پہلے لمحے بھر کے لیے اوپر اٹھایا، آزاد اور ارفع، گھانس پر لوٹایا اور آخراً کیچڑ میں دھنسا دیا، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے پھنس کر رہ گئیں۔ دروازے میں کھڑے کھڑے ژوزی نے لان کی طرف دیکھا، پیلے پیلے میدانوں اور چھٹ چھٹاتے چیسٹ نٹ [شاہ بلوط] کے درختوں کو۔ اچانک ایک شاخ بڑے زور کی آواز کے ساتھ تنے سے جدا ہوئی، ہوا میں اچھلتی ہوئی لگی، پتے ہوا سے پیچھے کی طرف مڑے ہوئے، اور ژوزی کے قدموں کے پاس آ گری۔ 'اکیرس'،[1] اس نے کہا، اور اسے اٹھالیا۔ سردی پڑ رہی تھی۔ وہ گھر میں داخل ہوئی اور اپنے کمرے میں آئی۔ فرش پر ٹائل جڑے تھے، اور میز، جو اخباروں کے انبار سے پٹی ہوئی تھی، اور بڑی جسامت والی کپڑوں کی الماری کے علاوہ کوئی اور فرنیچر نہیں تھا۔ اس نے شاخ کو اپنے بستر پر ڈال دیا، ٹھنٹھ تکیے پر، اور ایک لمحے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتی رہی: زخم خوردہ، ادھڑی ہوئی، زردی مائل۔ وہ کسی مردہ سمندری بگلے کی طرح نظر آ رہی تھی یا جنازے پر استعمال ہونے والے لکٹ کی طرح — عین ویرانی مجسم کا پیکر۔

پچھلے دو ہفتے 'نارمن' کے مضافاتی علاقے میں گھومتی رہی تھی جسے ایک درندہ صفت خزاں نے تاراج کر دیا تھا۔ پیرس پہنچنے پر، اس نے ایک خرسند 'ریئل اسٹیٹ' ایجنٹ سے یہ ویران سا کہنہ مکان فوراً کرایے پر لے لیا تھا، بالکل ویسے ہی جیسے 'تورین' یا کسی اور علاقے

---

[1] Icaurs: یونانی دیومالا کا مہم جو کردار۔

میں لے سکتی تھی۔ کسی کو بھی اس کی آمد کی اطلاع نہیں دی گئی تھی: وہ اپنی ذات پر دوبارہ قابو پانا چاہتی تھی۔ اس اصطلاح میں ایک خاص قسم کا طنزِ خفی مضمر تھا، کیوں کہ دوبارہ قابو پانے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں، اپنی ذات کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ اس فقرے سے بہت سے ناولوں میں اکثر دوچار ہوئی تھی۔ یہاں، ہوا تھی جو ہر چیز کو اچک لیتی اور پھر دے پٹختی، شام کے وقت لکڑیوں کی آگ کا لطف، ساری زمین کی تمام مہکوں اور بوباس، اور تنہائی کا بھی۔ دیہی علاقے میں زندگی۔ لیکن وہ یقیناً اب بھی بہت نوجوان اور رومان پسند رہی ہوگی جبھی تو اسے واپس فرانس لانے والے طیارے میں اس نے اتنے لوبھ کے ساتھ اس مضافاتی گھر کا تصور کرلیا تھا جہاں وہ اپنی زندگی کو دوبارہ تعمیر کر سکے گی، اور خود کو دوبارہ یک جا۔ کچھ بھی تو منہدم نہیں ہوا تھا، کچھ بھی تو نہیں کھویا گیا تھا، حتیٰ کہ وقت بھی نہیں، اور تمام پچھتاووں، ساری دل شکن یادوں کے باوجود وہ اپنے ذہن اور جسم کی مضبوطی کا لوہا ماننے پر مجبور ہوگئی تھی۔ وہ یہاں جب تک دل چاہے رہ سکتی تھی، بہ شرطے کہ وہ اپنی اکتاہٹ کو سہ سکے۔ یا پیرس لوٹ جائے اور از سرِ نو شروعات کرے۔ ایک بار پھر اس پھل کو، جس کا ایلن نے ذکر کیا تھا، تلاش کرے، یا مادی آسایش کے ایک خاص معیار کو، یا کسی ملازمت کو، یا محض خوش وقتی کو۔ وہ ہوا خوری کے لیے بھی جاسکتی تھی، یا رکارڈ لگا سکتی تھی، یا پڑھ سکتی تھی۔ وہ آزاد تھی۔ یہ نہ ناخوش گوار تھا اور نہ ولولہ خیز۔ یہ بس اس کی وہی رجائیت تھی جو سیر ہونا نہیں جانتی تھی، اس کی فطرت کا وہ تنہا مستقل عنصر۔

اسے یاد نہ آسکا کہ اس نے کبھی ناامیدی محسوس کی ہو، کی تھی تو محض مایوسی ہی، بعض اوقات، ہوش و حواس کی بے کیف ماؤفی کی حد تک۔ اسے ایک مردہ بلی پر اپنا رونا یاد آیا، اس کی پرانی سیامی جو 'ٹائفس' کے مرض سے جاں بہ حق ہوئی تھی، یہ کوئی چار سال پہلے ہوا ہوگا۔ اسے اپنے ملال کا تشدد یاد آیا، وہ ہول ناک اندرونی خرخراہٹ جس کی انتہا آنسوؤں میں ہوئی۔ یاد آیا کہ وہ کس طرح اس کی کھلنڈرانہ اداؤں میں دانستہ مگن رہا کرتی تھی، آتش کے سامنے اس کے قیلولے، اس کی بھرونگی۔ ہاں، بدترین بات یہی تھی: ایسی مخلوق کا غیاب جو آپ پر مکمل بھروسا کرتی ہو، جو اپنی ساری زندگی آپ کو سونپ دیتی ہو۔ ایک بچے کا زیاں یقیناً ناقابلِ برداشت ہوتا ہوگا، شاید اس سے بھی زیادہ کسی رقابت میں مبتلا شوہر کا کھودینا۔

ایلن... ایلن کیا کر رہا ہوگا؟ نیویارک میں گھومتا پھر رہا ہوگا، ایک شراب خانے سے دوسرے میں؟ یا کیا وہ ہر روز اپنے سائی کائٹرسٹ کے پاس جاتا ہوگا، اپنی ماں کے ہاتھوں میں ہاتھ دیے؟ اس سے بھی زیادہ آسان، کیا وہ کسی رحم دل ننھی سی امریکی لڑکی کے ساتھ ہم خوابی کر رہا ہوگا؟ کسی بات نے بھی اسے آسودگی نہ بخشی۔ اس نے جاننا چاہا ہوتا۔

اس نے مالی کی بیوی کے علاوہ کسی سے بات نہ کی، جو 'پی کاردی' کی رہنے والی تھی، جو گھر کا کام کاج کرتی تھی اور رات کو وہیں سوتی تھی، کیوں کہ ژوزی کو اندھیرے سے خوف آتا تھا۔ گاہے بہ گاہے وہ کسی خاص وجہ کے بغیر گاتو جاتی، صرف فرانسیسی بولنے اور اخبار خریدنے کے لیے جنھیں بغیر پڑھے دیکھا کھ کر رکھ دیتی تھی۔ دو سال کے غیاب کے بعد اس کا پیرس میں ورود ناقابل یقین تھا۔ اس نے تین دن سڑکوں پر مٹر گشت کرتے ہوئے بتائے تھے، مختلف ہوٹلوں میں سوئی تھی، اور یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی کہ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ اس کا پرانا اپارٹ مینٹ اب بھی خالی تھا۔ لوگ باگ بالکل پہلے جیسے ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ کسی سے بھی نہیں ملی تھی، کسی کو فون نہیں کیا تھا۔ پھر مضافات کی چاہ کا غلبہ اس تیزی سے ہوا کہ اس نے ایک کار کرایے پر لی اور بھاگ نکلی۔ اس کے والدین سوچ رہے ہوں گے کہ وہ ہنوز فلوریڈا ہی میں ہوگی۔ شاید بیرنارد اور ایلن اسے وہیں نیویارک میں کھوج رہے ہوں گے جب کہ وہ بیٹھی کونین ڈوئیل پڑھ رہی تھی، اپنے گھر میں تنہا۔ یہ سب لایعنی تھا۔ صرف ہوا ہی اپنی غضب ناکی میں سنجیدہ نظر آتی تھی، صرف یہی تھی جس کے سامنے قطعی مقصد تھا، متعین منزل تھی۔ بعد میں، جب ہوا کو قرار آتا، رکھوالا لان سے اس کے کشتوں کو اٹھاتا اور جلا دیتا۔ پتیوں کی آگ کی سوہنی مہک کھڑکی سے گھستی چلی آتی، اسے شرلاک ہومز کی مہم جوئیوں سے جدا کر دیتی، ایک بار پھر اسے اپنی ناسٹلجیائی ردا میں ڈھانپ لیتی، رات میں زمین کی خوش بو کی طرح، کھر کھری چادروں کے لمس کی طرح جن سے کافوری گولیوں کی سوگندھ اٹھ رہی ہو، ہر اس چیز کی طرح جو اس کی جوانی کی یاد آوری کر رہی ہو — جوانی اتنی قریب اور چشم زدن میں اتنی دور اور، یوں جیسے کہ، حنوط شدہ۔ کتے نے دروازہ کھرچنا شروع کیا: کھیتوں کا کتا جو اسے پسند کرنے لگا تھا اور گھنٹوں اس کے گھٹنوں پر اپنا سر ٹیکے رکھتا تھا۔ بدقسمتی سے اس کی تھوڑی سی رال ٹپکتی رہتی تھی۔ اس نے کتے کو اندر آنے دیا اور راہ داری کی کھڑکی سے ڈاکیے

کو آتا ہوا دیکھا۔ یہ پہلی مرتبہ تھی کہ وہ آیا تھا۔

تار میں لکھا تھا: ''پیرس میں تمہارا شدید منتظر۔ گہری محبت کے ساتھ۔ بیرنارد۔'' وہ بستر پر بیٹھ گئی، اور بے خیالی سے مردہ ٹہنی کو تھپ تھپاتے ہوئے اس نے سوچا کہ وہ اسی رنگ کا ایک کوٹ بنوائے گی۔ کتے نے اس کی طرف دیکھا۔

پیرس

5

''میری جان، مجھے معلوم ہے تمہارا دماغ کس طرح کام کرتا ہے۔ تم تنہائی کی خواہش کر رہی تھیں اور مضافات کی آرزو۔ تو تمہارا مکان کرایے پر لینا بالکل ضروری تھا۔ اور چوں کہ تم سب کچھ ہمیشہ بڑے سیدھے سادے انداز میں کرتی ہو، سو تم نے 'رئیل اسٹیٹ' ایجنٹوں کی کلاسیفائیڈ ڈائریکٹری کھولی اور کالے حرفوں میں ٹائپ کیے ہوئے پہلے ایجنٹ کو فون کیا۔ تم نے مضافات میں مکانوں کے بارے میں پوچھا جو ماہانہ کرایے پر لے سکو۔ تمہاری کھوج لگانے کے لیے، میں نے بھی بالکل یہی کیا۔ بس اتنا ہی فرق تھا کہ تم نے دوسرے نمبر پر درج 'رئیل اسٹیٹ' ایجنٹ کو فون کیا تھا۔ یہ کیسے ہوا؟''

''وہ ایسے کہ پہلے نمبر پر فون مصروف تھا،'' ژوزی نے افسردگی سے کہا۔

بیرنارد نے کندھے ہلائے، اپنے سے قدرے خوش۔

''مجھے یہ خیال آیا تھا۔ جب مجھے بتایا گیا کہ ایک دیوانی لڑکی نے اکتوبر کے لیے 'نارمنڈی' میں ایسا مکان لیا ہے جس میں گرمی پہنچانے کا انتظام نہیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ تم ہوگی۔ مجھے یہ خیال بھی آیا کہ جا کر تمہیں بلا لاؤں۔

''پھر؟''

''پھر، میری ہمت نہیں پڑی۔ تمہاری روانگی کافی وحشیانہ تھی۔ اگلے دن ایلن اور میں سارے نیو یارک میں چکر لگاتے رہے۔ ہم دوپہر کے قریب بڑی خوش گوار حالت میں تھے۔ اسے 'ایر فرانس' کا خیال آیا، لیکن ایک گھنٹے کی تاخیر سے۔''

''تو پھر تم نے کیا کیا؟''

''ہم نے دوسرا پکڑ لیا۔ دوسرا ہوائی جہاز۔ میں نے اپنی ریڈیائی گفتگو گول کی اور بہ مشکل اپنا سامان لا سکا۔''

''ایلن یہاں آیا ہے؟''

وہ اٹھ چکی تھی۔ بیرنارد نے اسے دوبارہ بٹھا دیا۔

''بھاگو نہیں۔ وہ پچھلے دو ہفتوں سے یہاں ہے۔ 'رٹز' میں ٹھہرا ہوا ہے، ظاہر ہے۔ اس نے تمہاری کھوج میں شرلاک ہومز اور لیمی کاشن[1] چھوڑے ہوئے ہیں۔...''

''شرلاک ہومز،'' ژوزی نے دہرایا۔ ''عجیب اتفاق ہے، میں ابھی ابھی اسے ہی پڑھ رہی تھی...''

''میں شرلاک ہومز سے کم زیرک ہو سکتا ہوں، لیکن مجھے تمہاری عادات کا خوب علم ہے۔ تو خدا کے واسطے، کچھ کرو۔ طلاق لے لو یا برازیل فرار ہو جاؤ۔ لیکن ایلن کو میری گردن پر سوار نہ چھوڑو۔ وہ ہر لمحے میرے ساتھ چپکا رہتا ہے۔ میرے ساتھ تقریباً دوستانہ رویّہ اختیار کیے ہوئے ہے، لیکن اگر تمہیں میری طرف دیکھتا ہوا پائے گا تو دوبارہ مجھ سے نفرت کرنے لگے گا۔ میرا تو دم نکل گیا ہے۔''

اس نے خود کو دیوان پر ڈال دیا۔ وہ بائیں کنارے کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں تھے جہاں ژوزی ایک بار پہلے کچھ مدت کے لیے ٹھہری تھی۔ اس نے بیرنارد کو بڑی سختی سے ہلایا۔

''تم شکایت نہیں کرو گے، ہیں نا؟ دو ہفتے!... مجھے دیکھو، میں اٹھارہ ماہ سے اس کے ساتھ رہ رہی ہوں۔''

''وہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن تمہیں اس کے عوض کچھ نہ کچھ مل رہا تھا جس میں واقعی میرے شریک ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔''

وہ ہچکچائی لیکن پھر خوب زور سے ہنسنے لگی۔ اس کا قہقہہ چھوت ثابت ہوا، اور چند منٹوں تک دونوں دیوان پر ہنسی کے مارے دہرے ہو گئے، طرب و انبساط سے آہیں بھرنے اور

---

[1]۔ برطانوی مصنف پیٹر چے نی کا تخلیق کردہ FBI ایجنٹ، بعد ازاں نجی سراغ رساں کردار۔

ہچکیاں لینے لگے، آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''تم بھی کیا خوب چیز ہو،'' بیرنارد بولا، اس حالت میں کہ آواز گلے میں پھنس رہی تھی۔ ''بے حد خوب چیز۔تم اپنی شادی کا الزام میرے سر لاد دوگی، اس کے سر جو دیوانگی کی حد تک تمہاری محبت میں گرفتار تھا... اور شاید ابھی تک ہے... اور جو تمہارے شوہر کی پچھلے دو ہفتوں سے مسلسل دست گیری کرتا رہا ہے.... یہ بالکل ناقابلِ یقین ہے....''

''بکواس بند کرو،'' ژوزی نے کہا۔''مجھے ہنسنا بند کرنا چاہیے۔ مجھے چیزوں پر غور کرنا چاہیے۔ اور مضافات میں بس یہی کرنا چاہتی تھی... کاش اگر تم مجھے دیکھ سکتے... میں نے کسی اور چیز کے بارے میں نہیں سوچا، بس بیٹھی کپکپاتی رہی ... اور ایک غارت گر کتا بھی وہاں تھا... وہ مجھ پر رال ٹپکاتا رہتا تھا...''

کتے کے خیال پر انھیں ہنسی کا تازہ دورہ پڑ گیا اور جب سنبھلے تو خود کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے پایا، نڈھال اور سرخ۔ بیرنارد کے پاس ایک رومال تھا جسے وہ بچوں کی طرح باری باری استعمال کرنے لگے۔

''میں کیا کروں گی؟'' ژوزی نے پوچھا۔

ایلن اب اسی شہر میں تھا جس میں وہ خود تھی، بہت قریب، اور اس کا دھڑکتا ہوا دل کوئی قیمتی، بوجھل، اور ناقابلِ قابو چیز بن گیا۔

''اگر تم طلاق چاہتی ہو، تو جا کر کسی وکیل سے بات کرو۔ اتنا ہی تو کرنا ہے۔وہ تمہیں قتل تو نہیں کر دے گا۔''

''میں اپنا نہیں سوچ رہی ہوں، بل کہ اس کا.... مجھے معلوم نہیں۔''

''خیر، مجھے معلوم ہے،'' بیرنارد بولا۔''وہ عجیب مسخرا آدمی ہے۔ جب میں اس کے ہم راہ نہیں ہوتا ہوں اور اس کے پیرس میں اکیلے پھرنے کا خیال آتا ہے، تو مجھے جھرجھری لگ جاتی ہے۔ اس نے میرے اندر مادرانہ جبلتوں کو جگا دیا ہے جو اس سے ملنے سے پہلے نہیں جانتا تھا کہ مجھ میں موجود ہیں۔''

''تو وہ تمہیں بھی اس طرح متاثر کرتا ہے؟''

''لیکن یہ مجھے شادی کرنے کی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی،'' بیرنارد نے سختی سے کہا۔

''خیر، یہ بہ ہر حال یہ تمہارا معاملہ ہے۔ اس اثنا میں تم آج شام سیورین کی کاک ٹیل پارٹی میں کیوں نہیں آجاتیں؟ وہ وہاں ہونے سے رہا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ اگر ایلن سے رابطہ قائم کرنا ہوتو وہ 'رٹز' میں ٹھہرا ہوا ہے۔ پندرہ عمر رسیدہ انگریز کنواریوں کے ساتھ جو اسے کھائے جارہی ہیں۔''

ژوزی مضطرب اور متذبذب حالت میں دروازے سے لگی کھڑی رہی، پھر اپنے سامان سے دست بہ گریباں ہوگئی۔ سامان کھولنے میں کم از کم دو گھنٹے نکل جائیں گے، اسے کچھ سوچنے کی مہلت نہیں ملے گی تا آں کہ کاک ٹیل پارٹی کا وقت ہوجائے گا۔ اور وہاں یقیناً اس کو کوئی نہ کوئی مشورہ دینے والا مل جائے گا، کوئی اصولوں اور فیصلہ کن خیالات کا مالک۔ ''میں واقعی اتنی کم زور ہوں کہ یقین نہیں آتا۔'' اسے خیال آیا۔ ''اپنی زندگی کا تعین خود مجھے ہی کرنا چاہیے۔'' لیکن اس کی زندگی کسی الجھی ہوئی اور بے حاصل دھینگا مشتی کی مانند تھی۔ اسے بیرنارد کی بے قابو ہنسی کا خیال آیا اور آئینے میں خود کو دیکھ کر مسکرادی۔ پھر اسے وہ مختصر سا فقرہ یاد آیا جو بیرنارد نے اپنے ''دیوانگی کی حد تک تمہاری محبت میں گرفتار تھا... اور شاید ابھی تک ہے...'' کی بابت بیچ میں سرکا دیا تھا۔ اس نے ہینگر اٹھایا اور ایک ڈریس احتیاط کے ساتھ اس پر جما دیا۔ ایک دیدہ زیب ڈریس اور اس پر خوب پھبنے والا۔ ہاں، لوگ اسے چاہتے تھے، لیکن اس چاہ میں جو وہ دوسروں میں جگاتی تھی اپنی طرف سے کوئی اعانت نہیں کرتی تھی۔ وہ بس دوسروں کے ہاتھوں میں تھوڑا تھوڑا اکتر تی ہی تھی۔ وہ خود کو ناپسند کرتی تھی۔

سیورین کی کاک ٹیل پارٹیاں اپنی طرز کی بے حد کام یاب پارٹیاں ہوا کرتی تھیں۔ حسب معمول وہاں بعض لاتحاشا امیر لوگ موجود تھے، بعض بے حد لطف پہنچانے والے، ایک دو طرفہ اداکار، آرٹ اور ادبی حلقوں کی متعدد شخصیتیں، ہم جنس پرستوں کی اچھی خاصی تعداد، سب کے سب پرانے دوست۔ اس چھوٹی سی آلودہ، مصنوعی، کھوکھلی دنیا میں، جو ساتھ ہی ساتھ روئے زمین کے کسی راج شہر کی چھوٹی سی سب سے زیادہ زندہ دل، آزاد اور خوش باش

دنیا بھی تھی، واپس پہنچ کر ژوزی کو بے حد طمانیت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بہت سے لوگوں کو جانتی تھی جنھوں نے، اس کی دو سالہ غیر موجودگی کے بعد، اس کا مسرت بھری چیخوں کے ساتھ خیر مقدم کیا جو بس نصف ہی مبالغہ آمیز تھیں، یوں جیسے اسے بس چند دن پہلے ہی تو دیکھا ہو۔ اس کی گردن کے گرد اپنی بانہوں کا حلقہ ڈالتے ہوئے انھوں نے فرانسیسی رواج کے مطابق اسے بوسہ دیا جس کی ابتدا، سیوریں کے مطابق، آزادی کے زمانے سے ہوئی تھی۔

سیوریں پچاس سالہ تھا، بہت زیادہ ہلکلے پڑھ رکھا تھا اور اپنے کو وہ ہوس ناک سمجھتا تھا جسے معاشرے میں اپنی رنگ رلیاں منانے کے لیے شترِ بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس کے فلیٹ میں شان دار عورتوں کی تصویریں بکھری پڑی تھیں جن سے کوئی نہیں واقف تھا اور جن کے بارے میں وہ غیر معمولی طور پر محتاط واقع ہوا تھا۔ اپنی توانائی کے مظاہرے کے لیے وہ ہمیشہ ہی ذرا بلند آواز میں ہنستا تھا، طلوعِ سحر کے منظر پر حیرت زدگی کا اظہار کرتا تھا، لیکن یہ اس کا خالص لطف و کرم اور فیاضی تھی، ساتھ ساتھ وہسکی کا غیر مختتم بہاو، جس نے اس کے بہت سے دوست بنا دیے تھے۔ انہیں میں سے ایک سے ژوزی بھی تھی۔ مدتوں سے رائج ایک ریت کے مطابق، اسے چھ بار بوسہ دینے اور شادی کی پیش کش کے بعد، وہ اسے اندر کھینچ لایا، اور ایک لیمپ کے نیچے بٹھا کر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

''ذرا تمہیں دیکھوں تو سہی۔''

ژوزی نے فرماں برداری سے اپنا سر پیچھے کی طرف جھٹک دیا۔ سیوریں کے تھکا مارنے والے دعوؤں میں سے یہ دعوا بھی تھا کہ وہ چہرے میں سب کچھ پڑھ سکتا ہے۔

''تم بڑے مصائب سے گذری ہو۔''

''نہیں، نہیں، سیوریں، سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔''

''تم ہمیشہ کی طرح رازداری برت رہی ہو۔ دو سال کے لیے غائب ہو جاتی ہو اور پھر لوٹ آتی ہو، فتنہ ساماں نظر آتی ہو، اور وضاحت میں ایک لفظ بھی نہیں کہتیں۔ تمہارا شوہر کہاں ہے؟''

'''رِٹز' میں،'' ژوزی نے کہا، اور ہنسنے لگی۔

''تو وہ 'رٹز' والی مخلوق ہے؟'' سیورین نے پوچھا، بھویں چڑھاتے ہوئے۔

''یہاں دس آدمی ایسے نکل آئیں گے جو 'رٹز' میں ٹھہرے ہوئے ہوں گے۔''

''لیکن یہ ایک جیسی بات نہیں۔ ان کی میری قریب ترین دوست سے شادی نہیں ہوئی ہے۔''

ژوزی نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا؛ روشنی سے اس کی آنکھوں کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

''تمھاری قریبی دوست کو پیاس لگی ہے، سیورین۔''

''بس ابھی آیا۔ یہاں سے ہلنا مت۔ تمھیں ان ہول ناک لوگوں سے ملنے جلنے کی اجازت نہیں۔ تم نے حال ہی میں پورے دو سال امریکا میں گزارے ہیں، تم مثل وحشی کے ہو۔ اور انھیں وحشیوں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔''

اس نے اپنا عظیم قہقہہ بلند کیا اور رفوچکر ہو گیا۔ ژوزی کی نظریں ان ہول ناک لوگوں پر مشتاقانہ منڈلانے لگیں۔ وہ چیزوں کے بارے میں بڑے جوش سے باتیں کر رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے، اسی پھرتی سے ایک سے دوسرے کی طرف ملتفت ہو رہے تھے جس سے اپنی گفتگو کے موضوع بدل رہے تھے۔ یہ سب فرانسیسی بول رہے تھے۔ وہ سچ مچ اپنے کو وحشی ہی محسوس کر رہی تھی: آخر کو ایلن کے ساتھ ایک دور دراز جزیرے پر دو سال جو گزارے تھے اور کینٹل جوڑے کے بھاری بھرکم ملاحظات جو سننے پڑے تھے، کسی اور کے دیدار کے بغیر۔ پیرس واقعی خوش گوار تھا۔

''وہاں اس عورت کو دیکھ رہی ہو؟'' سیورین نے اس کے برابر اپنی نشست پر واپس لوٹتے ہوئے پوچھا۔ ''پہچانا؟''

''ذرا ٹھہرو...... نہیں، نہیں پہچانی، کون ہے؟''

''ایلیزابیت۔ یاد نہیں؟ ایک اخبار میں کام کرتی تھی، میں اس کا دیوانہ تھا۔''

''یا خدا! لیکن کیا عمر ہو سکتی ہے؟''

''تیس۔ لیکن پچاس سال کی لگتی ہے، ہے نا؟ تمھارے جانے کے بعد سے یہ سب سے زیادہ اثر انگیز انہدام ہے جو میں نے دیکھا ہو۔ صرف دو سال میں۔ ایک نیم دیوانے پینٹر جیسی کسی چیز کی محبت میں سرتاپا غرق ہے، اس پر اپنی ہر چیز نثار کر دی ہے، نوکری چھوڑ

چھاڑ دی ہے؛ اور شراب نوشی میں پڑ گئی ہے۔ اور بالا یہ کہ اب وہ حضرت اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔"

ایلیزابیت، یوں جیسے کسی نے اسے ٹھونکا دے دیا ہو، مڑی اور سیورین کی طرف دیکھ کر خفیف سا مسکرائی۔ اس کا چہرہ بہ یک وقت دبلا پتلا اور پھولا پھولا تھا، اور اس کے چہرے مہرے سے کسی بیمار جانور کا تاثر ہویدا تھا۔

"اچھا وقت گزر رہا ہے؟" سیورین نے چلا کر کہا۔

"تمھاری پارٹیوں میں ہمیشہ ہی اچھا گزرتا ہے۔"

"تو اسی کو جوشِ جذبہ کہتے ہیں،" ژوزی نے سوچا، "یہ جوشِ جذبہ کا چہرہ ہے، پھولا پھولا اور مریل، موتیوں کی دولڑیوں کے اوپر۔ خدایا، مجھے لوگ کتنے پسند ہیں۔ ..." اسے یوں لگا جیسے موجِ آب کی چوٹی پر بہی جا رہی ہو۔ اس کا جی اس عورت سے گھنٹوں بات کرتے کو چاہا ہوتا جس کی عمر اتنی تیزی سے بڑھ گئی تھی، اسے اپنے بارے میں بات کرنے پر مائل کیا ہوتا، اس کی بابت ہر چیز کو سمجھنا اور جاننا چاہا ہوتا۔ اس نے تو کمرے میں کے ایکو ایک شخص کے بارے سب کچھ جاننا چاہا ہوتا: وہ کیسے سونے جاتے تھے، انھیں کاہے کے خواب نظر آتے تھے، کیا چیز انھیں مسرت پہنچاتی تھی یا ان کے خوف اور تکلیف کا باعث ہوتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس نے ان سبھوں سے محبت کی، ان کے حوصلوں، نمود و نمایش، اپنے کو بڑھاوا دینے کی ان کی بچکانا کوششیں، تنہائی کا وہ رقت انگیز احساس جو ان میں سے ہر ایک کی آنکھ میں ٹمٹما رہا تھا— ان سب کے ساتھ۔

"وہ مر جائے گی،" ژوزی نے کہا۔

"بار بار کوشش کر چکی ہے، لیکن کسی مرتبہ پورے زور سے نہیں۔ ہر کوشش کے بعد وہ سسکیاں بھرتا ہوا لوٹ آتا ہے، تین دن کے لیے۔ تو پھر تم کیوں یہ توقع کر رہی ہو کہ وہ واقعی خود کو مار ہی ڈالے گی؟ ایک منٹ رکو۔ میرا آرکسٹرا تیاری کر رہا ہے۔ کوئی بھی ان کی طرح 'چارلسٹن'[1] نہیں بجا سکتا۔"

'چارلسٹن' پیرس میں پھر سے مقبول ہو رہا تھا، اتنا ہی جتنا 1925 میں تھا— لیکن اس

1۔ امریکی طرزِ رقص، جو ریاست ساؤتھ کیرلاینا کے شہر Charleston کے نام سے مستعار ہے۔

میں، بعض لوگوں کو شکایت تھی، انیس سو بیس کی دہائی والا نشاط نہیں رہا تھا، گو وہ اس کے باوصف اس سے پیٹ بھر کر لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ پیانو نواز نے اپنی جگہ سنبھالی، موسیقاروں نے "سوانے"[1] بجانا شروع کیا، اور گفتگو میں تھوڑی کمی آ گئی۔ سیورین کا بعید از قیاس موقعوں پر بے محل ذیلی تماشوں کا ذوق اس کی اسکاچ ہی کی طرح مشہور تھا۔ ایک دبلا پتلا جوان آدمی ژوزی کے پاس آ بیٹھا، اپنا تعارف کرایا اور فوراً ہی یہ اور کہا:

"امید ہے کہ اگر میں آپ سے باتیں نہ کروں تو برا نہیں مانیں گی۔ میں گفتگو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہ بڑی مہمل بات ہے،" ژوزی نے زندہ دلی سے کہا۔ "اگر آپ کو گفتگو کرنا پسند نہیں تو کاک ٹیل پارٹیوں میں نہ جایا کریں۔ یا اگر آپ انوکھے بننے پر مصر ہیں، تو یہاں کام نہیں چلنے کا۔ سیورین کی پارٹیوں میں آپ کو گرم خیزی کا مظاہرہ کرنا ہی پڑے گا۔"

"انوکھا بننے کی مجھے ذرا پروا نہیں،" جوان نے بڑی تندی سے جواب دیا، اور منہ پھلا لیا۔

ژوزی کا جی ہنسنے کو چاہا۔ کمرا دھوئیں سے بھر گیا، لوگوں کو با اصولے آرکسٹرا سے اوپر زیادہ بلند آواز میں بولنا پڑ رہا تھا، شور سے کان پھٹے جاتے تھے اور میزوں پر خالی گلاس بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے بیرنارد کے ظاہر ہونے اور ایلن کے بارے میں مزید خبریں پہنچانے کی تمنا کی۔

"خدا کے واسطے،" سیورین چلایا، "لمحے بھر کے لیے اپنی چیں چیں بند کریں۔ رابن ڈگلس نے دوشان دار گانے سنانے کا وعدہ کیا ہے۔"

سب کسی قدر ترشی کے ساتھ بیٹھ گئے، اور سیورین نے بیش تر بتیاں بجھا دیں۔ ایک پیکر لڑکھڑایا اور پھر ژوزی کے برابر بیٹھ گیا۔ گلوکار نے حزنیہ انداز میں اعلان کیا: "اُول مین ریور،" اور کسی نے زور سے داد دی، "واہ،" اور وہ گانے لگا۔ چوں کہ وہ سیاہ فام تھا، سامعین فوراً قائل ہو گئے کہ گنی ہے، اور اتھاہ خاموشی چھا گئی۔ وہ دھیرے دھیرے گا رہا تھا، قدرے ممیاتے ہوئے، اور بے کیف جوان سیاہ فاموں کی روح کے ناسٹلجیا کی بابت کچھ بڑبڑایا۔

[1] Swanee: امریکی نغمہ جو جورج گرشون نے 1919 میں لکھا تھا۔

ژوزی نے، جو ایلن کے ساتھ 'ہرلم' کے گشت لگا چکی تھی، کم اشتیاق محسوس کیا اور جمائیاں لینے لگی۔ اس نے پیچھے کی طرف جھک کر اپنے دائیں ہاتھ والے پڑوسی پر نظر دوڑائی۔ پہلے تو اسے خوب پالش کیا ہوا کالا جوتا نیم روشنی میں بری طرح چمکتا ہوا نظر آیا، اور پھر پتلون کی چنن، پھر، پتلون پر چپٹا پڑا ہوا ہاتھ۔ یہ ہاتھ ایلن کا تھا۔ اسے اس کی نگاہیں اپنے پر محسوس ہوئیں۔ اسے اس سے نظریں چار کرنے کے لیے بس مڑنے ہی کی ضرورت تھی، لیکن کوئی چیز اس کے اندر دہشت کھا رہی تھی۔ یہ وہ احمقانہ روایتی خیال تھا کہ وہ اسے چھوڑ چکی ہے، کہ اس کے ژوزی پر کچھ حق نکلتے ہیں جن کا ابھی ابھی مطالبہ کرنے والا ہے، شاید وہ سیوریں کے گھر میں ایک جذباتی مظاہرہ شروع کر دے، ایسے آدمی کے گھر میں جس سے وہ کبھی ملا ملایا نہیں ہے۔ وہ بالکل دم سادھے بیٹھی رہی۔ اس کے برابر، اس سے لگے ہوئے، وہ اجنبی بیٹھا ہولے ہولے سانس لے رہا تھا، ایک آدمی جو نہیں جانتا تھا کہ پارٹی کیا ہوتی ہے، اور جو گانے کی بری ادائگی سے اتنا ہی بے کیف ہو رہا تھا جتنی کہ وہ، ایک عاشق جسے اس نے ایک ماہ سے نہیں دیکھا تھا۔ اندھیرے میں اس کے پہلو میں، اس سے نہ بولتے ہوئے، شاید بولنے کی جرأت نہ کرتے ہوئے: ایلن۔ اور لمحہ بھر کے لیے اس نے اس شدت سے اس کی خواہش محسوس کی کہ ناگہانی ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا، جیسے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ، اس پر منکشف ہوا کہ تنہا وہی، ان لوگوں کے درمیان جو ژوزی کی قسم کے تھے، اس کے دوستوں کے درمیان، اس سے قریب تھا، نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ایسے ماضی کے اعتبار سے بھی جس سے نہ انکار کیا جا سکتا تھا اور نہ جس کی بازیافت ہی ممکن تھی اور جس نے اس کی دس منٹ پہلے تک کی ساری بشاشت کو نیست و نابود کر دیا تھا۔

''یہ بہت بہت برا گا رہا ہے،'' ایلن نے سرگوشی کی، اور ژوزی نے اپنا رخ اس کی طرف کیا۔

اور پھر ان کی آنکھیں چار ہوئیں، جھینپ اور گھبراہٹ کے ساتھ، گرم جوشی اور بناوٹی تحیر، بغض اور حواس باختگی کے امتزاج کے ساتھ بہ یک وقت ایک دوسرے سے لاعلمی کا اظہار کرتے اور پہچانتے ہوئے، اور انھیں بس ایک دوسرے کی آنکھوں کی چمک، ایک بے حد مانوس چہرے کا خاکا، ایک منہ کی گونگی پھڑک سے زیادہ نہیں دکھائی دیا۔ ''کہاں

تھیں؟"۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"۔ "تم نے مجھے کیسے چھوڑ دیا؟"۔ "تم اب کیا چاہتے ہو؟" سوالات بڑی بے دردی سے 'اُول مین ریور' کے بولوں کی جگہ لے رہے تھے جو، خوش قسمتی سے، ختم ہو رہا تھا۔ اوروں کے ساتھ ساتھ ژوزی نے بھی خوب تالیاں بجا بجا کر داد دی، اور اس حرکت کی طرفگی پر بھی غور کیا جس میں آدمی تالیاں بجاتا ہے اور دوسرا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے گھور رہا ہوتا ہے — واہیات حرکت جس کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی (کیوں کہ اسے گلوکار کچھ بہت زیادہ پسند نہیں آیا تھا)۔ اس داد و تحسین کا اس کے سوا کوئی اور مطلب نہیں تھا کہ اپنی شناخت دوسرے مہمانوں، اپنے خاندان والوں، اور اپنے ہم وطنوں سے کرائے، اگرچہ یہ سب کے سب عارضی طور پر بدذوقی کا شکار ہو گئے تھے — اور اس عمل کے ذریعے خود کو ایلن سے نجات دلائے، یہ تصدیق کرے کہ اس نے ان کی زندگی میں بارِدگر اپنی جگہ لے لی ہے اور اب سے یہ اس کی زندگی ہوگی۔ اُسی لمحے سیورین نے بتیاں جلا دیں اور ژوزی کو صاف صاف ایلن کا چہرہ نظر آیا: کتنا معصومانہ، کس قدر نہتا کر دینے والا، نہ ظالم نہ ہلاکت خیز، یہ ایک شریف، ناشادماں جوان کا چہرہ تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"بیرنارد کو تلاش کر رہا ہوں۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ میرے واسطے تمھیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

"یہ بھیانک ٹائی کہاں سے لے آئے ہو؟" وہ بول گئی، اور اب کہ اس کا اولین خوف و ہراس زائل ہو چکا تھا، مسرت کا گہرا احساس اس پر چھا گیا، اور ہر دوسرے خیال کو دھندلا دیا۔

"یہ میں نے کل 'روڈ ریولی' سے خریدی تھی،" ایلن نے کسی قدر ہنسی کے ساتھ بتایا۔

دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھے بغیر باتیں کرتے رہے، جیسے گلوکار نے گانا بند نہ کیا ہو اور کوئی غیر مرئی تماشا ڈرائینگ روم میں منعقد ہو رہا ہو۔

"وہ غلطی کی۔"

"ہاں۔"

ایلن نے "ہاں" سرگوشی میں کہا، اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ اس کا اشارہ کسی اور چیز کی

طرف تو نہیں تھا۔ ایک بار پھر اسے چہرے اپنے اردگرد منڈلاتے ہوئے دکھائی دیے، باتیں دوبارہ شروع ہوگئیں، لیکن اب وہ ان لوگوں سے خود کو اتنا ہی دور محسوس کر رہی تھی جتنا آدھا گھنٹا پہلے قریب محسوس کیا تھا۔ یہ سب اسے ایک کھیل کی طرح لگ رہا تھا۔ ایک مست، کھی کھیاتی ہوئی پتلی پاس سے گذری اور وہ پہچان گئی کہ ایلیزابیت ہے۔

''تمھیں رابن پسند ہے؟ بہت شان دار لگتا ہے، ہے نا؟''

سیوریں اس پر جھکا۔ ژوزی نے سرسری طور پر ایلن کو متعارف کرایا، جو اٹھا اور میزبان سے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔

''کیا حال چال ہیں،'' سیوریں بولا — اور وہ سراسیمہ لگا۔ ''کیا پیرس میں کافی قیام رہے گا؟''

ایلن کچھ بڑبڑادیا۔ ژوزی کو محسوس ہوا کہ انھیں جلد از جلد وہاں سے چل دینا چاہیے، چاہے ان کے تنہا ہوتے ہی جذباتی مظاہرہ کیوں نے کھڑا ہوجائے — اور ویسے بھی یہ خوش گوار محفل ایک دہشت ناک کابوس میں بدلتی جارہی تھی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی، سیوریں کو بوسہ دیا اور بغیر پیچھے دیکھے رخصت ہوگئی۔ ایلن خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا، دروازہ کھولا، ژوزی کو کوٹ پہننے میں مدد دی۔ باہر نکلتے ہی انھوں نے گومگو کے عالم میں چند قدم اٹھائے، اور پھر کہیں جاکر وہ اس قابل ہوا کہ اس کی بانہہ اپنے ہاتھ میں لے سکے۔

''کہاں قیام ہے؟''

'''رودوباک' میں۔ اور تم؟ ہاں، مجھے پتا ہے، 'رٹز' میں۔''

''کیا میں تمھیں گھر پہنچانے آسکتا ہوں؟ میرا مطلب ہے، تمھارے دروازے تک؟''

''بالکل۔''

سڑک پر ہلکی سی ہوا چل رہی تھی۔ وہ چلتے رہے، ہلکے سے لڑکھڑاتے ہوئے۔ ژوزی کا دماغ بالکل خالی تھا، سوائے ایک خیال کے: ''کوتاہ ترین راستہ 'بلوارساں ژرماں' سے ہے، لیکن اس پر سخت ہوا چل رہی ہوگی۔'' پانو ایک کے بعد ایک اٹھاتے ہوئے اس نے انھیں سکتے کے عالم میں دیکھا، اور غیر یقینی سے سوچنے لگی کہ اس نے یہ جوتے کب خریدے تھے،

اور کہاں۔

''وہ شخص کیسا برا لگ رہا تھا!'' ایلن نے کہا۔

''ہاں۔ ہمیں یہاں بائیں طرف مڑنا ہوگا۔''

وہ سپاہیوں کی طرح اپنی ایڑیوں پر بائیں طرف مڑے۔ ایلن نے اپنی بانہیں جدا کرلیں، اور ایک لمحے کے لیے ژوزی نے خود کو بالکل حیران محسوس کیا۔

''بات یہ ہے،'' ایلن نے کہا، ''یہ سب میری فہم سے بالا ہے۔''

''یہ سب کیا؟''

ژوزی کا جی باتیں کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ سب سے بڑھ کر، وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ ایلن ان کے یا ان کی زندگی کے بارے میں بات کرے۔ وہ اس کے ساتھ ہم بستری کے لیے بالکل تیار تھی، لیکن وہ باتیں نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دریں اثنا، وہ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا، سگریٹ سلگائی اور ٹیک لگائے خلا میں گھورنا جاری رکھا۔

''یہ سب میری فہم سے بالا ہے،'' اس نے دوبارہ کہا۔ ''میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ زندہ رہنے کے لیے تیس سال اور ہوں گے، زیادہ سے زیادہ، لیکن پھر کیا؟ ہمارے ساتھ کتنا فحش مذاق کیا جا رہا ہے؟ ہم جو کچھ کرتے ہیں، یا جو کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کا مفہوم کیا ہے؟ کسی دن، میں 'کچھ نہیں' ہوں گا۔ کیا تم سمجھ سکتی ہو— کچھ نہیں؟ مجھے زبردستی اس دنیا سے جدا کر دیا جائے گا۔ میں اس سے محروم کر دیا جاؤں گا اور زمین میرے بغیر ہی گھومتی رہے گی۔ یہ کس قدر قابلِ نفریں ہے!''

ژوزی نے اس کی طرف دیکھا، ہچکچائی، پھر اس کے برابر ہی دیوار سے ٹیک لگالی۔

''یہ مہمل ہے، تم جانو، ژوزی۔ جینا کس نے چاہا تھا؟ یوں ہے جیسے ہمیں کسی مضافاتی گھر میں ویک اینڈ گزارنے کی دعوت دی گئی ہو جس کے سارے تختے بوسیدہ ہوں اور جو خطرناک زینوں سے بھرا ہو، ایک گھر جہاں ہم بے سود ہی اس کے مالک، خدا یا جو کوئی بھی یہ ہو، کو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں۔ لیکن وہاں کوئی نہیں ہے۔ اور یہ صرف ایک ویک اینڈ ہے، ویک اینڈ سے زیادہ نہیں۔ ہم سے یہ توقع کیسے کی جاتی ہے کہ ہمارے پاس اسے سمجھنے، جاننے، ایک دوسرے سے محبت کرنے کے لیے کافی وشافی وقت ہے؟ یہ کیسا غارتی مذاق

ہے؟ کچھ نہیں، سمجھتی ہو؟ کسی دن، کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اندھیرا۔ خالی پن۔ موت۔"

"کیا چیز تم سے یہ باتیں کرواتی ہے؟"

وہ لرزہ براندام تھی، کچھ تو ٹھنڈ کی وجہ سے اور کچھ اس کی خواب آلود آواز سے پیدا ہونے والی خالص جسمانی دہشت سے۔

"کیوں کہ میں کسی اور چیز کے بارے میں نہیں سوچتا ہوں۔ لیکن جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو، رات کے وقت، جب ہم گرم اور ساتھ ہوتے ہیں، تو مجھے کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔ بس اسی وقت مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی ہے۔ مجھے مرنے کی پروا نہیں ہوتی ہے؛ میرا واحد خوف یہ ہے کہ کہیں تم نہ مر جاؤ۔ کسی بھی چیز یا خیال سے زیادہ اہم اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے اوپر تمہاری سانسوں کو محسوس کروں۔ میں کسی جانور کی طرح تاک میں بیٹھ جاتا ہوں۔ جیسے ہی تم بیدار ہوتی ہو، میں تمہارے اندر جا چھپتا ہوں، تمہارے دماغ کے اندر، تمہارے شعور کے اندر۔ میں خود کو تمہارے اوپر دے مارتا ہوں، تم سے زندگی اخذ کرتا ہوں۔ اوہ، جب مجھے خیال آتا ہے کہ تم اس جہاز پر میرے بغیر سوار ہوئی تھیں، کہ وہ جہاز کسی حادثے کا شکار ہو سکتا تھا! تم دیوانی ہو! تمہیں یہ حرکت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ کیا تم تصور کر سکتی ہو: تمہارے بغیر زندگی؟"

اس نے فوراً اپنی تصحیح کی:

"میرا مطلب ہے: زندگی اگر تم مر گئی ہوتیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ تمہیں اب اور میری ضرورت نہیں، میں یہ سمجھ سکتا ہوں۔۔۔۔"

اس نے کش لے کر دھواں اپنے سینے میں اتارا، پھر یک بارگی دیوار سے علاحدہ ہو گیا۔

"نہیں۔ یہ میری فہم سے بالا ہے، یہ ہر کیف۔ جب میں تمہارے برابر بیٹھا اور تم نے چند منٹوں تک مجھے نہیں دیکھا، تو مجھے محسوس ہوا جیسے چرس یا شراب کے نشے میں دھت ہوں۔ حالاں کہ، میں زمانے سے نہیں پی رہا ہوں۔ یہ بالکل سچ ہے، نہیں؟"

اس نے ژوزی کی بانہہ تھام لی۔

"میرا مطلب ہے، ہمارے درمیان کوئی چیز بالکل سچی ہے، بالکل حقیقی ہے، کیا

نہیں؟"

"ہاں،" ژوزی نے نرمی سے کہا۔ اس کا جی چاہا کہ اس سے لگ کر کھڑی ہو جائے، ساتھ ہی ساتھ، اس سے فرار ہو جانے کو بھی۔ ہاں، ان کے درمیان کوئی چیز حقیقی تھی۔

"میں چلتا ہوں،" ایلن نے کہا، "واپس اپنے ہوٹل۔ اگر تمہارے دروازے تک آ گیا، تو تمہارے ساتھ ہی اندر داخل ہو جاؤں گا۔"

وہ ایک لحہ انتظار کرتا رہا، لیکن ژوزی نے کچھ نہ کہا۔

"کیا تم کل ہوٹل میرے پاس آ ؤ گی؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ "تم سویرے ہی آ ؤ گی؟ وعدہ کرو؟"

"ہاں۔"

اس نے تو کسی بھی چیز کا جواب "ہاں" سے دے دیا ہوتا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ وہ لمحے بھر کے لیے اس کی طرف جھکا۔

"مجھے ہاتھ مت لگاؤ،" وہ بولی۔

وہ اسے جاتا دیکھتی رہی، وہ بھاگ رہا تھا، اور ہر چند کہ ژوزی کا ہوٹل قریب ہی تھا، اس نے ہاتھ ہلا کر ٹیکسی رکوائی۔

بے حد افسردہ خاطر، وہ فوراً بستر پر دراز ہو گئی، ٹھنڈ اور اعصابی ہیجان سے کپکپاتے ہوئے۔ اس نے ٹھیک وہی کہا تھا جو اسے کہنا چاہیے تھا، اور ان کے ذاتی مسئلے پر عمومی انداز میں بات کرتے ہوئے وقت اور موت کی برہنہ حقیقتوں کو اس پر منکشف کر دیا تھا، اور قائل کر دیا تھا کہ ان سے گریز کا واحد ذریعہ، مذہب، الکحل، اور نادانی سے ہٹ کر، محبت ہی تھی۔ "مجھے تم سے محبت ہے، مجھ سے محبت نہ کرنے کے بارے میں ڈھلمل یقین ہو۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے اور تمہارا کیا جاتا ہے؟" ہاں، بالکل، وہ درست کہہ رہا تھا۔ بایں ہمہ، اس کے محسوسات اس وحشی جانور کے تھے جو دوبارہ اسیر کر لیے جانے پر شدید برہم ہو، اور اسے اس پر بھی بے حد غصہ آ رہا تھا کہ اپنے کو متاثر ہونے دیا تھا۔ محفل کے آغاز میں وہ اس قدر بے فکر، بشاش، اور چوکس رہی تھی، ایلیزابیت کے لیے اس قدر ترحم محسوس کیا تھا، سیوریں اور اس کے ننھے سے چڑیا گھر سے اس قدر مسحور ہوئی تھی۔ لیکن ایلن کے ہاتھ کو اپنے برابر پاتے ہی

ہر چیز اتنی دور افتادہ، بے معنی اور بے اہمیت ہوگئی تھی۔ ایلن نے اسے معاشرے سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی، بل کہ اس لیے کہ ایلن معاشرے کو ناپسند کرتا تھا اور اسے اپنی خود مرکزی کے دائرے میں کھینچ لایا تھا۔ اسے سزا ملی تھی کہ اسے دیکھتی رہے، اور صرف اسے ہی، کیوں کہ خود اسے صرف وہی نظر آتی تھی۔ تکان کے مارے اس نے اپنا رخ دیوار کی طرف موڑ لیا اور سرعت سے نیند میں ڈوب گئی۔

اگلی صبح شان دار اور خنک تھی اور ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے۔ ہوٹل چھوڑتے وقت وہ ایلن سے 'رٹز' میں ملنے کے وعدے پر بری طرح پچھتانے لگی: اس نے 'لے دو ماگو' یا 'فلور' کے باہر بیٹھنا پسند کیا ہوتا، پرانے دوستوں سے دوبارہ ملاقات کرنا، گپیں مارنا، ٹومیٹو جوس پینا، جیسا کہ وہ پہلے کیا کرتی تھی۔ 'رٹز' جا کر ایلن سے ملنا اتنا ہی غیر حقیقی معلوم ہوا جتنی کوئی امریکی فلم اسکرپٹ، جس کا اس فضا سے کوئی تعلق نہیں تھا جس میں وہ سانس لے رہی تھی، نہ اس نرم رفتاری سے جس کے ساتھ وہ بُلوار سان ژرماں' پر قدم اٹھا رہی تھی، خاموش، پرسکون، ٹریفک لائٹس کی فرماں بردار۔ وہ 'پلاس واندوم' تک چلتی ہوئی آئی، ایلن کے کمرے کا پتا کیا اور صرف اسی وقت جب دروازہ کھول رہی تھی اپنا اور ایلن دونوں کا شعور بہ حال کر سکی۔

وہ بستر میں تھا، کندھے برہنہ تھے اور ایک سرخ گلوبند گردن میں پڑا ہوا تھا۔ پلنگ کی پائینتی کے پاس ناشتے کی ٹرے پڑی ہوئی تھی۔ ژوزی نے خفیف سی برہمی کے ساتھ سوچا کہ اس نے کم از کم دکھانے کے لیے ہی یہ ظاہر کیا ہوتا کہ وہ اس کی آمد کا متوقع ہے۔

کیوں کہ وہ اسے خود اپنی مرضی سے چھوڑ آئی تھی اور دوبارہ اس سے طلاق کے بارے میں بات کرنے کے لیے مل رہی تھی۔ اس قسم کی گفتگو کے واسطے یہ کم لباسی بالکل ناموزوں تھی۔

''تم بے حد بھلی چنگی نظر آ رہی ہو،'' وہ بولا۔ ''بیٹھو۔''

ایک ہتھوں والی غیر آرام دہ سی کرسی پڑی تھی۔ یا تو وہ اس پر اکڑی اکڑی سی آ گے ہو

کر بیٹھ سکتی تھی یا پسر کر۔ وہ بس اس پر ٹک کر بیٹھ گئی۔

''اچھا ہے کہ تم ہیٹ نہیں پہنے ہوئے ہو اور نہ ساتھ ہینڈ بیگ ہے،'' اس نے تمسخر سے کہا، ''ورنہ میں سمجھتا کہ کوئی سماجی کارندہ ہو جو میری پرانی دھرانی چیزیں غریبوں کے واسطے مانگنے آیا ہے۔''

''میں طلاق مانگنے آئی ہوں،'' اس نے خشکی سے کہا۔

اس نے زور کا قہقہہ لگایا۔

''بہ ہر کیف، اتنی خوں خوار تو نہ لگو۔ تم ایک... ایک بچے کی طرح ہو۔ اور سچ پوچھو تو، تم نے اپنے بچپن کو کبھی خیرباد نہیں کہا ہے؛ یہ تمہارے ساتھ ساتھ چلتا ہے، خاموش، پرحجاب، شرمیلا، دہری زندگی سے بہت زیادہ مشابہہ۔ حقیقی زندگی سے قریب آنے کی تمہاری کوششیں خاصی بے ثمر ہیں، ہیں نا، جانِ من؟ بیرنارد اور میں اس کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ...''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بیرنارد کا اس سے کیا تعلق ہے، خیر میں اس کی بابت اس سے نبٹ لوں گی۔''

''اور تم اس کے کان کھینچو گی، اور وہ بتائے گا کہ اس کے سارے شناساؤں میں تم سب سے زیادہ انسان جیسی ہو۔''

ژوزی نے لمبی سانس لی۔ گفتگو فضول ہو گی۔ ہوٹل سے لوٹ جانا ہی بہتر تھا۔ لیکن ایلین کے چیلنج پن، اس کی مسکراہٹ نے اسے مبہم طور پر مضطرب کر دیا۔

''کرسی چھوڑ کر یہاں آؤ،'' وہ بولا۔ ''کیا ڈر لگ رہا ہے؟''

''کس چیز کا ڈر؟''

وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ وہ ایک دوسرے کے بہت نزدیک تھے، اور وہ اس کے خط و خال کو بہت ہی بہ تدریج نرم پڑتا ہوا، اس کی آنکھوں کو غبار آلود ہوتا دیکھ سکتی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، ژوزی کا ہاتھ پکڑ لیا، اسے چادر کی ایک شکن پر چپٹا رکھ دیا۔

''مجھے تمہاری ضرورت ہے،'' وہ بولا۔ ''تم جانتی ہو کہ ہے۔''

''لیکن نکتہ یہ نہیں ہے، ایلین۔''

سرخ گلوبند ژوزی کے چہرے سے مس ہوا، اس نے اسے نیچے کی طرف اپنے سے قریب کھینچا اور اسے صرف چادر کی سفیدی اور ایلن کی تمازتِ آفتاب سے سنولائی ہوئی گردن ہی نظر آ رہی تھی جس پر ایک واضح شکن پڑی ہوئی تھی۔

''مجھے تمہاری ضرورت ہے،'' اس نے دہرایا۔

''لیکن سنو، میں پوری طرح کپڑے پہنے ہوئے ہوں، سنگار کیے ہوئے ہوں۔ مجھے تو سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ تمہارا اشتیاق لاکھ تسکین بخش سہی، لیکن مجھے تم سے گفتگو کرنی ہے۔''

اس کے باوجود، اس نے دیکھا کہ وہ جبلی طور پر اسے مانوس انداز میں پیار چمکار رہی ہے، اور اس کے برابر لیٹے ہوئے گرمئ اشتیاق سے وہ کچھ ہانپنے لگا، اور بے قراری سے اس کے اسکرٹ سے پنجہ کشی کرنے لگا۔ بالآخر اس نے سپر ڈال دی، حیران کہ آیا وہ کسی قدر سو جانے کی کوشش کر رہی تھی یا پھر سے اپنے جسم سے کسی مرد کے جسم کا لمس محسوس کرنے کی خواہش مند تھی۔ جلد ہی دونوں بستر پر برہنہ پڑے تھے، عجلت کا شکار، مضمحل، اس جسمانی تخیل کا شکار جو محبت بسا اوقات ہو سکتی ہے، ڈبڈبائی آنکھوں سے اس خیال میں غرق کہ کس چیز نے انھیں اتنے مدت تک ایک دوسرے سے جدا رکھا تھا، ایک دوسرے کے جسموں کی دھڑکن کو سنتے اور اس کی بازگشت پیدا کرتے ہوئے— دھڑکن جو اشتیاق سے چھلکنے کے باوجود اس قدر ناکافی تھی— 'پلاس واندوم' کے خاموش اجالے کو روشنی اور سایوں کے ایک مرتّم سلسلے، اور منقش پلنگ کو ایک لٹھوں کے بیڑے میں بدلتے ہوئے۔

بعد میں وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش پڑے رہے، ایک دوسرے کے جسموں سے بڑی سہج سہج کے ساتھ پسینہ پونچھتے رہے۔ ژوزی نے پہلے ہی سب کچھ اس پر موقوف کر دیا تھا۔

بالآخر ایلن نے کہا، ''کل میں ہمارے لیے اپارٹ مینٹ تلاش کروں گا۔''

ژوزی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

"۔۔۔ کی لارگو میں مَیں زیادہ مطمئن تھا،" ایلن نے کہا۔ "لیکن تم نہیں تھیں۔ تمھیں وقتی طور پر اپنے اردگرد لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم لوگوں سے ملنا چاہتی ہو، تم ان پر اعتماد کرتی ہو۔ تو یوں ہی سہی۔ چلو لوگوں سے ملیں، تمہارے لوگوں سے، تم میرے لیے ان کی نشان دہی کرنا جو تمھیں ان میں دل چسپ نظر آتے ہیں۔ جب تمہاری طبیعت سیر ہو جائے گی، تو ہم کسی خاموش سی جگہ واپس چلے جائیں گے۔"

وہ سر جھکائے سنتی رہی، اور کسی غیر سنجیدہ عورت کے جھینپو انداز میں جواب دیا:

"اچھا خیال ہے۔ اور جب ہم کسی خاموش جگہ واپس پہنچ جائیں، تو تم جنھیں میرے لوگ کہتے ہو ان کے نام یاد رکھو گے، تم سوال پوچھو گے، تم کہو گے: "تم نے جمعے، 19/ اکتوبر کو سیورین کو چپس کیوں دیے تھے؟ کیا ان دنوں تم اس کے ساتھ ہم بستری کر رہی تھیں؟""

اپنے ایک نادر بچکانا دورے میں اس نے گلاس فرش پر دے مارا تھا، اور نئی خادمہ نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تھا تو وہ زیادہ عرصہ ان کے یہاں نہ رہ سکے گی، وغیرہ۔ آخر میں، ان کا اپارٹ مینٹ کافی خوش گوار ہو گیا تھا، اگرچہ کمروں کی چھتیں اس ڈھلواں طرز کی تھیں جس سے لاابالی طرزِ زیست کا اشارہ ملتا تھا اور وہ بھی ہولی ووڈ کے قیاس کے مطابق، نہ کہ پیرس کے قدیم حصوں کے۔ ژوزی نے ساز و سامان کے آرام دہ اور نسبتاً نفیس فرنیچر کے تین عدد مہیا کر لیے تھے، اور پیانو اور بڑی جسامت کا ریڈیو فونوگراف۔ انھوں نے اپنی پہلی صبح ایک کمرے میں خاصی آسودگی سے گزاری جس کا کل ساز و سامان بستر، لیمپ اور ایک عدد ایش ٹرے تھا، اور باخ کی ایک شان دار رکارڈنگ کو سنتے رہے جس نے انھیں دوبارہ سلا دیا۔ اگلے دن وہ گذرے وقتوں کی آرائشات اور فرنیچر کا دھندا کرنے والوں کے یہاں اور استعمال شدہ چیزوں کے بازار میں گھومتے پھر رہے تھے۔ وہ چند پارٹیوں میں بھی شامل ہوئے جہاں ژوزی ایلن کو اس طرح لے آئی تھی جیسے بلّی اپنے بلوٹے کو لادے لادے پھرتی ہے، بڑی نزاکت سے اس کی گردن کی پشت کو دانتوں میں دبوچے

ہوتی ہے، خطرے کا ادنا سا اشارہ پاتے ہی اڑن چھو ہو جانے کو تیار۔ یا کم از کم بیرنارد نے اسی طرح بیان کیا تھا۔ ''بس فرق یہ ہے کہ بلیوں کے طرزِ عمل کے پیچھے شفقت کام کر رہی ہوتی ہے، تمھاری طرح نہیں جو یہ سب دوسروں کی رائے کے احترام میں کرتی ہو'' اس نے نامہربانی سے اضافہ کیا: ''اس خوف سے کہ وہ کہیں اکڑ نہ جائے، یا غیر شائستگی پر اتر آئے، یا دنگا فساد شروع کر دے۔'' لیکن بیرنارد کی توقع کے برخلاف، ایلن نے کسی سادہ لوح، حواس باختہ جوان امریکی شوہر کا پارٹ اتنے شدید نمائشی طور پر ادا کیا کہ ژوزی طیش اور اہتزاز کے درمیان معلق ہو کر رہ گئی۔

''مجھے بے انتہا مسرت ہے کہ آپ میری رہبری کے لیے موجود ہیں،'' ایلن نے شادماں سیوریں سے کہا۔ امریکا میں ہم یورپ سے اتنے دور ہیں، خاص طور پر فرانس سے، جہاں اشیا اتنی پیراستہ نفاست کی حامل ہیں، اور اتنی لطیف۔ میں آپ لوگوں کے درمیان خود کو نرا گنوار سمجھتا ہوں، اور مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں ژوزی کو خجالت نہ محسوس ہو۔''

یہ چھوٹی سے بے ادّعا تقریر، ساتھ ہی ساتھ اس کا مردانہ حسن، اس نے ہر دل میں اس کے لیے جگہ بنا دی۔ لوگ اس بات پر تقریباً برہم ہو رہے تھے کہ ژوزی نے اسے زیادہ راحت محسوس کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دوسری طرف، ہر شام ایلن کو ان لوگوں کے سرد خوں خواری سے پرخچے اڑاتے ہوئے سننا، یہ سب ژوزی کو بہ یک وقت غم ناک اور مضحکہ خیز دونوں ہی لگا، ایسی بات جس میں انصاف سے کام نہ لیا گیا ہو۔ اس کے باوجود، نہ صرف بیرنارد بل کہ ژوزی کے متعدد دوستوں نے بھی ایلن کو بسا اوقات ہنستے ہوئے دیکھ لیا تھا، اتفاقاً اس کی رائے زنی کو سن لیا تھا اور اس کو بے اعتباری اور پسندیدگی کے امتزاج کے ساتھ دیکھا تھا جو مجموعی طور پر ان قدرے کم معتدل محسوسات کے زیادہ قریب تھیں جنھوں نے ژوزی کے دل کو دو نیم کیا ہوا تھا — اور اس بات سے ژوزی کو مبہم سے اطمینان ہوا۔

انھوں نے اس طویل اور متذبذب بحث کے بعد جو 'رٹز' والی صبح کے بعد پیش آئی تھی، صبح جو دونوں میں سے کسی کو اتنی توانا نہ نظر آئی کہ اسے مصالحت کے سوا کوئی اور نام دیا جا سکے — انھوں نے ایک تازہ بنیاد پر از سرِ نو شروعات پر رضامندگی کا اظہار کیا تھا، ایک تصریح جس کا مقصد ژوزی کی رخصت، ان کی علاحدگی اور ان کے دوبارہ ملن کی تصدیق کرنا

تھا۔ یہ نہیں تھا کہ دونوں میں سے کوئی بھی ان باتوں کا بہت زیادہ قائل تھا، لیکن چوں کہ وہ اپنی ترنگوں سے بےزار ہو چکے تھے، یہ ایک طرح کی شرم ساری کا عمل تھا جو حاضرہ معاشرتی رسم و رواج اور ان کے طائفے کے طرزِ عمل کے مطابق مشترکہ طور پر انجام دیا جا رہا تھا۔ دل کی گہرائیوں میں دونوں میں سے ایک بھی یہ ماننے والا نہیں تھا کہ ژوزی کی رخصت — جو دونوں ہی کے لیے تکلیف دہ تھی — تقریباً از خود رفتگی کے دو ہفتے جو جدائی میں گذرے تھے اور، سب سے بڑھ کر، وہ محفل جہاں ان کی دوبارہ مڈبھیڑ ہوئی تھی جو دونوں کی یادداشت میں بڑی رومان پرور تھی (ان کی حیرانگی اور دہشت، سیاہ فام گلوکار، ہوا) — نہیں، وہ یہ نہیں مان کر دینے والے تھے کہ یہ سب ایک فیصلے کے مطابق کیا گیا تھا۔ حقیقت میں، ایلن کے لیے، اس کی حیثیت یہ تھی: ''تم اقرار کرو کہ میں تمھاری پوری زندگی میں شریک ہوں،'' اور ژوزی کے لیے: ''تم اقرار کرو کہ تمھی ساری زندگی نہیں ہو۔'' لیکن انھوں نے یہ نہیں کہا، بل کہ صرف: ''ہم آزاد ہیں، ہم لوگوں کے ساتھ مل جل رہے ہیں، ہم ایک جوڑے کی طرح ان سے ملنے جلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

قباحت یہ تھی کہ چیزیں اپنے لطف سے محروم ہو گئیں۔ ایلن کی نظر جہاں کہیں بھی وہ جاتی تعاقب کرتی، جس کسی سے بھی وہ بات کرتی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتی۔ ژوزی کو یوں لگا جیسے وہ ایک چھوٹی سی مشین کو اس کے اندر کام کرتا ہوا سن سکتی ہو، ایسی مشین جو بلا دم لیے پے بہ پے جانچ پڑتال، مفروضات، حساب کتاب میں مصروف ہو، جن کی بس ایک دھیمی سے گونج ہی شام کو اس کے کانوں تک پہنچائی جاتی ہو — کیوں کہ ایلن کو اندیشہ لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ دوبارہ نہ بھاگ جائے — لیکن جو ہمہ وقت اس کے دھیان میں بسی ہوتیں، اس حد تک کہ وہ اچانک مڑ کر اسے اپنی جاسوسی کرتا ہوا پکڑ لیتی، جو وہ ہمیشہ کر رہا ہوتا۔ اس سے ہٹ کر، بستر اتھا اور جنفتی، اور وہ حیرت سے سوچتی کہ چیزیں یہ اب بھی زندہ اور اس کی واماندگی کے باوجود سلامت رہ سکتی تھیں۔ رات کو وہ ایک دوسرے کے ساتھ اپنے پرانے جذبات کی بازیافت کرتے، ہیجانِ عشق کی وہ بے قراری اور سانسوں کا الجھنا، لیکن یہ سب صبح بیدار ہوتے ہی باہمی بدگمانی میں بدل جاتا۔ یقیناً یہ نہیں تھا کہ وہ صرف جسمانی محبت کی خاطر ہی اس کے پاس رکی ہوئی تھی، لیکن کیا وہ اس کے بغیر رہ سکی ہوتی؟

دریں اثنا، وہ اس نئی زندگی سے آہستہ آہستہ مانوس ہو گئے: لامتناہی صبحیں، ہلکے پھلکے لنچ، دوپہریں جو شاپنگ کے لیے وقف ہوتیں یا عجائب گھروں کی سیر کے لیے، ژوزی کے پرانے دوستوں کے ساتھ ڈنر۔ ایلن کام نہیں کرتا تھا، ظاہر ہے۔ وہ سیر و سیاحت کرنے والوں کی سی زندگی گزار رہے تھے، جس نے ژوزی کے احساسِ بے دوامی اور موہومیت کو بڑھانے میں اپنا کردار انجام دیا۔ یہ وہ احساس تھا جسے ایلن اطمینان سے بیٹھا اس وقت کے لیے پال رہا تھا جب ژوزی میں اسے برداشت کرنے کی تاب نہیں رہے گی اور وہ اسے کہیں اور لے جا سکے گا۔ بہ ہر کیف اس دوران اس کا رویہ خوش گوار تھا، ایسا ناز بردارانہ خوش گوار جو آدمی دوسروں کی ترنگوں کی تسکین کے لیے اٹھا رکھتا ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں، اور ژوزی کو اس کا احساس بھی تھا، ترنگ اس کی اپنی زندگی تھی۔

وہ بیرنارد سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے۔ جو کھیل وہ کھیل رہے تھے بیرنارد اسے خوب سمجھتا تھا اور حتیٰ المقدور اس میں ژوزی کو مدد بھی پہنچاتا، اسے وہ پیرس لوٹا دینے کی کوشش کرتا جس کی وہ شیدائی تھی، اس کی دل کشیوں کو اس کے لیے بہ حال کرتا، لوگوں سے اس کا رابطہ دوبارہ قائم کرتا۔ لیکن اسے زیادہ تر یہی محسوس ہوتا جیسے وہ کسی گونگے بہرے سے زور آزمائی کر رہا ہو، جیسے کسی گفتگو میں شامل ہونے کی جان توڑ کوشش کر رہا ہو، تاکہ کسی آزاد جوان عورت کو مدد پہنچانے کی، جس میں خود ہی حالات سے نمٹنے کی صلاحیت ہونی چاہیے تھی۔ وہ اس کی نگاہوں کو اچانک اپنے سے پھرتے ہوئے، ڈرائنگ روم میں کسی کی کو تلاش کرتے ہوئے، ایلن کی نگاہوں سے ملتے ہوئے، اور پھر اس کی طرف تردد سے لوٹتے ہوئے دیکھتا، درحالے کہ وہ ناتواں طیش سے بھری ہوتیں۔ اور وہ اس فیصلے کے ساتھ سوچنا بند کر دیتا کہ ژوزی کا تنہا وہ فعل جسے آزادانہ کہا جا سکے اس کی اس شارک مچھلیوں کے شکاری کے ساتھ مہمل سی قلابازی تھی۔ جب ایک دن اس نے ژوزی سے اس کا ذکر کیا، تو اس نے گریزانہ طور پر اپنا رخ دوسری طرف کر لیا۔

''یوں لگتا ہے جیسے تم دو مختلف زندگیاں گزار رہی ہو،'' وہ بولا، ''جیسے ایک دوسری زندگی جو تمھارے بچپن سے بے حد نزدیک ہو تمھارا تعاقب کر رہی ہو اور تم اس سے اپنا دامن نہ چھڑا سکتی ہو، ایسی زندگی جس میں تم پر کوئی ذمے داری عائد نہ ہونے کے باوجود بھی تمھیں

سزا دی جاتی ہو، ہمیشہ ان لوگوں سے بندھی ہوئی جو تم پر فیصلے صادر کرتے پھرتے ہوں اور جنھیں تم نے فیصلے صادر کرنے کا حق دیا ہوا ہو، صرف اس لیے کہ تم انھیں تکلیف پہنچانے کی قدرت رکھتی ہو۔"

اس نے بے دھیانی سے اپنا سر ہلا دیا۔ اس شام وہ پھر وہ سیوریں کے گھر آئے ہوئے تھے اور ایسے زبردست مجمعے میں گھرے ہوئے تھے کہ بالآخر اطمینان سے ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کر سکتے تھے۔

"یہی بالکل ایلن بھی اُس دن کہہ رہا تھا! تو تم دونوں کے خیالات ایک جیسے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ تم مجھے اور کیا پیش کر سکتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں ...؟" وہ 'سب کچھ' کہتے ہوئے ہچکچایا، کیوں کہ یہ ادیبانہ لگا۔ "میں؟ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ نکتہ یہ ہے کہ تم قیدی ہو اور ناخوش ہو۔ اور یہ بات تم سے لگا نہیں کھاتی۔"

"تو کیا بات مجھ سے لگا کھاتی ہے؟"

"ایسی کوئی بھی چیز جسے تسلیم کرنے پر تمھیں مجبور نہ کر دیا جائے۔ صرف اس لیے کہ وہ تم سے مذموم انداز میں محبت کرتا، تم اسے کوئی مثبت شے سمجھتی ہو۔ ایسا نہیں ہے۔"

اس نے سگریٹ نکالی اور بیرنارد کے آگے کو بڑھائے ہوئے لائٹر کو استعمال کرتے ہوئے مسکرائی۔

"میں تمھیں بتاتی ہوں کہ بات کیا ہے: ایلن کو یقین ہے کہ ہر انسان اُسی کیچڑ میں لوٹیں لگاتا ہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا اور کوئی چیز بھی اسے وہاں سے باہر نہیں نکال سکتی— خاص طور پر وہ مبہم سے اشارے اور وہ لایعنی فقرے تو نہیں جو وہ اپنے کو روز کرنے اور بولنے پر آمادہ کر لیتا ہے۔ ان معنی میں خود ایلن کو نہ کبھی چھوا جا سکتا ہے اور نہ اس تک رسائی ممکن ہے۔"

"اور اپنے بارے میں کیا کہتی ہو؟"

اس نے دیوار سے ٹیک لگائی، یک بارگی اپنی الجھن کو فرد ہوتا محسوس کیا، اور اتنے دھیمے سروں میں بولنے لگی کہ اسے سننے کے لیے بیرنارد کو آگے کی طرف جھکنا پڑا:

''یوں ہے کہ میں اس قسم کے خالی پن میں یقین نہیں رکھتی۔ اس قسم کی رقت آفرینی مجھے یک سر بے کیف کر دیتی ہے۔ کوئی بھی غرق نہیں ہوتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ ہر متنفس اپنی زندگی کا خاکا بڑے نمایاں، بے روک ٹوک نقوش میں نہایت شان دار اور قطعی طریقے پر خود ہی بناتا ہے۔ میں مدھم نقوش والے خاکوں کی طرف ملتفت نہیں ہوتی۔ مجھے ہر طرف صرف غنائی جذبات ہی نظر آتے ہیں، خواہ وہ بے کیفی، عشق، اضمحلال یا کاہلی کے نام سے کیوں نہ منسوب ہوتے ہوں۔ حقیقت میں...''

اس نے بیرنارد کا ہاتھ تھام لیا، اسے دبایا، اور بیرنارد کو محسوس ہوا جیسے وہ ایلن کی متجسس نگاہوں کو لمحے بھر کے لیے بالکل فراموش کر چکی ہو۔

''حقیقت میں مَیں یہ نہیں سمجھتی کہ ہم صرف اعداد و شمار ہیں۔ ہم جاندار حیوانوں سے زیادہ مشابہ ہیں، غنائی جاندار حیوان۔''

بیرنارد نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں دبایا اور وہیں رہنے دیا۔ ژوزی نے اسے علاحدہ نہیں کیا۔ بیرنارد کا جی چاہا کہ اسے چومے، اپنی چھاتی سے لگائے، اسے دلاسا دے۔ ''میری ننھی سی پیاری جانور،'' اس نے سرگوشی کی، ''میری چھوٹی سی غنائی جانور'' اور وہ آہستگی سے دیوار سے ہٹی اور بڑے اطمینان کے ساتھ اسے چوم لیا، وہیں ہجوم کے بیچوں بیچ۔ ''اگر وہ بے وقوف جھلاتا ہوا یہاں آیا، اگر اس کے جنونی شوہر نے مداخلت کی، تو میں اس کا بھیجا نکال دوں گا۔'' بیرنارد نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے سوچا۔ لیکن ژوزی کے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے پہلے ہی جدا ہو چکے تھے اور اس پر منکشف ہوا کہ آدمی بھری محفل میں کسی کا منہ چوم سکتا ہے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔

ژوزی فوراً اس کو چھوڑ کر چل دی۔ اسے بالکل پتا نہیں تھا کہ اس نے اسے کیوں چوما تھا، لیکن اسے اس پر کسی قسم کا تردد بھی نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ وہ جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا ان میں کوئی بات بے حد کشش انگیز تھی، مہر و الفت کا، قبولیت کا ایسا گداز تاثر تھا کہ ہر چیز اس کے ذہن سے محو ہو گئی تھی۔ وہ ایلن سے بیاہی تھی اور بیرنارد نکول سے؛ اسے بیرنارد سے محبت نہیں تھی، تاہم اس لمحے خود کو اس سے جس قدر قریب محسوس کیا تھا کبھی کسی اور سے نہیں کیا تھا۔ اسے خیال آیا کہ بالفرض ایلن نے انھیں دیکھ لیا ہوتا تو وہ اس پر اس کی رائے زنی کو

برداشت نہیں کر پاتی، لیکن ساتھ ہی ساتھ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے انھیں نہیں دیکھا تھا۔ اس بوسے کا منظر اسے اس قدر ناقابل تحمل معلوم ہوا ہوتا کہ کسی بات نے اسے اس کے مشاہدے سے باز رکھا ہوتا۔ ''مجھے قسمت پر یقین آتا جا رہا ہے،'' اس نے سوچا، اور ہنس دی۔

''میں تمھیں ڈھونڈ رہا تھا،'' ایلن نے کہا۔ ''ذرا تصور تو کرو، میری ایسے شخص سے ملاقات ہوئی ہے جس کے ساتھ میں کالج میں پینٹنگ کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ وہ یہاں رہتا ہے۔ میرا ارادہ پھر سے اس سے سیکھنے کا ہو رہا ہے۔''

''اچھا تو تم پینٹ بھی کرتے ہو؟'' وہ گم صم ہو گئی۔

''جب اٹھارہ سال کا تھا، پینٹنگ بے حد پسند تھی۔ پھر یہ بھی ہے کہ یہ ایک مشغلہ ہے، ہے نا؟ اپارٹ منٹ ساز و سامان سے آراستہ ہو گیا ہے، ضرورت کی سب چیزیں مہیا ہو گئی ہیں، اور چوں کہ میں ذہنی طور پر کوئی عملی آدمی نہیں، مجھے اپنے کو مصروف رکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔''

اس کی آواز میں طنز سے زیادہ اشتیاق تھا۔

''گھبراؤ نہیں،'' اس نے ژوزی کے شانے پکڑ کر اپنے ساتھ زور سے بھینچتے ہوئے کہا، ''میں تم سے اپنے واسطے رنگوں کی آمیزش کرنے کے لیے نہیں کہوں گا؛ تم اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ گھومتی پھرنا یا، اس سے بہتر، اکیلی۔۔۔۔''

''تمھارے پاس اس کی صلاحیت ہے؟''

''شاید یہ میری جان چھڑا سکے،'' اس نے سوچا، ''شاید وہ کسی چیز میں دل چسپی لینے لگے جو ہم دو کے علاوہ ہو۔'' ساتھ ہی ساتھ، اسے اتنی خودغرضی سے سوچنے پر خود پر جھنجھلاہٹ بھی ہوئی۔

''میرے خیال میں تو نہیں، لیکن میں تصویر اچھی خاصی بنا لیتا ہوں۔ میں کل سے شروع کر دوں گا۔ اپارٹ منٹ کی پشت والا خالی کمرا ٹھیک رہے گا۔''

''وہ خاصا تاریک ہے؛ وہاں تمھیں کچھ نظر نہیں آئے گا۔''

''مجھے تو جو دیکھتا ہوں اسے پینٹ کرنا بھی نہیں آتا،'' وہ بولا، اور قہقہہ لگایا۔ ''میں

اپنی پہلی تصویر اپنی ماں کو بھیجوں گا جو وہ ہمارے خاندانی سائی کیاٹرسٹ کو دکھائے گی وہ اس سے یقیناً محظوظ ہوگا۔"

ژوزی نے اسے تذبذب سے دیکھا۔ ایلن نے اسے چھوڑ دیا۔

"تم خوش نہیں؟ میرا خیال تھا تم چاہتی ہو کہ میں اپنے طور پر کچھ کروں۔"

"میں بہت خوش ہوں،" اس نے جواب دیا۔ "اس سے تمہارا بہت بھلا ہوگا۔"

بعض اوقات، ایلن اپنی ماں کے ردعمل اس پر چپکا دیتا تھا۔ اور حقیقت میں ژوزی ان میں سے چند ایک کو اپنانے کے واقعی بے حد قریب آ گئی تھی۔

"کام کیسا چل رہا ہے؟"

اس نے دروازہ کھولا، اور کمرے میں اپنا سر ڈالا۔ ایلن نے پینٹ کرتے وقت بھی بڑا دیدہ زیب سوٹ ڈانٹ رکھا تھا اور سیورین کی تجویز کا کہ آرٹسٹوں کو سویٹر اور کورڈرائے کی پتلون پہننی چاہیے خوف اور بے زاری کے ساتھ خیر مقدم کیا تھا۔ حقیقت میں، عقبی کمرے کی فضا اسٹوڈیو سے کم ہی مناسبت رکھتی تھی۔ بس ایک ایزل جو کھڑکی سے ذرا دور کھڑا تھا، ایک میز جس پر بے شمار رنگ کی ٹیوبیں قرینے سے رکھی ہوئی تھیں، ایک شیلف جس پر چند کورے کینوس تھے، اور، کمرے کے وسط میں، ہتھے دار آرام کرسی پر بیٹھا ہوا ایک خوش لباس جوان آدمی جو بے فکری سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ اس کے انداز سے لگتا تھا جیسے وہ آمد کا انتظار کر رہا ہو۔ اس کے باوجود، اس نے گذشتہ دو ہفتے ہر دوپہر یہیں گزاری تھی، اپنے کام سے ذرا سا بھی تھکے بغیر اٹھا تھا، شگفتہ طبیعت اور بے داغ کپڑوں میں۔ ژوزی انگشت بہ دنداں رہ گئی، یہ کوئی کھیل رہا ہو یا نہ رہا ہو، اسے ہر روز پورے چار گھنٹے اپنے ساتھ آزاد رہنے کے لیے مل جاتے تھے، اور یہ بڑی شان دار بات تھی۔

"میرا کام تو ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ اپنی سناؤ، کیا کرتی رہیں؟"

"کچھ نہیں۔ بس مٹر گشت۔"

اور یہ صحیح بھی تھا۔ لنچ کے بعد وہ کار میں نکل پڑتی، سڑکوں سے آہستہ آہستہ گذرتی اور جب جی چاہتا رک جاتی۔ اس نے ایک چوک ڈھونڈ نکالا تھا جو رومانی دکھائی دینے والے درخت کے باعث اسے خاص طور پر پسند تھا، اور وہاں کار سے نکلے بغیر اکثر گھنٹا بھر گزار دیتی، اکا دکا راہ گیروں اور زمستاں کی بے برگ شاخوں میں ہوا کے سرسرانے کا نظارہ کرتی۔ دن سپنوں میں بہک جاتی، سگریٹ پھونکتی، کبھی کبھار ریڈیو سنتی، ساکت و صامت، بے خود، مٹھاس بھری آسایش اور لطف سے لب ریز۔ یہ سب ایلن سے بیان کرنے کی وہ جرأت بھی نہیں کر سکتی تھی، یہ اس کی رقابت کو اور بھڑکا دیتا، اس سے بھی کہیں زیادہ اگر وہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ گئی ہوتی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ خود اسے کسی اور سے ملنے کی خواہش نہیں تھی۔ بعد میں، وہ چوک سے رخصت ہوتی، ہمیشہ ہی کار سست رفتاری سے اور انٹ شنٹ چلاتے ہوئے۔ دوپہر بہ تدریج اپنے اختتام کو پہنچتی اور ایلن کی طرف رجعت کی ضرورت اس پر ایک بوجھ سا بن جاتی، جس کے ساتھ راحت کا احساس بھی آتا، گویا بس وہی ایک ایسا بندھن تھا جس نے زندگی سے اس کا رشتہ قائم رکھا ہوا ہو۔ سونا، خواب دیکھنا... اس نے کسی ریتیلے ساحل پر سمندر کا نظارہ کرتے ہوئے اپنی زندگی گزار دینا چاہی ہوتی، یا دیہاتی علاقوں میں گھاس کی مہک اپنے مشام میں اترتے ہوئے، یا اپنے چوک کے ایک گوشے میں، ایسی زندگی جسے کامل تنہائی میں سپنے دیکھتے ہوئے بتایا جا سکے، اس حال میں کہ وقت اس کے خیالوں ہی کی طرح بے حرکت رہے۔

"مجھے کب اپنی کوئی پینٹنگ دکھاؤ گے؟"

"ایک ہفتے میں، شاید۔ تم ہنس کیوں رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم بالکل کسی ایسے کی طرح نظر آ رہے ہو جو کسی شایستہ ٹی پارٹی میں ہو۔ سننے میں تو ہمیشہ یہی آتا ہے کہ آرٹسٹوں کو بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔"

"جدوجہد کا تو مجھے معلوم نہیں۔ یہ البتہ صحیح ہے کہ مجھے اپنے ہاتھ سانے بالکل گوارا نہیں، لیکن پینٹ کرتے وقت اس سے مفر نہیں۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے، تمھیں نہیں لگ رہی؟"

"بہت شدید۔ تم اپنی انگلی سے گلابی رنگ کی بندکی صاف کرو، اتنے میں تمھارے لیے مارٹینی بنا کر لاتی ہوں۔ یہ رہی تمھارے لیے آرٹسٹ کی بیوی، عملی اور مددگار۔"

''میرا جی چاہتا ہے کہ تم میرے لیے پوز کرو۔''

اس نے یوں ظاہر کیا جیسے سنا ہی نہ ہو اور عجلت سے دروازہ اپنے پیچھے بند کر دیا۔ بعد میں وہ اس سے آملا، لیکن اپنا آخری فقرہ نہیں دہرایا۔ جب سے پینٹنگ شروع کی تھی، وہ کم پینے لگا تھا، اور اپارٹ مینٹ کو گھر سمجھنے کی کوشش بھی کرتا تھا، یوں جیسے کہ واقعی یہاں رہتا ہو۔

''کہاں گئی تھیں؟''

''کوئی خاص جگہ نہیں۔ 'پورت دُورلیاں' کے قریب کے چھوٹے سے چوک میں چائے کی پیالی پی تھی۔''

''اکیلے؟''

''ہاں۔''

وہ مسکرایا۔ ژوزی نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ تھوڑا سا ہنس دیا۔

''تو تمھیں میری بات کا اعتبار نہیں؟''

''اوہ، بالکل ہے۔''

اس نے تقریباً پوچھا: ''کیوں؟'' لیکن باز رہی۔ لیکن اس کے ظاہرا تجسس کی کمی نے اسے ضرور حیران کر دیا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھے بہت خوشی ہے — کہ تم مجھ پر اعتبار کرتے ہو، میرا مطلب ہے۔''

اس نے نرمی سے کہا۔ ایلن پر سرخی دوڑ گئی اور اس کی آواز بلند ہو گئی۔

''تم خوش ہو کہ میری مریضانہ رقابت بہتر ہے۔ تم خوش ہو کہ میرا چھوٹا سا دماغ پہلے جتنا ایک راہ پر ہی نہیں چلا جا رہا۔ تم خوش ہو کہ انجام کار مجھے، ہر آدمی کی طرح جس پر لفظ 'آدمی' کا اطلاق ہو سکے، ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا ہے، خواہ یہ کینوس پر رنگ لیپنے سے زیادہ نہ ہو۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

وہ بغیر جواب دیے دھم سے آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ ایک تو تو میں میں بس شروع ہونے ہی والی تھی۔

''میرا شوہر بالآخر ایک حقیقی شوہر میں بدل گیا ہے؛ وہ مجھے ہر روز سکون کے چار گھنٹے دیتا ہے۔' تم اندر اندر یہی سوچتی ہو۔ 'یہ بیٹھا بیٹھا کینوس برباد کرتا رہتا ہے جو کوئی دگنی

صلاحیت کا غریب آدمی خریدنے کا اہل نہیں، لیکن میری بلا سے اگر وہ میری جان چھوڑے دے رہا ہے۔ یہی سچی بات نہیں؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم میں معاشرتی ضمیر بالآخر شکل پذیر ہو رہا ہے۔ بہ ہر کیف، تم اناڑیوں کی طرح رنگ آمیزی کرنے والے اکیلے نہیں ہو، اگر تم بس اتنا ہی کر سکتے ہو۔"

"میں اناڑیوں کی طرح رنگ آمیزی نہیں کرتا ہوں۔ بل کہ اس سے قدرے بہتر۔ یہ اتنا ہی اچھا مشغلہ ہے جتنا گھنٹوں کار میں بیٹھے بیٹھے کسی چوک کو گھورتے رہنا۔"

"میں تمہاری نکتہ چینی نہیں کر رہی ہوں،" وہ بولی، پھر رک گئی۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں... کہ... میرا چوک...؟"

"میں تمہارا تعاقب کرواتا ہوں۔ اور کیا خیال ہے تمہارا؟"

اس نے ایلن کو بھونچکے ہو کر دیکھا۔ جو اسے محسوس ہوا وہ غصہ نہیں تھا بل کہ ایک ہول ناک سکون، کیوں کہ کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ زندگی حسبِ معمول تھی۔

"تو تم نے میرے پیچھے آدمی لگا رکھا تھا؟ ساری دوپہر؟ تم واقعی پینٹ بھی کرتے ہو؟"

وہ قہقہہ مار کر ہنسی۔ وہ اچھا خاصا زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے ژوزی کو، جو ابھی تک کھلکھلا کر ہنسے جا رہی تھی، شانے سے پکڑا اور کھینچتا ہوا عقبی کمرے میں لایا۔ "وہ بے چارہ جاسوس،" وہ بولی، "وہ کتنا بور ہو گیا ہوگا!"

"یہ ہے میری پہلی تصویر۔"

اس نے ایک کینوس کو اوپر کے رخ کیا۔ اگرچہ ژوزی کی پینٹنگ سے واقفیت بہت کم تھی، لیکن یہ اسے اچھی خاصی لگی، اور اس نے ہنسنا بند کر دیا۔

"جانتے ہو، کافی اچھی ہے۔"

اس نے تصویر دوبارہ دیوار کے مقابل کھڑی کر دی اور لمحہ بھر کے لیے اسے تذبذب سے دیکھتا رہا۔

"اور جب تم گھنٹوں کار میں اکیلی بیٹھی رہتی ہو تو کیا سوچتی ہو؟ تم کس چیز کے بارے میں سوچتی ہو؟ مجھے ضرور بتاؤ، بہ راہِ کرم۔"

اس نے ژوزی کو مضبوطی سے اپنی باہوں میں دبایا۔ وہ تنفر اور ترحم دونوں سے بھر گئی۔

''تم میرا تعاقب کیوں کرواتے ہو؟ تمھیں معلوم نہیں کہ اس قسم کی حرکت اب اور نہیں کی جاتی اور ناشایستہ آداب میں شمار ہوتی ہے۔ اس بے چارے آدمی کو میرے چوک سے نفرت ہونے لگی ہوگی۔''

اسے یوں لگا جیسے دوبارہ ہنس پڑے گی، اور اپنا ہونٹ کاٹا۔

''بتاؤ تو سہی تم کیا سوچتی ہو؟''

''میں سوچتی ہوں... مجھے نہیں معلوم۔ سچ، مجھے نہیں معلوم کاہے کے بارے میں سوچتی ہوں۔ اُس درخت کے بارے میں، تمہارے بارے میں، لوگوں کے بارے میں، گرمیوں کے بارے میں...''

''لیکن تم بے کم وکاست کیا سوچتی ہو...؟''

اس نے درشتی سے اپنے کو اس کی گرفت سے آزاد کیا؛ اسے اب ہنسنے کی ادنا سی خواہش بھی نہیں رہی تھی۔

''مجھے چھوڑو۔ تم— سمجھ میں نہیں آتا کیسے کہوں— مجھ سے اس طرح جرح کرتے وقت تم فحش نظر آتے ہو۔ میں کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچتی، سن رہے ہو؟ کسی بھی چیز کے بارے میں نہیں!''

اس نے دھڑ سے دروازہ بند کر دیا اور گھر کے باہر نکل گئی۔ جب ایک گھنٹے بعد کسی قدر سکون کے عالم میں لوٹی تو دیکھا کہ وہ نشے میں دھت پڑا ہے۔

وہ تینوں کے تینوں چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں تھے، جس میں آخر کار ایک صوفہ اور چند ہتھے والی کرسیاں فراہم ہوگئی تھیں۔ ژوزی صوفے پر لیٹی ہوئی تھی، اور دونوں آدمی باتیں کرتے ہوئے نیچے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دوپہر کا آخری وقت تھا۔

''تو بات یہ ہے،'' بیرنارو بولا، ''میرے عزیز ایلن، کہ وہ بری طرح تمہاری محبت میں گرفتار ہے۔''

''یہ قدرے اچھی بات ہے،'' ژوزی نے لاپروائی سے کہا، ''وہ اپنے زمانے میں چند لوگوں کے ساتھ کافی کمینی رہ چکی ہے۔''

''یاد نہیں آ رہی،'' ایلن، ناگوار نظر آتے ہوئے، بولا۔

''لورا دور؟ دس روز پہلے وہ سیوریں کے گھر ڈنر پر تھی۔ لگ بھگ پچاس سال کی ہے، بے حد حسین ہوا کرتی تھی، اب بھی بری نہیں۔ اکثر جمعرات کو لوگوں کو اپنے یہاں بلاتی ہے۔''

''پچاس؟ خاصے مبالغے سے کام لے رہی ہو، ژوزی۔ بہت سے بہت تو چالیس کی ہوگی اور بالکل ٹھیک ٹھاک ہے، بہت ٹھیک ٹھاک۔''

''خیر، کچھ بھی سہی۔ میرے پاس اس کے لیے وقت نہیں،'' ایلن بولا۔ ''میرے خیال میں تمھیں رقابت وقابت نہیں ہوگی، یا ہوگی؟''

''کون جانے...'' ژوزی نے مسکرا کر کہا۔ ''بھلا سینے پر ہاتھ رکھ کر کون کہہ سکتا ہے! بہ ہر کیف، کم از کم یہ ایک تبدیلی تو ہوگی۔''

بیرنارد نے قہقہہ بلند کیا۔ ایلن کی رقابت کم کرنے کی امیدِ خام کے بعد اب انھوں نے اس کو مذاق میں اڑانے کی عادت ڈال لی تھی، یوں جیسے کہ یہ بس کوئی سنک ہو۔ ایلن بھی ہمیشہ ہنس دیا کرتا تھا، گو اس کے رویے میں حقیقتاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی، جو بقیے دونوں کو بڑی دل شکن معلوم ہوئی۔

''اچھا یہ بتاؤ، تم ڈنر کے بعد اس سے جا کر ملو گے یا نہیں؟ اب مجھے فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔''

''ہم اس پر غور کریں گے،'' ایلن نے کہا۔ ''اوہ، ہم پہلے جا کر ایک ڈراونی فلم دیکھیں گے اور بعد میں تمھارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔''

جب بیرنارد چلا گیا، تو دونوں کچھ دیر تک لورا دور کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ ژوزی اس سے بہت اچھی طرح واقف تھی۔ اس کا شوہر، بیوپار کے لحاظ سے، مرنجان مرنج واقع ہوا تھا، اور اسے بھی سیوریں جیسے لوگوں سے بڑی شدید مریضانہ لگاوٹ تھی۔ اعلا طبقے سے میل جول رکھنے والے اس کے دو یا تین عاشق تھے لیکن اس پر بہت زیادہ چہ میگوئیاں

نہیں ہوئی تھیں، اور بعض دوسرے چاہنے والے جن کے جذبات کا لحاظ نہ کر کے بڑے عذاب میں مبتلا کیا تھا۔ وہ اس قسم کی عورتوں میں سے تھی جو ہمہ وقت چوکنی رہتی ہیں، اور عام طور پر ژوزی اس کی موجودگی میں منہ میں گھونگھٹ دے لیتی تھی۔ محض یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا پیش آتا ہے، اس نے ایلن سے اس کا بڑی خوش گمانی کے ساتھ ذکر کیا۔ بنابریں، وہ ذہین تھی، اکثر پُرلطف، اور ژوزی اس کے لیے ایک طرح کا احترام محسوس کرتی تھی۔

وہ اس کے گھر نصف رات گذرنے پر پہنچے، ایک انتہائی قبیح فلم دیکھنے کے بعد شگفتہ مزاج، اور لورا دور نے ان کا بڑا پرجوش استقبال کیا۔ وہ دراز قامت تھی، بال سرخی مائل تھے، بڑی فیاض گولائیاں تھیں، اور بلی جیسا چہرہ تھا۔ ژوزی کو اس پر حیرت ہوئی کہ وہ خود کو مبہم سی خوف زدہ محسوس کر رہی تھی۔ جب تعارف ہو چکے، جو کچھ اس طرز کے تھے: ''آپ سب کو ژوزی یاد ہی ہوں گی؟'' اور ''یہ ایلن ایش ہیں،'' تو ایلن نے فوراً اپنا ہکا بکا امریکی والا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ بیرنارد کو کسی دوست کے ساتھ محوِ گفتگو دیکھ کر، ژوزی ایک دوست سے آملی جس سے وہ 'پہلے' سے واقف تھی۔ بیرنارد کچھ دیر بعد اس کے پاس آیا۔

''معاملہ ٹھیک چلتا لگ رہا ہے۔''

''کیا؟''

''لورا اور ایلن۔ دیکھو تو۔''

وہ ڈرائینگ روم کے دوسرے سرے پر کھڑے ہوئے تھے، لورا شدید تجسس سے ایلن کو گھور رہی تھی اور ایلن مسکراتے ہوئے اس فلم کے بارے میں بتا رہا تھا جو وہ اور ژوزی ابھی ابھی دیکھ کر آئے تھے۔ ژوزی نے سیٹی بجائی۔

''تم نے اس کے چہرے کا تاثر دیکھا۔''

اسے آتشِ شوق کہتے ہیں۔ لورا دور کی آتشِ شوق کا خاص الخاص اظہار۔ پہلی نظر کی محبت، جانِ من۔''

''بے چاری...'' ژوزی بولی۔

''اتنی پراعتماد نظر نہ آؤ، یہ میرے اعصاب پر سوار ہو جاتی ہے۔ اور اگر تم میرا مشورہ چاہتی ہو، تو رقابت کا سوانگ بھرو، اس سے تمہیں سانس لینے کی مہلت مل جائے گی۔ یا واقعتاً

رقابت کرو؛ ظاہر ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

وہ مسکرا دی۔ ایلن کو لورا کی کسی قدر آلودہ آغوش میں چھوڑ دینے کے خیال کو پر سکون محسوس کرنا ذرا مشکل تھا۔ اس کے نزدیک یہ قابلِ ترجیح تھا کہ وہ پینٹنگ پر دھیان لگائے رہے۔ اسے چھوڑ دینے کا تصور اس کے ساتھ رہنے کے مقابلے میں وہ اور بھی کم کر سکتی تھی۔ پیرس لوٹنے کے بعد سے اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ زمین سے اوپر تنی رسی پر چل رہی ہو، ایک طرح کی مسلح غیر جانب داری میں زندگی گزار رہی ہو جو مسرت سے اتنی ہی دور تھی جتنی اس یاس سے جو اس نے 'کی لارگو' میں محسوس کی تھی۔

''خاصا نیم پختہ حل ہے؛'' وہ اپنے سے بڑبڑائی۔

''اور ایسے ہی حل اکثر بہترین ثابت ہوتے ہیں؛'' بیرنارد نے کہا، اور بعد میں ہچکچاتے ہوئے اضافہ کیا: ''اگر میں غلط نہیں سمجھا ہوں تو تم اب بھی اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو؟ کوئی ناٹک رچائے بغیر۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟''

''ہاں؛'' اس نے جواب دیا۔ ''سکون کے علاوہ میں اور کیا چاہتی ہوں اس کا مجھے اب پورا یقین نہیں رہا۔''

''تمہارا مطلب ہے، کوئی دوسرا۔ لیکن جب تک وہ موجود ہے، تمہیں کوئی دوسرا ہرگز نہیں ملنے کا۔ سمجھتی ہو نا؟''

''مجھے پورا یقین نہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؛'' ژوزی نے سوچا، لیکن کچھ بولی نہیں۔ ایلن اس کے پاس آیا، پیچھے پیچھے لورا تھی۔ ''بالغ عورتیں اسے موافق نہیں آتیں؛'' اس نے سوچا، ''وہ ضرورت سے زیادہ پر کشش ہے، اور ان کے ساتھ اچھا خاصا جیکولو نظر آتا ہے۔''

''میں آپ کے شوہر سے منتیں کر رہی ہوں کہ 'یؤ' میں میری مضافاتی رہائش گاہ میں ویک اینڈ گزارنے آئیں۔ لگتا ہے شاید دعوت قبول کر ہی لیں، لیکن ان کے جواب کا دارومدار آپ پر ہے۔ یقیناً آپ بھی مضافات کی پہلے جتنی ہی شائق ہوں گی، ایسا نہیں؟''

''اس کا اشارہ کس کی طرف ہے؟'' ژوزی نے تیزی سے سوچا۔ ''آہاں، میں مارک کے ساتھ اس کے گھر پر ٹھہری تھی، پانچ سال پہلے۔'' وہ مسکرائی۔

''میں مضافات کی پرستار ہوں۔ میں ضرور آؤں گی۔''

''یہ اس کے لیے اچھا رہے گا،'' ایلن نے لورا کی طرف ملتفت ہوتے ہوئے کہا، ''یہ آج کل زرد نظر آ رہی ہے۔''

''ان کی عمر میں، آدمی کو ہمیشہ تن درست نظر آنا چاہیے،'' لورا ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

اس نے ایلن کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے اڑی۔ بیرنارد ہنسنے لگا۔

''یہ پرانا حربہ ہے۔ 'ژوزی بس بچی ہی ہے،' میرے پیارے ایلن، اب ہم بالغ لوگ ... 'یؤ میں تمہارے بستر میں بس گرم پانی والی ربڑ کی تھیلی ہی ہوگی اور تم سے موسیو دور کے ساتھ 'اولڈ میڈ'[1] والا کھیل کھلوایا جائے گا۔''

''میرا خیال ہے مجھے اس میں غالباً مزا آئے گا،'' ژوزی بولی۔ ''مجھے تاش اور گرم پانی کی تھیلیاں اور عمر رسیدہ مہذب اصحاب بے حد عزیز ہیں۔ اور دوسری عورتوں کی دغابازی ہمیشہ ہی تفریح کا باعث ہوتی ہے۔''

گھر پہنچتے ہی ایلن نے بڑے طمطراق سے تبصرہ کیا کہ لورا بے حد مہذب ہے اور خاطر تواضع کرنا جانتی ہے۔

''کیسی عجیب بات ہے،'' ژوزی نے کہا، ''کہ تمام ان لوگوں میں جن سے میں نے تمہیں ملوایا ہے، اور جو مجھے تسلیم ہے کہ اکثر تھوڑے سے باولے ہیں، تمہاری رائے صرف اسی کے بارے میں اچھی ہے جس میں کوئی خاص خوبیاں نہیں۔''

''اور خاص خوبیاں کیا ہوتی ہیں؟''

وہ خوش گوار موڈ میں تھا۔ ضرور لورا نے اس پر ستائش کے ڈونگرے برسائے ہوں گے، اور ژوزی نے اپنے کو یہ نہ جاننے پر کافی سادہ لوح خیال کیا کہ یہ اسے پسند آیا ہوگا۔ ایلن جیسے مردم بے زار میں بھی رجولی خود پسندی کی معقول مقدار کہیں چھپی بیٹھی ہوگی۔

''خاص خوبیاں ...؟ میں واقعی نہیں جانتی۔ حس مزاح، شاید، اور بے لوثی۔ اس کے پاس دونوں میں سے ایک نہیں۔''

''اور نہ میرے پاس ہیں۔ لیکن خیر، میں امریکی ٹھہرا۔''

''اور فی الحقیقت اسے تمہاری یہی بات پسند ہے۔ اپنا چار خانے والا ڈریسنگ گاؤن

---

[1] عمر رسیدہ بن بیاہی عورت۔

لے جانا یاد رکھنا تاکہ ناشتے کے وقت پہن سکو۔ اس میں تم کسی نوخیز کاؤبوائے جیسے لگتے ہو، اسے بہت لطف آئے گا۔''

وہ اس کی جانب مڑا۔

''اگر یہ ویک اینڈ تمھیں بے کیف کر رہا ہے، تو تم جانو ہمارا جانا ضروری نہیں۔''

وہ بڑے کیف میں نظر آ رہا تھا۔ ''مجھے جذباتی ہنگامہ کھڑا کرنا اور رقابت کا سوانگ رچانا چاہیے،'' ژوزی نے سوچا۔ ''بیرنارد ٹھیک کہتا تھا۔'' اس نے اپنا میک اَپ اتارا اور سونے چلی گئی، خاصی آزردہ نظر آ رہی تھی۔ ''میں یہ ایلن کے پیمانے پر ہرگز نہ کر پاؤں گی،'' سو جانے سے پہلے اس نے سوچا، اور اندھیرے میں اپنے آپ پر مسکرا دی۔

'یُو' کی وہ جگہ ایک مستطیل سا فارم ہاؤس تھی جسے کسی باصلاحیت ماہرِ آرائش نے ایک انگلش طرز کی زرعی رہائش گاہ میں تبدیل کر دیا تھا، کشادہ چرمی صوفے اور لوک بنت کے دبیز پردے ڈال دیے تھے جو ان دنوں مرغوبِ زمانہ اور گراں قیمت ہو چلے تھے۔ وہ پانچ بجے وہاں پہنچے، اراضی پر طویل سیر کے لیے لے جائے گئے — ''میری حقیقی پناہ گاہ،'' جب وہ درختوں کے سایے میں ٹہل رہے تھے، لورا نے اپنے سرخی مائل بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکتے ہوئے گمبھیرتا سے کہا۔ انھوں نے ابلے ہوئے انڈے کھائے تھے جن سے مفر نہ تھا — ''قسمیہ، مرغیوں نے آج ہی دیے ہیں،'' لورا بولی، مہمانوں کی طرف اپنے چمکیلے بال ہلا کر — اور اس وقت وہ مقامی برانڈی چکھ کر دیکھ رہے تھے — ''یہ اتنی ہی اچھی ہے جتنی دنیا کی کوئی وِسکی ہو سکتی ہے،'' لورا کہہ رہی تھی، آگ کی روشنی میں اپنے بالوں کو جھلکاتے اور ان کی جوت ڈالتے ہوئے۔ صوفے پر جم جانے کے بعد، ژوزی سوچنے لگی کہ ان کی میزبان کب تک جی جی[1] کی طرح آتش دان کے سامنے اکڑوں بیٹھی رہے گی، شعلہ زن لٹھوں کے

---

[1]۔ Colette کے 1944 کے ناول Gigi پر مبنی 1958 کی اسی نام کی امریکی رومانی اور غنائی کامیڈی فلم کا مرکزی کردار۔

سامنے اپنے رنگ روغن چڑھے ناخن اور وجد آور چہرہ آگے بڑھاتے۔ ژوزی اور ایلین کے علاوہ مہمانوں میں ایک کم آمیز نوجوان پینٹر، دو باتونی جوان عورتیں اور — ظاہر ہے — لورا کا شوہر تھے۔ لورا کا شوہر پستہ قد اور دبلا پتلا تھا، نیلی آنکھوں پر چشما لگا رکھا تھا، اور ہر بار جب 'ہرمیز' (Hermès) کے ڈبے سے سگریٹ نکالتا تو ہچکچاتا ہوا لگتا۔ ایلین، بے حد پرسکون، ان دونوں میں کی ایک جوان عورت سے نیویارک کی باتیں کر رہا تھا، اور ژوزی نے، ہلکی سی جمائی لیتے ہوئے، برابر والے کمرے میں جانے کا فیصلہ کیا جو لائبریری کا کام دیتا تھا۔ ''سب کو چاہیے کہ اسے اپنا ہی گھر سمجھیں،'' لورا نے اعلان کیا تھا۔ ''مجھے ایسی میزبان عورتوں سے کراہت محسوس ہوتی ہے جو خود کو اپنے مہمانوں پر مسلط کرتی ہیں۔'' اس کے الفاظ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ژوزی نے بک شیلوز کی تلاشی لے ڈالی جو بڑی احتیاط سے جھاڑ پونچھ کیے ہوئے لُساج اور والتیر کے خطوط کے شان دار ایڈیشنوں سے بھری ہوئی تھیں — اور ایک جاسوسی کہانی میں غرق ہوگئی۔ دس منٹ بعد، اس نے کتاب رکھ دی اور آنکھیں موند لیں۔ پانچ سال پہلے، وہ بالکل اسی کمرے میں اپنی ٹولی اور رواں بوائے فرینڈ کے ساتھ تھی: وہ پیرس سے کافی تیز کار چلاتے ہوئے پہنچے تھے، چار پانچ نفر جو مارک کی پرانی 'ایم۔جی۔' میں ٹھسابھس لدے ہوئے تھے، کیوں کہ اُن دنوں وہ ہمیشہ ایک ٹولی کی صورت کہیں جایا کرتے تھے۔ انھوں نے پوری رات گپیں مارتے اور ہنستے ہنساتے گزاری تھی، اور مارک روٹھا روٹھا لگ رہا تھا کیوں کہ خوش گپیوں کے بجائے وہ اسے بستر پر لے جانا چاہتا تھا۔ وہ سب کتنے اچھے دوست تھے، رقابت زدہ اور نرم و گداز! انھوں نے بھولے سے بھی تصور نہ کیا تھا کہ زندگی انھیں تتر بتر کر دے گی اور ایک دن انھیں کوئی چیز اپنے قہقہوں اور ایک دوسرے پر اپنے اعتماد سے بھی زیادہ اہم معلوم ہونے لگے گی۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی کہ یہ یادیں بہ یک وقت اتنی بہجت انگیز اور تکلیف دہ کیوں تھیں، کسی دھمکی کی طرح گراں کیوں محسوس ہو رہی تھیں، اور وہ یک بارگی اپنی آرام کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹھیک اسی لمحے اس کی نظر لورا کے شوہر پر جا پڑی جو ایک صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے بھی ژوزی کو دیکھا اور چونک پڑا۔ اس نے پوری شام ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا، سوا ایک مختصر اور سریع سے فقرے کے جب ایلین سیاست سے اپنی مکمل عدم دل چسپی کا اعلان کر رہا تھا۔ ''آدمی اس وقت تک بالغ نہیں

ہوتا جب تک اپنے اردگرد کی دنیا میں دل چسپی لینا شروع نہیں کرتا۔'' ایک جملہ جو گفتگو کی عام بھنبھناہٹ میں ڈوب کر رہ گیا۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور اسے اپنی جگہ ہی پر لیٹے رہنے کا اشارہ کیا۔

''مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ یہاں ہیں،'' وہ بڑبڑایا۔ ''کچھ پینا پسند کریں گی؟''

اس نے اپنا سر ہلا دیا۔

''دوسرے کمرے میں دھواں میری برداشت سے باہر تھا۔ کیا آپ ہی لُساج کو پڑھتے ہیں؟''

وہ مسکرایا اور کندھے اچکائے۔

''ماہر آرائش انھیں رکھ گیا ہے۔ ان کی جلدیں بے حد نفیس خیال کی جاتی ہیں۔ شاید سردیوں کی کسی شام، ایک اچھے پائپ اور گھٹنوں پر ایک وفادار کتے کے ساتھ، انھیں پڑھنے کا موقع مل جائے۔ ابھی تک تو نہیں ملا۔''

''بہت کام ہے؟''

''ہاں۔ سارا دن اعداد جمع کرتا رہتا ہوں، گنتی کرتا ہوں، ٹیلی فون کرتا ہوں۔ مضافات میں اس کنجِ عافیت کا ہونا بہت اچھا ہے جہاں آدمی شہر کی شوریدہ زندگی کے بعد سکون اور آسودگی محسوس کر سکتا ہے۔''

''ہاں، لورا نے کہا تھا کہ 'یہ' ہی ان کی واحد جائے پناہ ہے۔''

''ہاں۔''

اس کی ''ہاں'' میں کوئی چیز اس قدر طنزیہ تھی کہ وہ ہنسی سے پھٹ پڑی۔

''یہاں، ہمارے پاس اپنے بارے میں سوچنے کا وقت ہوتا ہے،'' اس نے کسی سبق کی طرح دہرایا، ''وقت کو گزرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں کھیت ہیں جن میں لوگ کبھی بھولے سے بھی نہیں لیٹتے، پھول ہیں جنھیں مالی چنتا ہے، زمین کی بو باس ہے جو آدمی کو خزاں میں دل گیر کر دیتی ہے۔''

وہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ کسی چھوٹے سے ساٹھ سالہ بچے جیسا تھا، بہ یک وقت گول مٹول اور جھریوں والا۔ اس کی آنکھیں چشمے کے پیچھے چمک رہی تھیں۔

''میری کسی بات پر توجہ نہ دیں، میں نے شاید زیادہ ہی پی لی ہو۔ جب بھی میری بیوی مخفلیں کرتی ہے، تو یہ جو نحوست مارے انڈے ہماری مرغیاں ہر روز دیتی پھرتی ہیں، ان کے بد ذائقے کو مارنے کے لیے میں بہت زیادہ برانڈی چڑھا لیتا ہوں۔ ہماری مرغیاں یارک شائر سے آئی ہیں۔ سبھی اعلا مرغیاں وہیں سے آتی ہیں۔''

''یہ یا تو بہت پیے ہوئے ہے یا بے حد ناخوش ہے،'' ژوزی کو خیال گذرا، ''یا پھر ایک خاص ظرافت کا مالک ہے۔'' اس نے آخری وضاحت کو جبلی طور پر قابلِ ترجیح سمجھا۔

''کیا لورا کے احباب آپ کو بہت زیادہ بے کیف کر دیتے ہیں؟''

''ذرا بھی نہیں۔ میں شاذ و نادر ہی یہاں ہوتا ہوں؛ مجھے کام کے سلسلے میں بہت سفر کرنے پڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر، آپ کے بارے میں نے پہلی بار پانچ سال پہلے سنا تھا، اس کے باوجود ہم پہلے کبھی نہیں ملے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے، کیوں کہ آپ بے حد دل کش ہیں۔''

اس نے اپنا آخری جملہ سر کی خفیف سی حرکت کے ساتھ ختم کیا اور جلد ہی یہ اور بڑھا دیا:

''آپ کے شوہر بھی بڑے پرکشش ہیں۔ آپ کے بچے بھی بڑے پیارے پیارے ہوں گے۔''

''میرے بچے نہیں ہیں۔''

''لیکن کبھی ہوں گے اور بہت خوب صورت ہوں گے۔''

''میرے شوہر بچے نہیں چاہتے،'' ژوزی نے برجستگی سے کہا۔

خاموشی کا لمحہ در آیا۔ اپنے جواب اور وہ جلد بازانہ اعتماد جو اس آدمی نے اس میں ابھارا تھا، وہ دونوں ہی پر پچھتا رہی تھی۔

''انھیں اندیشہ ہے کہ آپ بچوں کو ان پر ترجیح دینے لگیں گی،'' اس نے استحکام سے کہا۔

''یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟''

''یہ تو بالکل عیاں ہے۔ وہ صرف آپ کی طرف ہی دیکھتے ہیں، بالکل جیسے میری بیوی

صرف انھیں کی طرف دیکھتی ہے، اور آپ صرف خلا میں دیکھتی ہیں۔"

"ایک حسین مکڑی،" وہ خشک لہجے میں بولی۔

"ایک حسین چوکڑی اگر آپ یہ مان لیں کہ میں صرف اسٹاک ایکسچینج کے نرخوں کی طرف دیکھتا ہوں۔"

وہ ایک دوسرے کو تکتے رہے اور ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔

"اور آپ کی بلا سے؟" ژوزی نے پوچھا۔

"میں عمر کے اس خوش گوار حصے میں پہنچ چکا ہوں جہاں آدمی صرف ان لوگوں کی پروا کرتا ہے جو اس کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ جو آدمی کو تکلیف نہیں پہنچاتے ہیں۔ میرا مطلب وہ لوگ ہیں جو آدمی کی راست بازی کا احترام کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں گی، کسی نہ کسی دن یہ آپ کے ساتھ بھی ہوگا۔ اب میں معذرت چاہتا ہوں، میرا برانڈی کا گلاس خالی ہو گیا ہے۔"

وہ اٹھا اور ژوزی اس کے پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ دہلیز پر پہنچ کر دونوں نے توقف کیا، ایلن لورا کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ نیچے اس کی طرف اتنے پیار، اتنی حرص سے دیکھ رہی تھی کہ ژوزی پیچھے کی طرف سمٹ گئی۔ ایلن نے آنکھیں اوپر اٹھا کے جانا بوجھا اشارہ کیا جس سے وہ سرخ پڑ گئی۔ ایک لمحے کے لیے اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اشارہ دور کی نظر میں نہ آ گیا ہو، لیکن وہ پہلے ہی کمرا عبور کر کے بار کی طرف جا چکا تھا۔ بہ ہر کیف، اسے ایلن کے ان چھوٹے چھوٹے کھیلوں میں ملوث ہونے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔

جب وہ سونے گئے تو ژوزی نے اسے یہ بتا بھی دیا۔ وہ کمرے میں ادھر ادھر چکر لگاتا رہا، اور بڑی نپجنت بہیمیت سے وہ صورتیں بیان کرتا رہا جو لورا کی اس میں دل چسپی نے اختیار کی تھیں۔

"مجھے تمھاری قسم کی تفریح بازی سے دل چسپی نہیں۔ لوگوں کا اس طرح مذاق نہیں اڑانا چاہیے، خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔"

اس نے چکر لگانا بند کر دیا۔

"لگتا ہے تم اس طرح ہمیشہ نہیں سوچتی تھیں۔ تم گذرے وقتوں میں یہاں اکثر آیا

کرتی تھیں؟''

''کبھی کبھی۔''

''کن کے ساتھ؟''

''دوستوں کے ساتھ۔''

''متعدد یا صرف ایک دوست کے ساتھ؟''

''میں نے کہا دوستوں کے۔''

''تم نے کبھی مجھ سے 'یو' کے اس مضافاتی مکان کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے ساحل، سمندر، پہاڑوں، اور شہر کی کہانیاں تم سے کرید کرید کر نکلوائی ہیں لیکن مضافات کے بارے میں کبھی نہیں۔ کیوں؟''

اس نے اپنا سر تکیے میں غرق کر دیا۔ جب سانس لینے میں کچھ دشواری محسوس ہوئی، تو احتیاط سے اوپر اٹھایا۔ ایلن اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''خیر کوئی بات نہیں، میں پتا لگا لوں گا۔''

''لورا سے۔''

''تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟ تم سے، میری پیاری، اور بہت جلد۔''

اور یہ ایلن کے قیاس سے بھی زیادہ صحیح ثابت ہوا۔

لورا کے طرزِ عمل میں یقیناً کوئی بات عجیب تھی، کوئی للکار جو سرکشی کے قریب آتی تھی۔ جب ژوزی ناشتے کے لیے نیچے آئی، اپنے شوہر سے پہلے، تو لورا نے یہ آوازِ بلند اور بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور پھر ایلن کی مدح میں زمین و آسمان ایک کر دیے۔

''ابھی تک سو رہا ہے؟ ابھی تک بچہ ہی ہے، واقعی، اور بہت زیادہ نیند کی ضرورت ہے۔ ان نوجوان امریکیوں میں اتنی دل کشی کی بات یہی ہے کہ جب بھی ان سے ملو تو معلوم ہوتا ہے کہ بس یہ اسی لمحہ پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کو قہوہ چاہیے؟''

"نہیں، چائے۔"

"جب آپ کی ایلن سے ملاقات ہوئی تو آپ کا یہی تاثر نہیں تھا؟ کہ اس کا کوئی ماضی نہیں؟ کہ آپ سے پہلے اس کی زندگی میں کوئی اور عورت نہیں آئی تھی؟"

"قطعی طور پر تو نہیں،" ژوزی نے کسی قدر بے دھیانی سے کہا۔

"بس واحد نقص یہ ہے،" لورا نے خلل اندازی سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی، "کہ ان کے تصور میں ساری دنیا انھیں جیسی ہے۔ اس کے برخلاف، ہم یورپی..."

بعد کی بات ژوزی نے نہیں سنی۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے اپنی نظریں اٹھائیں اور پھر ٹوسٹ کا ٹکڑا اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اور اب، چہل قدمی کے بعد جس میں صبح کا بڑا حصہ لگ گیا اور جس کے دوران لورا نے ایک ثانیے کے لیے بھی ایلن کی بانہوں کو جدا نہیں ہونے دیا، اسے دوسرے مہمانوں سے کافی آگے کھینچے کھینچے چلتی رہی جو اتنی بہت سی تازہ ہوا پر حواس باختہ سے ہو گئے تھے، ژوزی کو میزبان خاتون کے لفظ یاد آئے اور خفیف سی حیرانی کے ساتھ سوچنے لگی کہ آخر اس کا مدعا کیا تھا۔ چوں کہ خوب دھوپ نکلی ہوئی تھی، سب مکان کے پیش رخ پر رکھی ڈیک چیئرز پر آ بیٹھے اور پھلوں کا عرق پیتے رہے۔ ژوزی ژاں پیئر دور کے لفظوں پر غور کر رہی تھی:... "کھیت جن میں لوگ کبھی بھولے سے بھی نہیں لیٹتے:" کہ لورا بڑے ہیجان زدہ موڈ میں کھڑی ہو گئی۔

"میں ایلن کو آپ کے پاس سے لیے جا رہی ہوں۔ میں اسے لنچ سے پہلے اپنا شان دار بالاخانہ دکھانا چاہتی ہوں۔"

یہ کہتے وقت وہ ژوزی کی طرف دیکھ کر مسکرائی، جو خود بھی جواباً مسکرا دی۔

"ژوزی، میں یہ نہیں تجویز کروں گی کہ آپ ہمارے ساتھ آئیں، میرا خیال ہے آپ پہلے ہی اسے دیکھ چکی ہیں۔"

ژوزی نے ایک مائل بہ گریز اشارہ کیا۔ یہ وہی بالا خانہ تھا جہاں، پانچ سال پہلے، لورا نے اسے مارک کے ساتھ پایا تھا، خاصی معیوب حالت میں۔ اُس وقت ان سبھوں نے اس دل بھاؤنے بالا خانے کے بارے میں خوب دل بھر کے ہنسی ٹھٹھول کیا تھا۔ اچھا، تو لورا کا خیال تھا کہ وہ اسے خوف دلا سکتی ہے، تو کیا دلا سکی تھی؟ اسے اتنا غصہ آیا کہ بری طرح زرد

پڑ گئی، اور نوجوان پینٹر نے اپنی خاموشی توڑتے ہوئے اسے سازبازانہ انداز میں پورٹ کا ایک گلاس پیش کیا، جس نے اس کے رہے سہے طیش کی کسر بھی پوری کر دی۔

''آپ کا مطلب اس بالا خانے سے ہے جہاں میں مارک کے ساتھ سوئی تھی؟'' اس نے اطمینان سے پوچھا۔

ایک دہشت ناک خاموشی چھا گئی۔ ژوزی ایلن کی طرف ملتفت ہوئی۔

''پتا نہیں میں نے کبھی تم سے اس کا ذکر کیا تھا یا نہیں۔ مارک نام کا ایک نوجوان تھا، جب میں بیس سال کی تھی۔ باقی تفصیل تمہیں لورا بہم پہنچا سکتی ہیں۔''

ایک نوجوان عورت ہنسی سے پھٹ پڑی، یقیناً اس لیے کہ کچھ کہنا ناممکن تھا، اور نوخیز پینٹر نے اتباع کیا۔

''اس گھر میں کس نے گل چھرے نہیں اڑائے ہیں!'' پینٹر نے زندہ دلی سے کہا۔ ''یہ بڑی آؤ بھگت کرنے والا گھر ہے۔''

''آپ کا ردِ عمل تھوڑا سا بے محل ہے،'' لورا نے بپھر کر کہا۔ ''اور خدا کا شکر کہ مجھے ژوزی کی رنگ رلیوں کی تفصیل نہیں معلوم۔''

''میری بیوی کی گذشتہ رنگ رلیاں اس کا اپنا معاملہ ہیں،'' ایلن نے بڑی مہربانی سے کہا، ژوزی کے بالوں کو چومنے کے لیے جھکتے ہوئے۔

''یہ مجھے کاٹنے والا ہے،'' ژوزی نے یک لخت سوچا اور ان تمام سوالوں اور طیش کے دوروں کی پیش بینی کرتے ہوئے جو اس کا جذباتی ابال ابھارنے والا تھا، آنکھیں موند لیں، جو پہلے ہی بے دم ہو چکی تھیں۔ وہ واقعی بڑی گاؤدی تھی۔ ایلن اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ وہ اتنا زیادہ خوش نظر آ رہا تھا کہ ہو نہ ہو یا تو پاگل تھا یا شدید نیوراتی۔ اس سے قبل کہ کوئی ہول ناک بات ہو جائے ژوزی کو اسے چھوڑ دینا چاہیے، اس سے پہلے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ لیکن اس نے اپنی نشست سے جنبش تک نہ کی۔ اور یہی فلموں کے ساتھ اس کا معاملہ تھا: وہ کبھی ان کے ختم ہونے سے پہلے نہیں چلی جاتی تھی۔

اگلے دو ماہ تک ان کی گفتگو کا واحد موضوع مارک رہا۔ اس کی مارک سے ملاقات کیسے ہوئی تھی، اسے اس کی کیا چیز پسند تھی، اور یہ کب تک چلتا رہا؟ اسے ایک معمولی سے واقعے میں گھٹانے کی اس کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں: حد تو یہ ہے کہ تحقیر تک ایلن کے تصور کو بھڑکانے کے لیے کافی تھی۔ کیوں کہ بالآخر، اگر وہ اس قدر کم اہم تھا، اتنا ہی بے حیثیت جس کی وہ مدعی تھی، تو یقیناً کوئی اور بات رہی ہوگی، کوئی اور بات جس کا وہ ذکر نہ کرسکتی ہو۔ صورتِ حال اتنی بگڑ چکی تھی کہ وہ ہر اس موقعے پر جھپٹ پڑتی جو انھیں شام باہر لے جاسکے، اور اتنی دیر تک باہر رکھے جب تک کہ وہ تھک کر چور نہ ہوجائیں، صرف اس لمحے کو التوا میں ڈالنے کے لیے جب اپنی کہنیوں کے بل اٹھ کر وہ کہے گا: ''اس کے ساتھ 'اس کا' زیادہ مزا آیا تھا، آیا تھا نا؟'' اور اس کے بعد سوالوں کا ایک سیلاب، ہمیشہ بڑے نپے تلے، بعض اوقات خاصے ناشایستہ، جن سے اسے نفرت تھی۔ اس طرزِ عمل کے دو ماہ بعد، ژوزی کا چہرہ بسیار شراب نوشی سے پھول گیا تھا، اور آنکھوں کے گرد تاریک حلقے پڑ گئے تھے۔ اچانک اس نے بغاوت کردی۔ وہ دس بجنے سے پہلے ہی سونے جانے لگی، ورزش کرنے لگی اور ایلن کی منتوں سماجتوں اور دھمکیوں کا جواب بڑی ہٹ دھرم خاموشی سے دیا۔ اس کے ہر ہر فقرے میں ایک دام بچھا تھا اور متعدد بار اس نے خود کو اس سے نفرت کرتے ہوئے محسوس کیا۔

لورا دور اب ہمہ وقت ان کے ساتھ سایے کی طرح لگی رہتی۔ تقریباً ہر شام وہ ساتھ گزارتے، عام طور پر اسی کے گھر، کیوں کہ وہ بڑے خوش گوار ڈنر دیا کرتی تھی، جس کے بعد ایلن اسے مختلف نائٹ کلبس میں لے جاتا، تا آں کہ فجر ہوتے تک لورا بدحال ہوجاتی، لیکن خوشی سے سرشار، اور دیکھنے میں اپنی عمر سے دس سال زیادہ بڑی لگتی۔ وہ اکثر دوپہر انھیں کے ساتھ گزارتی اور اس نے ایلن کی تصویروں کے لیے اپنے میں زبردست اشتیاق پیدا کرلیا تھا۔ وہ سب سے یہی کہتی پھرتی کہ وہ کتنا شان دار جوان جوڑا تھے اور ان کی رفاقت میں وہ خود کو کس قدر نوعمر محسوس کرتی تھی۔ اس کے نمودار ہوتے ہی ژوزی رفوچکر ہوجاتی، اسے ڈرائنگ روم اور اسٹوڈیو کے درمیان چکراتا ہوا چھوڑ کر جہاں ایلن، ایک تماشائی کی موجودگی

سے عیاں طور پر شاداں، پینٹ کرتے ہوئے بڑے مبالغہ آمیز انداز میں بولے جاتا۔ جب ژوزی واپس آتی تو انھیں آرام کرسیوں میں غرق پاتی، شام کی پہلی کاک ٹیل کی چسکیاں لیتے ہوئے۔ چوں کہ اب اس نے پینا چھوڑ دیا تھا، ان کی گفتگو کو سمجھنے میں اسے شدید دقت پیش آتی۔ اس نے لورا کے چہرے پر ابھر آنے والی تازہ جھریوں کو کنکھیوں سے دیکھا، آنکھوں کے نیچے کی پھولن کو اور اس شیطانی اشتیاقِ خاطر کو جس کے ساتھ ایلن بار بار اس کا گلاس بھر رہا تھا۔ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی طرف مہر و التفات سے متوجہ ہونے سے غافل نہ ہوتا، اس کی زندگی کی ادنا سے ادنا جزئیات کی بابت پوچھتا، اور گھنٹوں اس کے ساتھ رقص کرتا۔ ژوزی کو ذرا علم نہ تھا کہ وہ کیا گل کھلانے والا ہے۔

ایک شام ذرا دیر سے گھر لوٹنے پر اسے بیرنارد، لورا اور ایلن کے درمیان بیٹھا ہوا ملا۔ وہ حال ہی میں بیرون ملک سے لوٹا تھا، اور اگرچہ اس نے اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈال دیں، بیرنارد شدید مغموم نظر آیا۔ جیسے ہی لورا چلی گئی، وہ ژوزی کی طرف مڑا۔

''تم دونوں کیا کھیل کھیل رہے ہو؟''

ژوزی نے اپنی بھویں اوپر اٹھائیں۔

''ہم کیا کھیل کھیل رہے ہیں؟''

''ہاں۔ تم اور ایلن۔ تم اس بیچاری لورا کو کیا نقصان پہنچانے کی کوشش میں ہو؟''

''کوئی نقصان نہیں، جہاں تک میرا تعلق ہے۔ بہتر ہوگا کہ خود ایلن سے پوچھو۔''

ایلن مسکرایا، لیکن بیرنارد نے اس کی طرف رخ نہیں کیا۔

''میں تم سے پوچھ رہا ہوں، ژوزی۔ تم ہمیشہ بڑی مہربان ہوا کرتی تھیں۔ اس بدبخت عورت کا مکمل تماشا بنانے سے تم لوگوں کو کیا ملے گا۔ ہر فرد و بشر اس پر ہنس رہا ہے۔ یہ مت کہنا کہ تمھیں معلوم نہیں۔''

''مجھے معلوم نہیں،'' ژوزی نے برہمی سے کہا۔ ''بہ ہر کیف، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

''بالکل ہے، اس معنی میں کہ تم نے اس ننھے سادیت پسند کو اس کی زندگی تباہ کرنے دی، اس کی اجازت دی کہ اس کو شراب اور اس کے دماغ کو جانے کیا الا بلا خیالات سے بھر

دے۔"

ایلن نے ستائشی انداز میں سیٹی بجائی۔

"ننھا سادیت پسند... اس کے بعد مجھے کس خطاب سے نوازو گے؟"

"تم لورا کو اس خوش فہمی میں کیوں مبتلا کر رہے ہو کہ اس سے محبت کرتے ہو یا بس کرنے کی دہلیز پر کھڑے ہو؟ تم نے اسے اتنی واہیات حالت کو کیوں پہنچادیا ہے؟ اسے غارت کر کے تم کس کا حساب چکا رہے ہو؟"

"میں کسی کا حساب نہیں چکا رہا ہوں۔ بس تھوڑی سی تفریح لے رہا ہوں۔"

ایلن بڑی درندگی کے ساتھ بولا تھا۔ بیرنارد بپھر گیا۔ ژوزی کو یاد آیا کہ 'یو' کے قدیم خوش آیند دنوں میں لورا اور بیرنارد کے معاشقے کا بڑا چرچا رہا تھا۔

"تمہارا تفریح کا جو تصور ہے اس کی توقع تم ہی جیسے کسی سے کی جاسکتی ہے۔ ضرورت سے زیادہ مال دار تھا سا نرگسیت زدہ قابلِ نفرت آدمی۔ تم دونوں ایک احمقانہ زندگی گزار رہے ہو، تم اس لیے کہ خدا جانے کس بے زار کن نفسیاتی الجھن کا شکار ہو، اور ژوزی مارے بزدلی کے، جو اور بھی بدتر ہے۔"

"تم ہمیشہ ہی بڑے پرکشش موڈ میں لوٹتے ہو،" ژوزی بولی۔ "دورہ کیسا رہا؟"

"تم اس مسخرے کو چھوڑ دینے کا فیصلہ آخر کب کرو گی؟"

ایلن اٹھ کھڑا ہوا، ایک گھونسا اس کی طرف تانا، اور لڑائی ہوگئی، جو، چوں کہ دونوں ہی اناڑی تھے، اجڈ اور ناشایستہ دونوں ہی ثابت ہوئی۔ بایں ہمہ دونوں ہی کافی تاؤ میں آئے ہوئے تھے۔ اچانک بیرنارد کی کہنی سے ٹکراتے ہی ایلن کی ناک سے خون جاری ہوگیا۔ بوتلوں بھری میز الٹ گئی، جن قالین پر بہنے لگی، گلاس کرسیوں کے نیچے لڑھکنے لگے، اور ژوزی نے چلا کر دونوں سے بس کرنے کے لیے کہا۔ وہ الوؤں کی طرح ایک دوسرے کو گھورتے رہے، اس حال میں کہ ان کے بال ہر طرف بکھرے ہوئے تھے، اور ایلن نے اپنی ناک سے خون صاف کرنے کے لیے رومال نکالا۔

"چلو بیٹھ جائیں،" ژوزی بولی۔ "ہاں، تو ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟"

"ژوزی، مجھے معاف کردو،" بیرنارد بولا۔ "لورا پرانی دوست ہے، گو میری جان اس

سے ضیق میں آجاتی ہے، اور اس نے بہت سوں پر بڑی مہربانیاں کی ہیں۔ تاہم مجھے کبھی یہ گمان بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کی عزّت آبرو بچانی پڑ جائے گی۔"

"سؤر کی طرح میرا خون بہ رہا ہے،" ایلن نے کہا۔ "اگر معلوم ہوتا کہ مجھے ژوزی کے تمام عاشقوں سے دو دو ہاتھ کرنے پڑیں گے تو اس سے شادی کرنے سے پہلے جا کر فوجی بحریے سے باقاعدہ درس لیتا۔"

وہ ہنسنے لگا۔

"بیرنارد، کیا تم کبھی کسی سے واقف رہے ہو جو فلاں مارک کہلاتا تھا؟"

"نہیں،" بیرنارد نے سختی سے کہا۔ "تم یہ مجھ سے پہلے بھی پوچھ چکے ہو۔ اور اس کا لورا سے کوئی تعلق نہیں۔"

"میں لورا کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔ میری نظر اس کے پیسے پر نہیں، اور نہ ہی اس کی عفت پر ہے۔ لورا فن کار ہے، بس اتنی سی بات ہے۔ درحقیقت، وہ میری نمائش کی سرپرستی کرنے والی ہے۔"

"تمہاری نمائش؟" ژوزی نے پوچھا۔

"بالکل۔ وہ کل یہاں ایک آرٹ کے نقاد کو لائی تھی۔ لگتا ہے میری پینٹنگز بہت اچھی ہیں۔ میں ایک ماہ کے اندر اندر ان کی نمائش کر رہا ہوں، تو پیاری ژوزی، امید ہے کہ میں یہ ثابت کر دکھاؤں گا کہ میں اب اتنا طفیلی نہیں ہوں جس کا تمہارے دوست کو دعوا ہے۔"

"یہ نقاد کون تھا؟" ژوزی نے دریافت کیا۔

"میرے خیال میں اس کا نام دومیئے تھا۔"

"وہ بڑے اعلا پایے کا نقاد ہے،" بیرنارد بولا۔ "مبارک باد۔ امید کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو گے۔"

وہ بے حد سرد نظر آ رہا تھا۔ ہنوز حواس باختہ، ژوزی اسے دروازے تک چھوڑنے آئی۔

"اس کی بابت کیا خیال ہے؟"

"میری رائے نہیں بدلی ہے،" بیرنارد نے برہمی سے کہا۔ "یہ تمہیں ایک لحہ بھی سکون

نہیں لینے دے گا، اگر وزیر اعلا بن جائے تب بھی نہیں۔ تو پینٹر کی حیثیت سے تم خود اندازہ کرلو! کاش میں نے کبھی تمھیں ڈھونڈ نکالنے میں اس کی مدد نہ کی ہوتی۔"

"یہ تم کیوں کہہ رہے ہو؟ لورا کی خاطر؟"

"ہاں، منجملہ دوسری باتوں کے۔ میں اسے تھوڑا سا سر پھرا لیکن بھلا خیال کرتا تھا۔ یہ بھلا کہاں ہے، نپٹ باولا ہے۔"

"مبالغے سے کام نہیں لے رہے؟" وہ بولی۔

وہ اندھیرے میں لینڈنگ پر کھڑے تھے اور اس نے ژوزی کی کلائی پکڑی ہوئی تھی۔

"یہ تمھیں تباہ کر ڈالے گا۔ کسی خوش فہمی میں نہ رہنا۔ بھاگ جاؤ، کہ اب بھی وقت ہے۔"

اس نے احتجاج کرنا چاہا، لیکن بیرنارد سیڑھیاں اترنے لگا تھا۔ وہ تفکر کے عالم میں ڈرائنگ روم میں واپس آ گئی۔ ایلن اس کے پاس آیا اور اپنی آغوش میں لے لیا۔

"عجیب چکر رہا.... میری ناک بے حد دکھ رہی ہے۔ تمھیں میرا مظاہرہ پسند آیا؟"

ژوزی نے شام اس کی ناک کا ورم گھٹانے کے لیے پانی سے تر پٹیاں لگانے اور اس کے ساتھ مل کر ہلکے پھلکے منصوبے بنانے میں گذاری۔ وہ کسی لاچار بچے کی طرح تھا جس نے صرف اسے خوش کرنے کی خاطر پینٹنگ اختیار کی تھی۔ وہ اس کی بانہوں میں پڑے پڑے سو گیا، اور ژوزی بڑے پیار سے اسے دیر تک سوتا ہوا دیکھتی رہی۔

دورانِ شب وہ جگ پڑی، پسینے میں شرابور۔ بیرنارد کی بات موثر ثابت ہوئی تھی۔ اس نے خواب دیکھا کہ لورا 'یو' میں گھاس کے قطعے پر مسخ شدہ حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ اور اس کے باوجود کہ ژوزی مدد کے لیے پکار رہی تھی، لوگ بغیر دیکھے اس کے پاس سے گزرے چلے گئے۔ وہ ایک آدمی سے دوسرے کی طرف دوڑی، انھیں لورا کو دکھایا، لیکن وہ برہم نظر آئے اور بولے، "اسے کچھ بھی تو نہیں ہوا۔" ایلن آرام کرسی پر بیٹھا مسکراتا رہا تھا۔ ژوزی بستر سے اٹھی، لڑکھڑاتے ہوئے غسل خانے گئی، پانی کے دو بڑے بڑے گلاس پیے، اور سوچا کہ شفاف، بے مائع کو اپنے حلق سے نیچے اترتے ہوئے محسوس کرنے سے وہ کبھی بے زار نہیں ہوگی۔ ایلن خفیف سا غرایا، اور ژوزی نے اس پر نگاہ ڈالی۔ وہ غسل خانے سے آتی ہوئی

روشنی کی شعاع میں پیٹھ کے بل پڑا ہوا نیم مردہ لگ رہا تھا، اور اس کا حسین چہرہ سوجی ہوئی ناک کے باعث بگڑا ہوا تھا۔ وہ مسکرائی۔ پانچ بجے کا عمل تھا اور اس کی نیند بالکل رفو چکر ہو گئی تھی۔ ڈریسنگ گاؤن اٹھ کر وہ پنجوں کے بل چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

ڈرائنگ روم میں فجر کی اولین پیاری سی روشنی، نیم خوف رساں، نیم اطمینان بخش، تھوڑی تھوڑی نظر آنے لگی تھی۔ وہ آرام کرسی گھسیٹ کر کھڑکی کے پاس لائی اور اس پر بیٹھ گئی۔ سڑک ویران پڑی تھی، ہوا صاف شفاف اور تازہ تھی۔ اچانک اسے نیویارک سے اپنی واپسی کا سفر یاد آ گیا۔ وہ دوپہر کو روانہ ہوئی تھی، اور چھ گھنٹے بعد جب پیرس پہنچی تھی تو نصف شب کا عمل تھا۔ صرف آدھ گھنٹے ہی میں اسے نے صبح کے جگمگاتے ہوئے سورج کو غروب ہوتے ہوئے، سرخ پڑتے ہوئے اور پھر غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا، جب کہ شام کے سایے ہوائی جہاز کے خلاف حملہ آور ہو رہے تھے، پورٹ ہولز کے برابر سے نیلے، فالسائی، اور آخراً کالے کالے بادلوں کی قطاروں میں گزر رہے تھے۔ صرف ایک لمحے کی مدت میں وہ رات کے اندھیروں میں چلی آئی تھی۔ اسے ایک عجیب سی خواہش محسوس ہوئی کہ بادلوں کے اس سمندر میں نہائے، فضا، ہوا، اور پانی کے اس آمیزے میں جو اسے تصور میں اپنی جلد پر اس قدر لطیف اور گداز محسوس ہوا تھا، اور جو اسے اس طرح گھیرے لے رہا تھا جیسے بچپن کی یادیں۔ ان سماوی مناظر میں کوئی چیز حیرت انگیز تھی، کوئی چیز جو انسان کی زندگی کو ایک احمقانہ خواب میں جو ''غوغا اور ہیجان سے سرتاسر لبریز'' تھا گھٹا دیتی تھی، ایک خواب جو اس رومان پرور شانتی کے زیاں پر حاصل ہوا تھا جو آنکھوں کو بہجت سے بھر دیتی تھی اور جسے سچی، حقیقی زندگی ہونا چاہیے تھا۔ اکیلا ہونا، اکیلا اور ریت کے ساحل پر پڑے ہونا، وقت کو گذرنے دینا جیسا کہ وہ اس وقت گذرتا ہوا محسوس کر رہی تھی، یہاں اس خالی کمرے میں جہاں صبح کا ذوب مخل ہوتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ زندگی سے فرار، اس سے فرار جسے دوسرے زندگی کہتے تھے، تمام احساسات سے فرار، خود اپنی خوبیوں اور خود اپنی خرابیوں سے، کروڑوں کہکشاؤں میں سے ایک کے سولاکھویں حصے پر ایک آنی جانی تنفس سے زیادہ اور کچھ نہ ہونا۔ اس نے جسم پھیلایا، ہاتھوں کے گٹے چٹخائے، اور بے حرکت ہو گئی۔ ایلن یا بیرنارد یا لورا نے کتنی بار اس ناقابل ترسیل احساس کا تجربہ کیا تھا؟— کتنی بار انھوں نے اسے لفظوں میں اتارنے کی

کوشش کی تھی جنھوں نے اسے فوراً مسخ کر کے رکھ دیا تھا؟ ہڈیوں، خون اور سرمئی مادّے کے یہ ناتواں مجموعے جو معدوم ہونے سے پہلے ایک دوسرے سے چھوٹی چھوٹی خوشیاں، چھوٹے چھوٹے دکھ درد جھپٹ لیتے تھے... وہ مسکرائی۔ اسے خوب اچھی طرح معلوم تھا ان کی زندگی کے مسائل کا ایک نسبتاً زیادہ خردمند لاتعناہیت سے مقابلہ کرنا کس قدر بے سود تھا۔ دن بس نکلنے ہی والا تھا، منہ زور، لفظوں اور جنبشوں کا طالب۔

"مبارک باد، موسیو۔ آپ کی پینٹنگ میں کوئی نئی بات ہے، ایک..."

اجنبی نے ایک وسیع دائرے کی شکل میں اپنا ہاتھ پھرایا، اس لفظ کو ٹٹولتے ہوئے جو اس کے ذہن میں تھا، اسے پالیا:

"ایک خاموشی۔ بالکل یہی، فن کی ایک نئی خاموشی۔ بے حد متاثر کرنے والی۔"

ایلن مسکرایا، اور تشکر سے جھک گیا۔ وہ بہت متاثر ہوا تھا، نمائش بے حد کام یاب رہی تھی۔ لورا نے اس کا انتظام بڑی مہارت سے کیا تھا، پبلسٹی بڑی جالبِ توجہ تھی۔ اخباروں نے توانائی، جدت، اور گہرائی کا ذکر کیا۔ عورتیں ایلن کی طرف دیکھتیں۔ لوگوں کو تعجب تھا کہ اس سے پہلے انھوں نے اس نوعمر امریکی کے بارے میں نہیں سنا تھا جو تحریک کی تلاش میں پیرس آیا تھا۔ سرگوشیوں میں کہا گیا کہ وہ ایک مال بردار بحری جہاز پر آگ جھونکنے والے کے طور پر آیا تھا۔ ان سب باتوں نے ژوزی کو لاتحاشا لطف پہنچایا ہوتا اگر، نمائش سے پہلے کے تین ہفتوں میں، ایلن اس قدر ابتر نہ نظر آیا ہوتا۔ یہ مدت انھوں نے اپنے اپارٹ مینٹ سے قدم باہر رکھے بغیر گزاری تھی، ایلن اندیشوں سے بیٹھا کراہتا رہتا، رات کو اٹھ کر اپنی تصویروں کو دیکھتا اور ژوزی کو بھی اٹھا دیتا، اپنے رنگوں کے برشوں کے بارے میں اس طرح بات کرتا جیسے اس کی زندگی کا سارا دارومدار انھیں پر ہو، لورا تک کو اپنے جذباتی تعصب اور ضمیر سے اپنے دنگلوں سے خوف زدہ کر دیتا، اور ژوزی کو مجبور کرتا کہ ہمہ وقت اس کے ساتھ رہے، ماں، داشتہ، یا نقاد کے قالب میں۔ لیکن وہ خوشی محسوس کر رہی تھی۔ کم از کم وہ اپنے علاوہ کسی اور چیز

میں دل چسپی تو لے رہا تھا، اپنے کام کے بارے میں احترام اور جوش کے ساتھ باتیں تو کر رہا تھا۔ اس نے کسی چیز کو تخلیق کیا تھا۔ اچانک ان کا باہم زندگی گذارنا بارِ دگر ممکن ہو گیا تھا، ایسی زندگی جس میں وہ اس کا ضرورت مند تھا، ظاہر ہے، لیکن جس طرح ایک مرد ایک عورت کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اب اس کے پاس اس کے علاوہ کچھ اور بھی تھا۔ تو ژوزی آسودگی کے ساتھ لورا دورکوفن کی دیوی کا کردار انجام دیتے ہوئے دیکھتی رہی، اور ایلن کو ذہنی طور پر رفتہ رفتہ راہ پر آتے ہوئے، آسودگی اور خود کو کسی قدر برتر محسوس کرتے ہوئے: وہ مارک کے مقابلے میں وان ڈائیک کے بارے میں گفتگو کرنے کو ترجیح دیتی تھی۔ جب سیورین، سیاہ کورڈورائے میں ملبوس، گھومتا گھامتا اس کی طرف آیا تو ژوزی نے سرگوشی میں یہ بات اس سے کہی۔

''میں غم گساری کر سکتا ہوں،'' وہ مسکراتے ہوئے بولا: ''اس نے اپنے سوالوں سے میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ پتا ہے تمہیں، تقریباً ایکو ایک پینٹنگ بک گئی ہے؟''

''ہاں۔ کیا خیال ہے اس بارے میں؟''

''زبردست۔ اس سے مجھے خیال آتا ہے... اور...''

''اب اتنی زیادہ کوشش نہ کرو،'' ژوزی بولی۔ ''مجھے یقین ہے تم اس کی بابت رتی برابر نہیں جانتے۔''

''بالکل درست کہا۔ کیا بعد میں ہم لورا کے ساتھ ڈنر کھا رہے ہیں؟ ذرا اسے دیکھو تو سہی، یوں لگتا ہے جیسے یہ سب اسی کا کارنامہ ہو۔''

''وہ خوشی سے باغ باغ ہو رہی ہے،'' ژوزی بولی، لورا کے لیے لاتحاشا مہربانی محسوس کرتے ہوئے۔ ''اور ایمان کی پوچھو تو اس نے ایلن کی بہت مدد کی ہے۔''

''یہی سب کہہ رہے ہیں،'' سیورین نے تیزی سے بات جاری رکھی۔ ''اب تمہیں بہت سارے کینہ توز طعنے سننے پڑیں گے۔''

''مجھے اس قسم کا پارٹ ادا کرنا پسند ہے،'' ژوزی نے ذرا سا شانے جھٹک کر جواب دیا۔

''تا وقتے کہ لوگ تمہیں سکون سے چھوڑ دیں؟''

دونوں ٹھٹھا مار کر ہنسنے لگے۔ ایلن نے پلٹ کر دیکھا، تیوری چڑھائی، اور سیوریں پر نظر پڑتے ہی کر مسکرانے لگا۔

"بڑی اچھی بات ہے کہ آپ آئے۔ نمائش کیسی لگی؟"

"ایک دم زبردست،" سیوریں نے کہا۔

"عام خیال یہی معلوم ہوتا ہے،" ایلن نے خود اطمینانی کی مختصر سی ہنسی کے ساتھ کہا، اور اپنے کسی نئے مداح کی طرف ملتفت ہوگیا۔

سیوریں نے گلا صاف کیا، تھوڑی سی خجالت محسوس کی، اور ژوزی سرخ پڑ گئی۔

"اب اگر یہ اپنے کو پکاسو سمجھنے لگتا ہے...."

"جو اپنے کو اوتھیلو سمجھنے سے بہتر ہے، میری پیاری۔"

وہ ژوزی کو تیزی سے اپنے ساتھ لے چلا۔ وہ گیلیری سے نکلے اور ایک قہوہ خانے کے باہر جا بیٹھے۔ ہوا نرم و گداز تھی، سورج 'آں والیدے' کے عقب میں غروب ہورہا تھا، اور سیوریں بک بک کرتا رہا جسے ژوزی بے توجہی سے تھوڑا بہت سنتی رہی۔ اسے صرف دس روز پہلے کا ایلن کا تنا ہوا چہرہ یاد آ گیا: "تمھارے خیال میں یہ اچھی ہیں؟ تمھارے خیال میں یہ کسی قابل ہیں؟ مہربانی سے مجھے ضرور بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے۔" اور پھر اس کا یہ چند منٹوں پہلے والا تاثر: "عام خیال یہی معلوم ہوتا ہے۔" یہ تبدیلی کچھ زیادہ ہی اچانک تھی، عام طور پر ایلن بڑا ذہین واقع ہوا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نام کو بھی گھمنڈ نہیں تھا۔

"تم مجھے نہیں سن رہیں، نہیں سن رہیں نا؟"

"میں بالکل سن رہی ہوں، سیوریں۔"

اس نے مٹھی زور سے میز پر ماری۔

"نہیں، تم نہیں سن رہیں۔ جب سے واپس لوٹی ہو، تم نے کبھی میری بات نہیں سنی ہے۔ تم کسی کی بات نہیں سنتی ہو، تم ہمیشہ ہی کسی موقعے کی تلاش میں رہتی ہو۔ تم دونوں ہی بھوتوں کی طرح ہو۔ میرے خیال میں تمھیں یہ معلوم ہے؟"

"ہاں۔"

"یہی اصلی بات ہے۔"

سیوریں کے لہجے کی گمبھیرتا پر وہ چونک پڑی، اس کی طرف ملتفت ہوئی، پھر غصے میں بولی۔

''تم بالکل بیرنارد کی طرح باتیں کرتے ہو۔ کیا تم ہماری نجی زندگی میں ضرورت سے زیادہ دل چسپی نہیں لے رہے؟''

''بیرنارد کو اپنی نیبڑنی چاہیے، اور اسی طرح مجھے اپنی۔ لیکن وہ تمہارا گرویدہ ہے، اور میں بھی ہوں۔''

ژوزی نے جذبات سے عاری انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''معاف کردو۔ میں اس سخت مخمصے میں آ پڑی ہوں.... واقعی مجھے پتا نہیں کہ کہاں ہوں۔ بتاؤ، سیوریں، تمہارے خیال میں.... میرا کیا قصور ہے؟''

اس نے نہیں پوچھا ''کیا؟'' لیکن اپنا سر ہلا دیا۔

''تمہارا قصور نہیں ہے، جیسا کہ تم کہتی ہو۔ اس قسم کی چیز کبھی بھی کسی کا قصور نہیں ہوتی۔ لیکن اگر تمہارا مطلب ہے کہ اس کا دارومدار تم پر ہے کہ، شاید، تم معاملہ کو سلجھا سکتی ہو، تو میرے خیال میں تو نہیں۔ شروع شروع میں تو اس نے مجھے بھی تقریباً شیشے میں اتار لیا تھا، اپنی سادہ لوحی سے۔ اگر اس نے لورا کی یہ حالت نہ کردی ہوتی...''

''کیا حالت؟''

''اسے دیوانگی کی حد تک اپنی محبت میں مبتلا کرنا، اس سے روز روز جا کر ملنا، اسے چندھیا دینا لیکن اسے چھونا تک نہیں۔... خدا کے واسطے، وہ خواب آور گولیوں اور مُسکّن دواؤں پر جی رہی ہے۔ دور اسے اپنے ساتھ مصر لے جانا چاہتا تھا، لیکن تمہارے شوہر کی حالت اتنی غیر ہوگئی اور بولا: 'تمہارے بغیر میں کیا کروں گا؟ میری نمائش کا کیا ہوگا؟ وہ نہیں گئی۔''

''مجھے معلوم نہیں تھا۔''

''تمہیں معلوم ہی کیا ہے۔ تم چیزوں میں الجھ جانے سے اتنی خائف ہو کہ بیٹھی بیٹھی اور چیزوں کے خواب دیکھتی رہتی ہو۔ معلوم تو ہو یہ اور چیزیں آخر ہیں کیا؟''

وہ ہنسنے لگی۔

''کوئی سنسان پانی کا ریتیلا کنارا۔''

''قدرتی بات ہے۔ ایک معاشقے سے بے زار ہوتے ہی یا یہ سوچ کر کہ کوئی غلطی کر بیٹھی ہو، تم سنسان پانی کے کناروں کے خواب دیکھنے لگتی ہو۔ یاد ہے تمہیں...؟''

اسے یہ دیکھ کر تفریح محسوس ہوئی کہ ژوزی نے جبلی طور پر اپنے دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

''گھبراؤ مت، وہ یہاں نہیں ہے۔''

''یہ محض معاشقہ ہی نہیں ہے، سیوریں۔ وہ میرا خاوند ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں بھی اس کی پروا کرتی ہوں۔''

''اب اتنی روایتی بھی نہ بنو۔ تم نے صرف اسی سے شادی کی۔ دوسروں سے نہیں۔ تو کیا ہوا؟ بھاگو مت، جب تم غصے ہوتی ہو تو مجھے بڑی دل کش لگتی ہو۔''

وہ سڑک پر اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ بار بار دبی آواز میں بڑبڑاتی رہی: ''میں ویسی نہیں ہوں، میں ویسی نہیں ہوں،'' تا آں کہ جو وہ کہہ رہی تھی وہ بالآخر اس کی گرفت میں آ گیا۔

''بے شک تم ویسی نہیں ہو۔ تم ایک زندہ دل، شادماں زندگی کے لیے تخلیق کی گئی تھیں، اور کسی ایسے سے محبت کرنے کے لیے جو ہمہ وقت تمہارے گلے کا ہار نہیں بنا رہتا۔ مجھ سے ناراض ہو، ژوزی؟''

جب وہ واپس گیلیری پہنچ رہے تھے تو وہ مڑی اور روکھے پن سے بولی، ''نہیں،'' اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ وہ ایلن کو ڈھونڈ رہی تھی۔ ''ایلن، میری جان، تم جو مجھ سے اتنی زیادہ محبت کرتے ہو، تم جو دیوانے ہو، تم جو دوسروں کی طرح نہیں، ایلن، مجھ سے کہو کہ یہ سب غلط ہیں، کہ یہ اس کی بابت کچھ نہیں سمجھتے، کہ یہ ابد تک قائم رہے گا۔'' وہ تقریباً اس سے ٹکرا گئی جب ایلن آخری مہمان سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

''کہاں چلی گئی تھیں؟''

''سیوریں کے ساتھ بیر پینے۔ یہاں بڑا گھمس ہو رہا تھا۔''

''سیوریں کے ساتھ، عجیب بات ہے۔ میں نے پانچ منٹ پہلے اسے یہیں دیکھا

تھا۔"

"یہ ناممکن ہے۔ خدارا، اب پھر نہ شروع ہو جانا۔"

اس نے ژوزی کو گھور کر دیکھا اور ہنسنے لگا۔

"ٹھیک کہتی ہو۔ یہ بڑا زبردست دن ہے۔ چلو اپنے چھوٹے چھوٹے خلل بھول جائیں۔ پینٹنگ کو راستہ دیں۔ جوہر کو آنے دیں۔"

اب وہ اس کے ساتھ تنہا تھی۔ گیلیری خالی پڑی تھی۔ لورا نے کار سے ان کی طرف ہاتھ ہلایا۔ ایلن نے ژوزی کا شانہ تھام لیا اور اسے اپنی ایک پینٹنگ کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"اسے دیکھتی ہو؟ یہ بالکل دوکوڑی کی ہے۔ یہ پینٹنگ نہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا جنون ہے جسے رنگوں میں جگایا گیا ہے۔ تمہیں بتاتا ہوں کہ تیز فہم نقاد اس سے فریب میں نہیں آئے تھے۔ یہ ایک خراب پینٹنگ ہے۔"

"یہ تم کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟"

"کیوں کہ سچ یہی ہے۔ مجھے ہمیشہ معلوم رہا ہے۔ اور تم کیا سمجھتی ہو؟ کہ میں خود اپنے واہمے کے فریب میں آ گیا ہوں؟ کیا تم مجھ اس سے بہتر نہیں جانتیں؟"

"کیوں؟"

وہ مبہوت رہ گئی۔

"اپنی تفریح کے لیے۔ اور تمہیں مصروف رکھنے کے لیے، پیاری۔ بہ ہر کیف، مجھے افسوس ہے کہ یہ سچ نہیں۔ پینٹر کی بیوی کے کی حیثیت سے تمہارا طرزِ عمل بے حد شان دار رہا، خاص طور پر پچھلے چند ہفتے۔ اطمینان بخش... گو میرے کام کے بارے میں بہت زیادہ پرجوش نہیں، ہرگز نہیں۔ لیکن اپنے جذبات کو تم نے بڑی خوب صورتی سے چھپائے رکھا۔ یہ مجھے مصروف رکھنے کے لیے تھا، اصلی بات یہی تھی، تھی نا؟"

ژوزی کی قدرتِ نفس بے حال ہو چکی تھی اور ایلن کو دل چسپی کے ساتھ دیکھا۔

"یہ سب تم مجھ سے اب کیوں کہہ رہے ہو؟"

"میری خواہش یہ ہرگز نہیں کہ بقیہ زندگی پینٹنگ کے جنون میں کینوس پر رنگ لیپتا رہوں۔ پھر یہ بھی ہے کہ مجھے تم سے جھوٹ بولنا پسند نہیں،" اس نے شائستگی سے اضافہ کیا۔

وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، بے حرکت، پراگندہ ذہنی سے ان بے خواب راتوں کو یاد کررہی تھی جو اس نے اسے گذارنے پر مجبور کردیا تھا، اس کے دہشت کے دورے، اس کا اصرار۔ وہ خشک سی ہنسی ہنسی۔

"تم نے اپنے پارٹ کی اداکاری میں تھوڑے سے مبالغے سے کام لیا ہے۔ آؤ، تمہاری مربّی تمہاری منتظر ہے۔"

ہیجان اور مسرت سے لورا کا رنگ گل گوں ہوگیا۔ وہ کار میں ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئی اور بے تکان بولتی رہی۔ گاہے گاہے اس کا ہاتھ بے خودی اور ہچکچاہٹ کے عالم میں ایلن کے ہاتھ کو چھوتا ہوا گذر جاتا۔ اور وہ بے ساختہ زندہ دلی سے جواب دیتا، اور ژوزی، ان کے قہقہے کو سن کر اُس ہاتھ کی کپکپاتی جنبشوں کو دیکھ کر، مرجانے کی تمنا کرتی۔

'رو دُلوں شاں' میں لورا کا اپارٹ مینٹ ضرورت سے زیادہ بڑا، ضرورت سے زیادہ گمبھیر تھا۔ 'بُل'[1] ایک کے بعد ایک یوں نکلتے آرہے تھے کہ ایک متنفس بھی — کم ازکم اس وقت جب محفل شروع ہوچکی ہو— یہ نہیں جانتا ہو کہ اپنا گلاس کہاں ٹکائے۔ ژوزی برق رفتاری کے ساتھ اپارٹ مینٹ سے گذرتی ہوئی غسل خانے میں داخل ہوئی اور چٹخنی چڑھا کر بڑی احتیاط سے اپنے گھنٹا بھر پہلے کے مختصر اور جلتے ہوئے آنسوؤں کی لائی ہوئی تاراجی کے نشان مٹانے لگی۔ آئینے میں گھورتے ہوئے اسے اپنی ناگفتہ، تپ زدہ ہیئت کذائی خوب جچتی ہوئی لگی اور اس نے اپنی پلکوں کی قوس، اور بیضوی چہرے کو آہستہ آہستہ کھینچا، اپنے زیریں ہونٹ کے خط کو بڑا کیا، اور کارروائی کو ایک نسبتاً زیادہ عمر والی اور دیکھنے میں خطرناک نظر آنے والی اجنبی عورت کے خط وخال کی طرف مسکراتے ہوئے ختم کیا جو اس نے اپنے چہرے پر منڈھ لیے تھے۔ اسے لگا جیسے اس کی حرارت بڑھتی جارہی ہو، لیکن ناخوش گوار حد تک

---

[1] Boulle: چَمَل: کچھوے کی پیٹھ وغیرہ کے ٹکڑے جن سے فرنیچر کی آرائش کی جاتی ہے۔ اس طرح کی مرصّع کاری سے تیار کردہ شے۔

نہیں، اور اس کے اندر تباہی مچانے، حواس باختہ کرنے کی خواہش انگڑائی لینے لگی جو اس نے
'کی لارگو' کے بعد سے محسوس نہیں کی تھی۔ ''یہ میرے اعصاب پر سوار ہو رہے ہیں،'' وہ
بڑبڑائی، ''یہ واقعی میرے اعصاب پر سوار ہونے لگے ہیں،'' اور ''یہ'' کا اشارہ ایک مبہم اور
ریاکار خلقت کی طرف تھا۔ وہ بڑی بشاشت کے ساتھ غسل خانے سے نکلی، یا بلکہ ایک لطیف
سے طیش سے بھری ہوئی جو اب اس کے قابو سے باہر تھا۔ ڈرائنگ روم میں، لورا اور ایلن
دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے، اور شگفتہ مزاجی سے باتیں بنا رہے تھے۔ نمائش سے چند
لوگ بھٹکتے ہوئے پہلے سے وہاں پہنچ گئے تھے۔ ژوزی نے انھیں دانستہ نظر انداز کرتے ہوئے
ایک ٹرے سے خاصی تیز وہسکی کا جام اٹھایا۔ ایلن نے اسے آواز دے کر بلایا۔

''میرا خیال تھا کہ تم پچھلے دو ماہ سے پانی کے علاوہ کچھ نہیں پی رہیں!''

''پیاس لگی ہے،'' اس نے جواب دیا، اور ایسے انداز میں بتیسی باہر کر دی کہ وہ چکرا کر
رہ گیا۔ ''میں تمھاری کام یابی کی خوشی میں پی رہی ہوں،'' وہ بولے گئی، گلاس اوپر اٹھاتے
ہوئے، ''اور لورا کی بھی، کیوں کہ اسی کے طفیل ہر بات نہایت خوش اسلوبی سے انجام پا گئی۔''

جواب میں لورا اس کی طرف دیکھتے ہوئے بے دھیانی سے مسکرا دی اور ایلن کی توجہ
حاصل کرنے کے لیے اس کی بانہوں پر ٹھونکے مارنے لگی۔ وہ لمحہ بھر کے لیے ہچکچایا اور ژوزی
کو تکے گیا، جس نے آنکھ سے بڑا واضح اشارہ کیا اور پھر اس کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ اس نے
ڈرائنگ روم میں کسی شکار کی تلاش میں نظر دوڑائی؛ کوئی بھی خوش رو اور نرم صفت آدمی کافی
ہوگا، بہ شرطے کہ اس میں دل چسپی لے سکے۔ لیکن کمرا ابھی تک تقریباً خالی تھا۔ کرنے کے
لیے کچھ نہ پا کر وہ ایلیزابیت ج۔ کے پاس آ بیٹھی، جو، پہلے سے کہیں زیادہ بے رونق، پھر
سے بیٹھی اپنے ہیبت ناک عاشق کا انتظار کر رہی تھی۔ دس روز پہلے ہی اس نے دوبارہ خودکشی
کی کوشش کی تھی اور اس کی کلائیوں پر سرمئی سے رنگ کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

''کیسی ہو؟'' ژوزی نے پوچھا۔

اس نے وہسکی کا گھونٹ حلق سے اتارا اور اسے قابلِ نفرت خیال کیا۔

''بہتر ہوں، شکریہ۔'' (ایلیزابیت کی خودکشی کرنے کی کوششیں اسی طرح موضوعِ
بحث تھیں جس طرح اور لوگوں کا زکام نزلہ۔)

''پتا نہیں آں ریکو کو کیا ہو گیا ہے، اب تک اسے یہاں ہونا چاہیے تھا۔ میں ایلن کے لیے بے حد خوش ہوں، تم جانو۔۔۔۔''

''شکریہ،'' ژوزی نے کہا۔

اس نے ایلیزابیت کی طرف اتنی گدازی سے دیکھا کہ جس نے کسی بے حس کا دل بھی پگھلا دیا ہوتا۔''

اتنی دوستانہ نگاہ سے ایلیزابیت جوش میں آ گئی، کچھ ہچکچائی، پھر بولی:

''کاش آں ریکو کو اس کے نصف ہی کام یابی حاصل ہوتی! یہ بات زندگی سے اس کی مصالحت کرا دیتی، وہ بچ نکلتا۔ کیوں کہ باقی دنیا سے اس کے دوستانہ تعلقات نہیں رہے، تم جانو۔''

یہ اس نے اس طرح کہا جیسے دو خادماؤں کی چپقلش بیان کر رہی ہو۔ ژوزی نے گمبھیرتا سے سر ہلا دیا۔ وہ بے حد خوش حال نظر آ رہی تھی۔ کیوں؟ ''کیوں کہ، آخر کار، اداکاری کا کام کر رہی ہوں، جیتی جاگتی زندگی گذار رہی ہوں، تنہا اپنے لیے، اس سے بے پروا کہ اُس دھوکے کی تنتی آدمی کے کیا ردِ عمل ہوں گے، وہ جعل سازیہ جو وہاں چند اور جھوٹ گھڑنے میں مصروف ہے۔'' اور ژوزی وحشیانہ سرخوشی سے لب ریز ہو کر ایلیزابیت کی باتیں سنتی رہی، جس نے بیان جاری رکھا:

''کہتا ہے: 'تمھارے بڑے جاں نثار دوست ہیں، اگر وہ میری ذرا سی مدد ہی کر دیتے ...' اس میں کلام نہیں، ظاہر ہے، لیکن میں لورا کو مجبور نہیں کر سکتی کہ اس کے لیے کچھ کرے۔ اسے گمان ہے کہ میرے دوست اس سے ناراض ہیں کیوں کہ میں ان سے اس کی شکایت کرتی ہوں۔ لیکن میں کبھی اس کی شکایت نہیں کرتی۔ میں اسے جانتی ہوں۔ وہ بے حد غنی ہے۔ ناکامی کا احساس اسے اذیت پہنچا رہا ہے، عوام کا اندھاپن جسے صرف چبائے ہوئے نوالے ہی پسند آتے ہیں ... ارے رے رے ... میں ایلن کی بات نہیں کر رہی ہوں، ظاہر ہے۔''

''کر سکتی ہو،'' ژوزی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''ذاتی طور پر مجھے اس کی پینٹنگز پسند نہیں۔''

''تم غلطی کر رہی ہو،'' ایلیزابیت نے کم زور سی آواز میں کہا، اگرچہ وہ خاصی حیران ہوگئی تھی، ''ان میں کوئی چیز ضرور ہے۔۔۔۔''

اس کی پٹی چڑھی کلائی نے ایک قوس سی بنائی۔ ژوزی مسکرادی۔

''کوئی نئی چیز ہے، یہی کہنا چاہتی ہو؟ شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔ بہ ہر کیف، ایلیزابیت، تم اب اور خودکشی نہ کرنا۔''

''میں شاید تھوڑی سی مدہوش ہوگئی ہوں،'' وہاں سے چلتے ہوئے اس نے سوچا، ''وہسکی کی صرف دو چسکیوں پر ہی مدہوش: یقین نہیں آتا۔'' کسی نے اسے بانہہ سے پکڑ لیا: یہ سیورین تھا۔

''یہ جو لمحہ بھر پہلے ہوا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، ژوزی۔ کیا میں نے تمھیں پریشان کردیا تھا؟''

وہ پشیمان نظر آرہا تھا اور بے حد دبی زبان میں بول رہا تھا جیسے اسے اور مجروح کرنے سے گریز کر رہا ہو۔ ژوزی نے سر ہلا دیا۔

''تم نے میرا دل ضرور توڑ دیا ہے، سیورین، لیکن میرا ذہن صاف کردیا ہے۔ تمھیں وہ فلم یاد ہے جس میں بیٹی ڈیوس نے اداکاری کی ہے؟ ٹھیک جب وہ ایک بڑی سی دعوت دے رہی تھی، اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور اس کے عاشق کو لے اڑی ہے۔''

'''آل اباؤٹ ایو،''' اس نے متحیر ہو کر جواب دیا۔

''ہاں۔ وہ اپنے مہمان کے پاس آئی اور کہا: 'اپنی پیٹیاں باندھ لیں، رات خاصی جھٹکے دار گذرے گی۔' میرے پیارے سیورین، رات خاصی جھٹکے دار گذرے گی۔''

''لورا؟ ایلن؟''

''نہیں۔ میں۔''

''تم زنِ عشوہ گر کیوں بنی ہوئی ہو؟ ژوزی۔۔۔''

اس نے بار کے پاس اسے آلیا۔ اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ برف کے دو ڈلے اپنے گلاس میں ڈالے۔

''کیا کرو گی؟''

وہ حظ اور خوف کے درمیان معلق تھا۔ ژوزی کی بیداریاں، جس نام سے وہ انھیں موسوم کرتا تھا، اکثر تباہ کن ہوتی تھیں۔

''میں خوب لطف اٹھاؤں گی، میرے عزیز سیورین۔ میں بہ یک وقت آنا، بوائے اسکاؤٹ اور گنہ گار کے رول ادا کرتے کرتے اکتا گئی ہوں۔ میں خوب مزے لوں گی۔ اور ٹھیک یہیں، جو بہت آسان نہیں ہوگا۔ میں اپنا کو اتنا چاق و چوبند محسوس کر رہی ہوں کہ میری کلائیاں درد کرنے لگی ہیں۔''

''تمھیں ہوشیاری سے کام لینا چاہیے،'' سیورین بولا، ''جوش میں مت آنا...''

لیکن اس نے بات پوری نہیں کی۔ کوئی شخص ٹھیک اسی وقت کمرے میں داخل ہوا تھا، مسکراتا ہوا، ملنساری سے، اور ژوزی سیورین کے تاثر کو دیکھ کر مڑی۔

''ہوتہ ہو یہ لورا کا کیا دھرا ہوگا،'' وہ بولا۔

''یہ تو وہی پرانا عزیز مارک ہے،'' ژوزی نے آہستگی سے کہا، اور اس کی طرف بڑھی۔

وہ بالکل نہیں بدلا تھا: وہی قدرے کچھ زیادہ ہی مربوط خط و خال، قدرے جھنجھلا دینے والا سہل انگیز انداز اور قابلِ اعتبار معاشرتی خوش طبعی۔ ژوزی کو دیکھتے ہی اس نے خطرے کا ناٹکی انداز اختیار کیا، پھر اسے اپنی آغوش میں بھینچ لیا۔

''بھوت!... کیا تم اب بھی میری زندگی تباہ کرنے کے درپے ہو؟ ہیلو، سیورین۔''

''تم کہاں سے ٹپک پڑے؟'' موخرالذکر نے اداسی سے کہا۔

''سیلون سے۔ میں اپنے اخبار کی طرف سے وہاں ڈیڑھ ماہ کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس سے پہلے دو ماہ نیویارک اور چھ ہفتے لندن میں گذارے اور واپسی پر کس سے مڈبھیڑ ہوتی ہے؟ ژوزی۔ لورا کا خدا بھلا کرے کہ مجھے دعوت دی۔ اور تم پچھلے دو سال سے کیا کرتی رہی ہو، میری جان؟''

''میں نے شادی کی۔ اور اگر تمھیں معلوم نہ ہو تو، یہ پارٹی میرے شوہر کے پہلی بار پینٹر کی حیثیت سے منظر پر آنے کی خوشی میں دی جا رہی ہے۔''

''شادی! باؤلی ہوگئی ہو! اچھا ذرا دیکھیں کہ میں صحیح سمجھا ہوں—'' اس نے ایک کارڈ

اپنی جیب سے نکالا — ''تم مسز ایش کہلاتی ہو؟''

''بالکل درست۔''

وہ ہنس دی۔ وہ نہیں بدلا تھا۔ پرانے دنوں میں وہ اپنا وقت قنوطی، قافیہ تنگ رپورٹر کا سوانگ رچانے اور اپنی راتیں اسے یہ بتانے میں بتاتا تھا کہ وہ جلد ہی اپنا شاہ کار اسٹیج پر لانے والا ہے۔

''مسز ایش... تمہارا حسن پہلے سے بھی زیادہ نکھر آیا ہے۔ چلو ساتھ مل کر جئیں۔ اپنے پینٹر کی چھٹی کرو اور مجھ سے بیاہ کرلو۔''

''اچھا تو تمہیں ایک دوسرے کی رفاقت میں چھوڑ کر چلتا ہوں۔ اپنی یادوں کے ہوتے ہوئے تمہیں میری ضرورت نہیں۔''

اگلا گھنٹا انھوں نے یہ پوچھنے میں گذارا: ''تمہیں وہ دن یاد ہے...؟'' اور: ''ذرا بتاؤ کہ... پر کیا گذری؟'' وغیرہ۔ ژوزی کو گمان بھی نہ تھا کہ اس کی زندگی کا وہ زمانہ اتنی یادیں چھوڑ گیا ہے یا، سب سے بڑھ کر، وہ ان کی اتنے لطف کے ساتھ بازخوانی کرے گی۔ وہ ایلن کو بھول بھال گئی تھی۔ وہ ان کے پاس سے گزرا، اس کی طرف ''خوب مزے لے رہی ہو؟'' اچھالا اور مارک کی طرف ایک مشکوک سی خالی نظر۔

''یہ تمہارا شوہر ہے؟'' اس نے پوچھا۔ ''دیکھنے میں برا نہیں۔ اور باصلاحیت بھی۔''

''اور مال دولت سے لدا پھندا،'' ژوزی ہنستے ہوئے بولی۔

''اور نفعے میں تم بھی ملی ہوئی ہو! خدا کی پناہ۔ یہ غضب ہے،'' مارک نے اعلان کیا۔ ''تم خوش ہو؟''

وہ جواب دیے بغیر مسکرادی۔ خوش قسمتی سے، مارک نے اس موضوع پر زیادہ زور نہیں دیا۔ اس کی توانائی کا یہ عالم تھا کہ مسلسل ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف بہ سہولت گریز کرتا اور ایک طرزِ تکلم سے دوسرے کی طرف، جس کی بنا پر وہ رفتہ رفتہ پورے پیرس کی متلون ترین اور خوش گوار ترین نوجوان ہستی بن گیا تھا۔ ژوزی کو یاد آیا کہ وہ اس کے ساتھ اپنے مختصر سے معاشقے کی انتہا پر کس قدر بے زار ہوگئی تھی اور حیرانی سے سوچا کہ اب اس کے ساتھ ہونے پر وہ اتنی مسرت کیوں محسوس کررہی تھی۔

''ژوزی،'' لورا نے آواز دی، ''ذرا ادھر آؤ، ایک منٹ کے لیے۔''

وہ اٹھی، اپنے زیرِ قدم زمین کو خفیف سا متزلزل پایا، اور مسکرادی۔ لورا ایلن کو اپنی ایک بانہہ میں اور ایک اجنبی کو دوسری میں ڈالے ہوئے تھی۔

''تمھیں مارک سے جدا کرتے ہوئے مجھے سخت افسوس ہو رہا ہے،'' وہ بولی، اور ایلن زرد پڑ گیا، ''لیکن ژاں پیردے تم سے ملنے کا اس قدر خواہش مند ہے۔''

ژوزی تھوڑی دیر تک پیردے سے پینٹنگ کے چند پیش پا افتادہ مسائل پر تبادلۂ خیال کرتی رہی جو اس سے ملنے کا خواہش مند تو ضرور تھا لیکن اس سے باتیں کرنے کا نہیں۔ بالآخر اس نے پیردے سے جان چھڑائی اور ایلن فوراً ہی اس سے آملا۔

''تو یہی مارک ہے؟''

وہ بڑبڑا رہا تھا اور بہت زیادہ پیتا رہا ہوگا۔ اس کے پپوٹے پھڑکے۔ وہ اسے تکتی رہی اور جی چاہا کے ٹھیک اس کے سامنے خوب ہنسے۔

''ہاں، یہ مارک ہے۔''

''بالکل کسی درزی کا پتلا لگ رہا ہے۔''

''ہمیشہ ایسا ہی لگا ہے۔''

''تم خیالوں میں کھوئی ہوئی تھیں؟''

''بالکل۔ تمھیں پتا ہے کس چیز کے بارے میں، پتا ہے نا؟''

''مجھے فرحت محسوس ہو رہی ہے کہ تم اس طرح میری کام یابی کی خوشی منا رہی ہو۔''

''باتیں نہ بناؤ! یاد ہے تم نے مجھ سے کیا کہا تھا؟''

بھلا ہو بناوٹی تعریف و توصیف اور شراب کا، وہ شاید اس کے بارے میں بھول گیا تھا۔ اور آخر میں، آثار یہی کہہ رہے تھے کہ وہ پینٹنگ جاری ہی رکھے گا۔ ژوزی نے اس کی طرف اپنی پیٹھ کرلی۔ محفل غیر حقیقی ہوتی جا رہی تھی۔ ''جو چاہے کرتا پھرے، میری بلا سے،'' اس نے سوچا، ''کینوس پر بلا کسی اعتماد کے رنگ چھیڑتا رہے، لورا کو خودکشی کی طرف لے جائے۔'' اور وہ کچھ غازہ لگانے کے لیے وہاں سے چل دی۔

غسل خانہ زیرِ استعمال تھا اور اس نے لورا کا غسل خانہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا، جو

ذرا دور آگے تھا۔ وہ ایک کمرے سے گزری جس میں نیلے ساٹن [کے پردے] لٹکے ہوئے تھے، جہاں دو تین چینی کتے بستر پر پڑے سو رہے تھے، اور چھوٹے سے نیلے اور سنہری غسل خانے میں داخل ہوئی۔ وہ یہ سوچ کر مسکرا دی کہ لورا شاید یہیں ایلن کو رجھانے کے لیے خود کو آرایشات سے قابل قبول بناتی تھی۔ اسے آئینے میں اپنی آنکھیں پھیلی ہوئی اور خلافِ معمول نسبتاً ہلکے رنگ کی دکھائی دیں۔ اس نے لحہ بھر کے لیے اپنی کہنیاں اس پر ٹیک دیں۔

''کسی سوچ میں ہو؟''

مارک کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، اس غیر رسمی سے انداز میں جو بسا اوقات 'ایڈمز' کے موڈلز اختیار کرتے تھے۔ وہ مڑی، اور دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ صرف ایک قدم ہی اسے ژوزی کے قریب لے آیا۔ اس نے ژوزی کو چوما، اس نے مبہم سی مزاحمت کی اور اس نے اسے آزاد کر دیا۔

''یہ تمہیں پرانے اچھے دنوں کی یاد دلانے کے لیے تھا،'' اس نے کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''مجھے اس کی خواہش ہے،'' ژوزی نے سوچا، ''وہ تھوڑا سا مضحکہ خیز ہے، بالکل ایک سستے سے ناولا کے کردار کی طرح باتیں کرتا ہے، پھر بھی مجھے اس کی خواہش ہے۔''

اس نے خاموشی سے دروازہ مقفل کر دیا اور اسے پھر اپنی آغوش میں لے لیا۔ وہ ایک دوسرے کو برہنہ کرنے کی جدوجہد کرتے رہے اور بڑے بے ڈھنگے پن سے فرش پر دراز ہو گئے۔ اس کا سر ٹب سے ٹکرایا اور اس نے لعن طعن کی۔ ایک نلکا کھلا رہ گیا تھا اور پانی بہ رہا تھا، اور ژوزی کو مبہم سے خیال آیا کہ اٹھ کر اسے بند کر دے، لیکن اس نے پہلے ہی ژوزی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے جسم سے لگا لیا اور ژوزی کو یاد آیا کہ وہ ہمیشہ کس قدر اپنی مردانگی پر فخر کیا کرتا تھا۔ تاہم، اس نے بڑی تیزی سے مباشرت کی، اور ژوزی نے ایک لمحے کے لیے بھی بیسن میں بہتے پانی کی آواز کو فراموش نہیں کیا۔ بعد میں وہ ژوزی کے اوپر اوندھا لیٹا ہوا تھا، گہری گہری سانسیں لے رہا تھا، اور تنگ سی جگہ، خطرے کا احتمال، ڈرائنگ روم سے آتی ہوئی آوازوں کی بھنبھناہٹ، پیچھے دیکھتے ہوئے، ژوزی کی یاد میں ہم آغوشی سے کہیں زیادہ جذبات کو ابھار رہی تھی۔

''اٹھو،'' وہ بولی۔ ''وہ ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ اگر لورا۔۔۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا، ہاتھ بڑھا کر ژوزی کو کھڑے ہونے میں مدد دی۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس کا باعث کہیں خوف نہ ہو۔ انھوں نے خاموشی سے اپنے بال درست کیے۔

''کیا میں تمھیں فون کر سکتا ہوں؟'' اس نے پوچھا۔

''یقیناً، سیورین سے پوچھنا۔''

انھوں نے ایک دوسرے کو آئینے میں دیکھا۔ وہ اپنے سے بہت شادماں نظر آ رہا تھا۔ ژوزی ذرا سا ہنسی، اس کے گال کو چوما اور پہلے خود باہر نکلی۔ اسے معلوم تھا کہ پیچھے وہ سگریٹ سلگا رہا ہوگا، اپنے بالوں کو ایک آخری بار تھپ تھپائے گا اور اتنا شدید لاتعلق نظر آتا ہوا نکلے گا کہ کم سے کم متوجہ آدمی کی بھی شک ہونے لگے گا۔ لیکن کون یہ تصور کر سکتا تھا کہ اپنے وجیہ و شکیل نوجوان شوہر کی نمائش والے دن ہی، ژوزی آیش پانچ مربع گز کے غسل خانے میں اپنے ایک پرانے دوست کے ساتھ، جس سے اسے محبت نہیں تھی، نیم برہنہ حالت میں جفتی کرے گی؟ جس سے اس نے کبھی محبت نہیں کی تھی؟ خود ایلن بھی یہ تصور کرنے سے قاصر تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں لوٹ آئی، پھلوں کا تھوڑا سا عرق پیا اور بڑی احتیاط سے جمائی لی۔ اسے نیند آ رہی تھی، جیسے ہمیشہ آتی تھی۔ جیسے ہمیشہ آتی تھی جب محبت شعریت سے عاری جسمانی عمل میں گھٹ کر رہ جاتی تھی۔ لورا تتلی کی طرح ایک ٹولی سے دوسری کی طرف پنکھ پھڑپھڑاتی اڑتی پھر رہی تھی، ایلن کے گرد ایک طلسماتی دائرہ بناتی ہوئی، جو شگفتگی سے چہچہاتے ہوئے پیردے کے سامنے اداس اور پراگندہ مو کھڑا تھا۔ ژوزی ایلن کی طرف بڑھی، لیکن لورا اس تک پہلے پہنچ گئی۔

''محفل کے دولھا میاں بڑے اچھی کیفیت میں ہیں! میرے پیارے ایلن، تم کسی تھنگ کی طرح لگ رہے ہو۔''

لورا نے اس کی ٹائی درست کی، اور اس نے اس کی طرف نظر کیے بغیر یہ کرنے دیا۔ اُس وقت ژوزی کو اندازہ ہوا کہ وہ نشے میں دھت ہے۔ لورا نے اس کے بالوں کو پیچھے کی طرف سنوارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا، اور یک لخت ایلن اس سے الگ ہو گیا۔

''نہیں! تم نے آج کی حد تک مجھ پر کافی پنجے مار لیے ہیں۔''

ایک سنگین خاموشی طاری ہوگئی۔ لورا اپنی جگہ پر منجمد ہوگئی، برق زدہ، اور ایک چھوٹا سا قہقہہ لگانے کی کوشش کی جو بیچ ہی میں رک گیا۔ ایلن نے اداسی سے نیچے کی طرف دیکھا۔ ژوزی خود کو اس کی طرف بڑھتا ہوا محسوس کر سکتی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ اب ہمارے گھر جانے کا وقت ہوگیا ہے۔''

ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد ہی کہیں اپنے فقرے کا مزاح اس پر واضح ہوا۔ ایلن نے کھڑکی کھول دی تھی؛ ہوا ژوزی کے بالوں کو بکھیرنے لگی اور ساتھ ہی ساتھ اسے بے حال بھی کر دیا۔

''تم اچھی طرح پیش نہیں آئے،'' وہ بولی۔

''یہ کوئی وجہ نہیں کیوں کہ میں اس کے ساتھ دو ایک بار فلرٹ کر چکا ہوں تا کہ وہ...''

بقیہ جملہ بے ربطی سے ختم ہو کر رہ گیا۔

ژوزی بے یقینی سے اس کی طرف ملتفت ہوئی۔

''فلرٹ کر چکے ہو... اس کے ساتھ...؟ کب؟''

''اسٹوڈیو میں۔ وہ عورت اتنی گرم ہوگئی تھی کہ بالآخر میں بھی بھڑک اٹھا۔''

''واقعی آدمی دوسرے کے بارے میں کبھی کچھ نہیں جان سکتا،'' ژوزی نے سوچا۔ ''تو ایلن لورا سے متاثر ہوا ہے، کبھی کبھار اسے پیار دلار سے چھوتا چھاتا رہا ہے، اعصابی جھنجھلاہٹ کے باعث یا سفاکی کے — کیا اسے پتا بھی ہے کہ ان میں سے کس وجہ سے؟'' ژوزی نے اس سے پوچھا۔

''دونوں،'' اس نے جواب دیا۔ ''وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتی، گہرے گہرے سانس لینے لگتی، اور میں فوراً رک جاتا، معذرت کرتا، تمہاری باتیں کرنے لگتا، اس کے شوہر کے بارے میں، اس کی کریمانہ روح اور اپنے بارے میں، عظیم پینٹر۔ ژوزی، ہم کب ان دروغوں سے نجات پائیں گے؟ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ 'کی لارگو' کب واپس جائیں گے؟''

''دروغوں کے ذمے دار تم ہو،'' وہ بولی۔ ''تم اور صرف تم۔ تمہیں ان سے بہت زیادہ شغف ہے۔''

وہ افسردگی سے بولی، اور نرمی سے۔ ٹیکسی سرمئی سڑکوں سے وڑاتی چلی جا رہی تھی؛

روشنیوں کے نیچے درخت جگمگا رہے تھے۔

''اور مارک کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''کچھ نہیں۔''

اس نے ٹکا سا جواب دیا، اور پہلی بار ایلن نے اصرار نہیں کیا۔

اگلی صبح ٹھیک گیارہ بجے مارک نے فون کیا، ایسے بھاگوان وقت جب ایلن شاور لے رہا تھا۔ چناں چہ ژوزی کو اسی دوپہر ملاقات کا طے کرنے کا موقع مل گیا، ایسے وقت جب اسے معلوم تھا ایلن پکچر گیلیری کے مینیجر اور معدودے فوٹو گرافروں کے ساتھ مصروف ہوگا۔ ملاقات کا طے کرنے میں اسے ذرہ برابر بھی لطف نہیں آ رہا تھا، بس ایک خواہش کہ کسی چیز میں غرق ہوجائے، اپنی ذات کے اس تصور کو تہس نہس کردے جس کی بڑی طویل مدت سے پرورش کرتی رہی ہے۔ ایلن غسل خانے سے برآمد ہوا اور لورا کو فون کیا۔ اس نے بڑی پرسکون آواز میں اسے مطلع کیا کہ پچھلی شام اس نے جس جذباتی ابال کا مظاہرہ کیا تھا وہ ناگزیر تھا اور اس کا خیال ہے کہ وہ اس کی غرض و غایت کما حقہ سمجھ گئی ہوگی۔ لائن کے دوسرے سرے پر ایک منفعل سے خاموشی کا اظہار ہوا، اور ژوزی، جو کپڑے تبدیل کررہی تھی، ایک دم رک گئی، ساکت و صامت۔

''ژوزی کو شبہ ہورہا ہے کہ ہمارے تعلقات خالص دوستی کی حد سے تجاوز کرتے جارہے ہیں۔'' ایلن نے بات جاری رکھی، اپنی بیوی کی طرف مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہوئے۔ ''وہ قابلِ پرستش ہے، ظاہر ہے، لیکن مریضانہ طور پر رقابت زدہ بھی ہے۔ میں تمہارے اور اپنے رول الٹا کر اسے یہ گمان دلانا چاہتا تھا کہ یہ تم ہو جسے... کیا کہوں، جسے مجھ سے رغبت ہے۔''

سرخ رنگ کی باتھ روب میں لپٹے اور پلنگ کے کنارے پر بیٹھے ہوئے اس نے ایک ثانیے کے لیے بھی اپنی نگاہیں ژوزی سے نہ ہٹائیں۔ وہ اس کے سامنے ہکا بکا کھڑی ہوئی

تھی۔ اس نے ریسیور اس کو تھما دیا جسے اس نے میکانکی طور پر سنبھال لیا۔

''مجھے یہی شک تھا،'' لورا کی ڈگمگاتی آواز نے جواب دیا۔ تاہم بالکلیہ مطمئن۔ ''ایلن، میرے پیارے، کس کو بھی ہماری باہمی یگانگت کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔ ہم دوسروں کو دکھ پہنچانے کے حق دار نہیں، اور...''

ژوزی نے ریسیور بستر پر اچھال دیا۔ اسے ندامت محسوس ہوئی، اور وہ ایک نوع کی دہشت کے ساتھ ایلن کو اسی نرم رو اور بالحاظ لہجے میں باتیں کرتا دیکھتی رہی۔ لورا کو دوپہر کے دوران گیلیری میں ملنے پر قائل کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

''زبردست چال چلی!'' وہ چلایا۔ ''تم نے دیکھا میں نے کس طرح بازی الٹ دی؟''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب تمھیں کہاں لے جا رہا ہے،'' ژوزی نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''کہیں بھی نہیں۔ تم یہ کیوں چاہتی ہو کہ یہ مجھے کہیں لے جائے؟ ہمارے درمیان بس یہی عظیم فرق ہے، پیاری۔ جب تم شادی کرتی ہو، تو بچے پیدا کرنے کے لیے، جب تم کسی مرد سے باتیں کرتی ہو، تو یہ اس کے ساتھ ہم بستری کرنے کی نیت سے۔ میں ایک عورت سے ہم بستری کرتا ہوں جس کی مجھے خواہش نہیں اور پینٹ کرتا ہوں تو اپنے کام پر بنا اعتماد کیے۔ بس اتنی سی بات ہے۔''

اس نے اپنا مسخرا پن اچانک بند کیا اور اس کے قریب آیا۔

''اس جناتی پھکڑ تمثیل میں جو انسانی زندگی کا ماحصل ہے، مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اپنے ننھے منے مذاقوں سے باز رہوں۔ جب میں اپنی گرل فرینڈ سے پینٹنگ پر بات کر رہا ہوں گا، اس وقت تم کیا کرو گی؟''

''مارک کے ساتھ جفتی،'' ژوزی نے زندہ دلی سے کہا۔

''احتیاط سے کام لینا، میں اب بھی تمھاری جاسوسی کروا رہا ہوں،'' وہ بولا، اور ہنسا بھی۔

'سینٹرل پارک' میں اپنی اور ایلن کی اولین سیر کو یاد کرتے ہوئے ژوزی کے دل میں

درد کی عجیب سی ٹیس اٹھی، اس نے کتنی شدید محنت کے ساتھ اسے سمجھنے کی جدوجہد کی تھی، گدازی، دل چسپی اور مٹھاس کی کتنی بیش بہا ثروت اس نے پیش کی تھی، ہر ایسے کی کی طرح جو کسی دوسرے سے محبت کرنے لگا ہو۔

انھوں نے ایک ریستوران میں کستوروں اور انواع و اقسام کے پنیروں پر مشتمل بڑا پرتکلف لنچ کھایا— ایلن سفید براق میز پوشوں کے علاوہ کچھ اور برداشت نہیں کر سکتا تھا— اور ڈھائی بجے جدا ہوئے۔ ''میرا تعاقب کیا جا رہا ہے،'' ژوزی نے سوچا، اور دھیرے دھیرے چلنے لگی کہ کہیں جاسوس تھک نہ جائے۔ کون جانے کہیں عمر رسیدہ اور بوسیدہ جاسوس اب اپنے پیشے سے بے زار ہی نہ ہو گیا ہو، ہو سکتا ہے کہ تین ماہ کے مسلسل تعاقب کے بعد وہ ژوزی کے لیے مبہم سا لطف و مہر محسوس کرنے لگا ہو... کیا ایسی باتیں کبھی پیش آتی تھیں؟ کچھ بھی سہی، وہ اسے سیدھی اس قہوہ خانے کی طرف لے جا رہی تھی جہاں مارک اس کا منتظر تھا۔ اس نے مسرت کی چیخوں سے اس کا استقبال کیا اور ژوزی نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا۔ کس دماغی اختلال نے اسے گذشتہ شام مارک کو دل چسپ محسوس کرنے پر مجبور کر دیا تھا؟ وہ بکواس کرتا رہا تھا، اس سے لیونڈر کی مہک آ رہی تھی، وہ سب سے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ لیکن ایک واحد سبب ژوزی کو یہاں لے آیا تھا— یا بلکہ، ایک واحد لاسبب، کیوں کہ، اس اعتبار سے بھی وہ ایلن کو ہزار بار ترجیح دیتی تھی۔ وہ دو ایک بار معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور وہ، فوراً، اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم چاہتی ہو کہ...؟''

''اس نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ ہاں، وہ چاہتی تھی۔ لیکن کیا؟ بس تھوڑی سی تفریح، ایلن کو سیدھا کرنا، مبہم طور پر اپنے کو تباہ کرنا؟ وہ اسے فی الفور اپنے ساتھ لے چلا۔ وہ ایک چھوٹی سی پٹاخے چھوڑنے والی کار میں سوار ہوئے، ویسی ہی جو رپورٹروں کو مرغوب ہوتی ہے، اور ژوزی کو خوف دلانے کے لیے، اس نے دو تین بار بڑی تیز رفتاری سے موڑ کاٹے۔ اپنی اہلی کے باوجود، وہ تھوڑا سا حیران نظر آ رہا تھا۔

وہی سب عمل میں آیا جس طرح گذشتہ شام آیا تھا، اگرچہ زیادہ آرام دہ طریقے پر، بھلا ہو ایک بڑے نمایاں طور پر کیم شحیم بستر کا جو مارک کے اسٹوڈیو کے زیادہ رقبے پر حاوی

تھا۔ بعد میں، اس نے سگریٹ سلگائی، اسے تھما دی اور اپنے سوالات شروع کیے:

''مجھے اپنے شوہر کے بارے میں بتاؤ؟ تمھیں اس سے محبت نہیں؟ یا وہ بہت زیادہ مشتاق نہیں؟ لوگوں کا خیال ہے کہ امریکی...''

''کرید مت کرو،'' ژوزی نے خشک لہجے میں کہا۔

''واقعی مجھے یقین نہیں کہ تمھیں مجھ سے محبت ہے، یا یہ یقین کر سکتا ہوں؟''

یہ ''کر سکتا ہوں'' تلخیص کا شاہ کار تھا۔ ژوزی ہنس دی، جسم کو پھیلایا، اور سگریٹ ایش ٹرے میں رگڑ کے بجھائی۔

''نہیں،'' اس نے جواب دیا۔ ''بالکل نہیں۔ فی الوقت میں چیزوں کو تباہ کر رہی ہوں۔ اس چیز تک کو جس کی کبھی میرے لیے بڑی اہمیت تھی۔''

اسے خود پر تاسف محسوس ہوا۔

''کیوں؟'' اس نے دریافت کیا۔

اس کے باوجود، وہ اس کی ''نہیں'' کے واضح اخلاص پر تھوڑا سا برافروختہ معلوم ہو رہا تھا۔

''نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے: یا تو یہ ہوگا یا میں۔''

''کیا اسے اس کا پتا چل جائے گا؟''

''اس نے پیسے دے کر ایک جاسوس میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ وہ نیچے بیٹھا میری راہ دیکھ رہا ہوگا۔''

''ارے نہیں؟''

اس خیال سے وہ محظوظ ہوا۔ وہ چھلانگ لگا کر کھڑکی کے پاس پہنچا، کوئی بھی نظر نہیں آیا اور ژوزی کی تفریح کے لیے بڑا غضب ناک چہرا بنایا، پھر جب وہ ہنسنے لگی تو سراسیمہ ہو کر تیزی سے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

''میں تمہاری ہنسی پر فریفتہ ہوں۔''

''کیا میں بہت ہنستی تھی، میرا مطلب ہے پہلے؟''

''کاہے سے پہلے؟''

وہ تقریباً یہ کہنے والی تھی "ایلن سے پہلے" لیکن باز رہی۔

"میرے نیویارک جانے سے پہلے؟"

"ہاں، اکثر و بیش تر۔ تم بے حد زندہ دل ہوا کرتی تھیں۔"

"میں بائیس سال کی تھی، جب تم سے پہلی بار ملی تھی، نہیں؟"

"تقریباً۔ کیوں؟"

"اب میں ستائیس سال کی ہوں۔ اس سے چیزوں میں فرق پڑتا ہے۔ میں اِن دنوں اتنا زیادہ نہیں ہنستی ہوں۔ تب میں لوگوں کے قریب آنے کے لیے ہنستی تھی، اور اب ان سے دور ہو جانے کے لیے ہنستی ہوں۔ پر تفنن بات ہے، ہے نا؟"

"ایسا لگتا تو نہیں،" وہ بڑبڑایا۔

اس نے اپنا ہاتھ مارک کے گال پر پھرایا۔ وہ اپنی چھوٹی سی زندگی، اپنی رپورٹنگ، اپنے اسٹوڈیو اور اپنی آسان سی زنانہ فتوحات کے درمیان گذار رہا تھا۔ وہ رحم دل اور باتونی تھا، انسانیت کا خوش گوار نمونہ تھا۔ وہ بے کم و کاست تھا، بے زار کن اور تھوڑا سا خود پسند۔ ژوزی نے لمبی سانس بھری۔

"اب مجھے گھر چلنا چاہیے۔"

"اگر واقعی تمہارا تعاقب کیا جا رہا ہے، تو کیا ہوگا؟"

یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیا، اور ژوزی نے تیوری چڑھائی۔

"تمہیں میری بات پر یقین نہیں؟"

"نہیں۔ تم ہمیشہ ہی بے حد عجیب و غریب کہانیاں سناتی تھیں۔ میں ان کا متوالا تھا۔ خاص طور پر اس لیے کہ خود تم کو ان پر اعتبار نہیں تھا۔"

"میرا خیال ہے ان دنوں میں،" وہ بولی، "میں زندہ دل ہوا کرتی تھی اور تھوڑی سی چریا بھی۔"

"اب بھی ہو" وہ شروع ہوا، پھر رک گیا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، اور پہلی بار مارک کو خیال آیا کہ صورت حال کے بعض مضمرات اس کی توجہ میں آنے سے نہ رہ گئے ہوں۔ اس سے وہ بد مزا ہو گیا اور

اسے اندھا دھند کار چلاتا ہوا گھر پہنچا آیا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ ہچکچایا۔

''کل؟''

''میں تمہیں تمہارے دفتر فون کروں گی۔''

وہ آہستہ آہستہ زینہ چڑھنے لگی۔ سات بجے تھے۔ اب تک، ایلن کو پتا چل گیا ہوگا کہ وہ ساڑھے تین بجے 'رو دے پتی شاں' کے ایک مکان میں ایک سانولے رنگ کے نوجوان کے ساتھ گئی تھی اور وہاں سے کئی گھنٹوں بعد ہی برآمد ہوئی تھی۔ چابی تھو لیتے وقت اس کے ہاتھ لرز رہے تھے، لیکن اسے معلوم تھا کہ اسے اندر ضرور جانا تھا، کہ یہی واحد حل تھا۔

بلا شک، وہ وہیں تھا، ایک صوفے پر لیٹا ہوا تھا، شام کا اخبار ہاتھ میں۔ وہ مسکرایا اور اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔

''کانگو میں صورت حال بے حد خراب ہے، تم جانو۔ برسلز کے اطراف میں ایک ہوائی جہاز تباہ ہوگیا ہے۔ ان دنوں اخبار بڑے ماتمی سے ہیں۔''

''لورا سے ملاقات ہوئی؟''

وہ سکون کے ان آخری لمحات سے بڑے بھرپور طریقے پر لطف اندوز ہو رہی تھی، جب وہ ہنوز اس سے ایک دوست کی طرح گفتگو کر سکتی تھی، اس سے قطع نظر کہ اندر اندر وہ طیش سے کھول رہا تھا۔

''یقیناً میں لورا سے ملا تھا۔ اس نے کسی سازشی کا انداز اختیار کیا ہوا ہے۔''

وہ بہت شگفتہ نظر آ رہا تھا۔ ژوزی لمحہ بھر کے لیے جھجکی۔

''اور تمہیں اپنی رپورٹ مل گئی؟''

''میری رپورٹ؟''

''جاسوس سے جو سایے کی طرح ہر جگہ میرا تعاقب کرتا ہے۔''

وہ ٹھٹھا مار کر ہنس پڑا۔

''یہ خیال! یہ دو ہفتے بھی قائم نہیں رہا۔ اگر تم کسی کی طرف ذرہ برابر بھی مائل ہوتیں تو ہمارے وفادار دوستوں نے مجھے اس کی اطلاع پہنچادی ہوتی۔''

یک بارگی وہ صوفے میں دھنس گئی اور اس کے برابر پسر گئی اور اپنا سر اس کے کندھے پر ڈال دیا۔ اس کے رگ و پے میں بڑی کوملتا کا احساس سرایت کر گیا۔ اب بھی انتخاب کا وقت تھا، لیکن وہ جانتی تھی انتخاب تو ہو چکا ہے، کیوں کہ وہ آنسو جو اس نے نیو یارک کی ایر کنڈیشنڈ بار میں بیرنارد کے کندھے پر سر رکھ کر، ایلن کے بارے میں، اپنے بارے میں، اور ان کی باہمی ناکامی کے بارے میں سوچتے ہوئے بہائے تھے، ان کا تعلق ایک عمیق صداقت سے تھا۔ اپنے برابر پر سکون جسم اور اس محافظ بازو کی موجودگی جس پر اس کا سر آرام سے متمکن تھا، ان کی لت سے بھی زیادہ عمیق صداقت۔ ان کی کہانی اُسی روز اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی، ٹھیک اسی لمحے جب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ یہ کہانی بیرنارد کو ایک حقیقی کہانی کے طور پر نہیں سنا سکتی، اور نہ خود اپنے کو۔ اس کی شادی کی حقیقت بے حد لطیف اور ہیجان خیز دونوں ہی تھی: اس کا مسکن گدازی، لذت اور سفاکی کے لمحوں میں تھا۔ یہ نہ کوئی مکالمہ تھا نہ کوئی شراکت داری۔ اس نے آہ بھری۔ ایلن کے ہاتھ نے اس کے بالوں کو بڑی چاہت سے تھپ تھپایا۔

اس کی نگاہ سیاہ شہتیروں، ہلکے رنگ کی دیواروں، اور کمرے میں جو چند تصویریں تھیں ان پر بھٹکتی رہی۔ ''میں یہاں کب سے رہ رہی ہوں؟ پانچ مہینے؟ چھ مہینے؟'' اس نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ ''اور اس آدمی کے ساتھ جو اتنے آہستگی سے میرے پہلو میں پڑا سانس لے رہا ہے، ڈھائی سال، تین سال؟ میں کیا کروں، کہاں جاؤں اور کس کے ہم راہ؟'' یہ تمام سوالات اسے اشد ضروری معلوم ہوئے، تاہم مہمل بھی: ان میں سے ہر ایک کا انحصار مختصر سے کلمے پر تھا جو اسے سب سے پہلے ادا کرنا چاہیے، اور جسے ادا کرنے سے اس کا پورا جسم، اس کے چہرے کے عضلے انکاری تھا۔ ''مجھے انتظار کرنا چاہیے'' اس نے سوچا، ''انتظار کرنا چاہیے اور کسی دوسری چیز کی بات کرنا چاہیے، ایک گہری سانس لینی چاہیے جس کے بعد میں اسے بہ آسانی کہہ سکوں گی، ایک ہی سانس میں۔''

''مجھ سے مارک کے بارے میں کچھ کہو'' ایلن نے ژوزی کے بالوں سے اپنا ہاتھ علاحدہ کرتے ہوئے استہزا میں بجھی آواز میں کہا۔

''میں نے دوپہر اس کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ میں گزاری ہے۔''

"میں مذاق نہیں کر رہا،" وہ بولا۔

"اور نہ میں کر رہی ہوں۔"

ایک مختصر سی خاموشی تیر گئی۔ پھر ڑوزی نے بولنا شروع کیا۔ اس نے ایلن کو ہر بات بڑی تفصیل کے ساتھ بتادی: اپارٹ مینٹ کیسا تھا، مارک نے کیسے اس کے کپڑے اتارے تھے، ان کا آسن، ان کا پیار دلار اور بوس و کنار، اس میں داخل ہوتے ہوئے اس نے کیا کہا تھا، اور بعد میں اس کا ایک مخصوص مطالبہ۔ اس نے بے حد چست الفاظ استعمال کیے، ہر بات کی یاد آوری کی بڑی واقعی جدوجہد کی۔ ایلن بے حرکت رہا۔ جب وہ بات ختم کر چکی، تو اس نے ایک بڑی عجیب سی آہ بھری۔

"تم یہ سب مجھ سے کیوں کہہ رہی ہو؟"

"تاکہ تمہیں نہ پوچھنا پڑے۔"

"یہی دوبارہ کرو گی؟"

"ہاں۔"

یہ سچ تھا، اور ایلن کو اس کا احساس ہو گیا تھا۔ ڑوزی نے اپنا رخ اس کی طرف کیا۔ وہ اذیت میں نہیں معلوم ہو رہا تھا: وہ مایوس نظر آ رہا تھا اور اس بات نے ڑوزی کے خیال کی تصدیق کر دی۔

"کیا میں کچھ بتانے سے تو نہیں رہ گئی؟"

"نہیں،" ایلن نے آہستگی سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے تم نے سب کچھ بتا دیا ہے، میری دل چسپی کی ہر چیز۔ ہر وہ چیز جس کا میں تصور کرتا،" وہ اچانک چیخ پڑا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور، پہلی بار، ڑوزی کی طرف نفرت سے دیکھا۔

وہ اسے استقامت کے ساتھ دیکھتی رہی، اور اس نے یک بارگی اپنے گھٹنے ٹیک دیے، اس کا سر ڑوزی کے سر سے جا ملا، اور وہ خشک سسکیوں سے دہل رہا تھا۔

"میں نے کیا گناہ کیا ہے؟" اس نے سرگوشی میں کہا۔ "میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ — ہم نے کیا خطا کی ہے؟"

وہ نہ ہلی جلی نہ جواب ہی دیا۔ اس نے ایک وسیع خالی پن کی آواز سنی جو اس میں

جاگزیں ہوتا جا رہا تھا۔

"میں تمہیں پوری کی پوری اپنے لیے چاہتا تھا،" وہ بولے گیا، "میں بدترین کا خواہش مند تھا۔"

"مجھ میں برداشت کی تاب نہیں رہی تھی،" اس نے سادگی سے کہا، اور ایلن نے اپنا سر اٹھایا۔

اس نے ایک آخری کوشش کی:

"یہ ایک غلطی تھی۔"

لیکن اس سے اس کا مدعا ژوزی کی مارک کے ساتھ گذاری ہوئی دوپہر نہیں تھا، اس کا اشارہ تو ژوزی کے بیان کی طرف تھا اور یہ وہ جانتی تھی۔

"ہمیشہ اسی طرح ہوگا،" ژوزی نے نرمی سے کہا، "کھیل ختم شد۔"

وہ بڑی دیر تک اسی حالت میں رہے، ایک دوسرے سے قریب، دو زور آزماؤں کی طرح، تھکن سے چور۔

"کچھ اور سی مسکراہٹ" اور "حیرتی بادل"

اٹھارہ سال کی عمر میں امتحان میں فیل ہونے کے بعد فرانسیسی ناول نگار فرانسواز ساگاں نے اپنا پہلا ناول لکھا جو شائع ہوتے ہی اتنا مقبول عام ہوا کہ صرف فرانس ہی میں اس کی 85,000 کاپیاں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئیں۔ دو تین سال کے بعد ان کا دوسرا ناول "کچھ اور سی مسکراہٹ" منظر عام پر آیا۔ ساگاں کے اولین ناول اس لحاظ سے عام روش سے مختلف ہیں کہ ان میں ایک نوخیز لڑکی کی الھڑ، ناعاقبت اندیش، بے فکری، اور جذبات کی گرانباری سے چھلکتی ہوئی زندگی کی واردات بیان ہوئی ہے۔ اس زندگی میں پے بہ پے معاشقوں کی دلگداز سوزش بھی ہے اور ناکامیوں سے نمٹ کر خوشگوار امید کے ساتھ اسی زندگی میں بھرپور حصہ لینے کا حوصلہ بھی۔ تاہم یہ لڑکی ابھی اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ اپنی مستقل، پراعتماد شخصیت تعمیر کر سکے۔ شہوانی محبت کی ناگزیر ضرورت، اور خود اپنے جذبات کا کچا پن، اسے ہمیشہ مرد کا زیرنگیں رکھتا ہے۔

ساگاں کے آخری ناولوں میں، جن میں "حیرتی بادل" شامل ہے، اس لڑکی کی ایک پراعتماد عورت میں کایا کلپ کے عملیے کا بیان ملتا ہے۔ امید و بیم، تذبذب، نفیِ ذات، شک و شبہے کی مختلف جاں گسل منزلوں سے لڑھکتے پڑھکتے گذرتی ہوئی یہ عورت بالآخر اس قابل ہوجاتی ہے کہ مرد سے اپنی منہ زور چاہت اور خواہش کے باوجود اپنے وجود کے لیے اس کی منت کش نہ رہے، اور اگر صورت حال کا تقاضا ہو تو اسے تج دینے کی ہمت بھی رکھتی ہو۔

Rs.600/=